پیش لفظ

جو شخص اس بات کا معتقد ہو کہ صد ہا قرن پہلے کے واقعات آج کل کے واقعات سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے اس سے یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ وہ تاریخ کا صحیح مطالعہ کر سکے

ایمرسن

میں نے اس خیال سے کہ قاری کی توجہ مشتت نہ ہونے پائے، اس کتاب میں حوالوں اور حواشی کی بھر مار سے پرہیز کیا ہے میرے مآخذ اتنے جانے پہچانے ہیں کہ میں نے حواشی وغیرہ غیر ضروری سمجھے اور اس طرح تاریخ نویسی کا یہ اصول قائم رکھ سکا کہ وہ تمام حوالے اور یادداشتیں قلمزد کر دی جائیں جنہیں ترک کر دینے سے کوئی بنیادی نقصان نہ ہو مگر میرے ایک ذی علم دوست نے جس سے اس کتاب کی تصنیف پر تبادلہ خیالات ہوا مجھے ہدایت کی کہ یہ اصول غلط ہے اور ماضی کی شخصیتوں کو جیتی جاگتی صورت پیش کرنے کے لئے متعلق اور غیر متعلق حواشی درج کر دینا ایک محفوظ طریقہ ہے۔

دوست موصوف کی یہ رائے فقط ایک محدود طبقے کی ترجمان ہے اور میرے نزدیک علم و فضل کا یہ نمائشی نقاب جس قدر جلد اتار پھینک دیا جائے تعلیم کے حق میں مفید ہوگا، میری رائے میں عہد عتیق کی تاریخ کا مطالعہ انسان کے لئے بڑا طمانیت بخش ہے بشرطیکہ مورخ تاریخ لکھتے وقت قارئین کی افتاد

طبع کا پورا خیال رکھے اگر یہ اصول ملحوظ رکھے جائیں تو ایمرسن کا خواب شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے کہ

''تاریخ ایک خشک مضمون ہونے کے بجائے اتنی دلکش اور دلنشیں ہو جائیگی کہ اس کا ایک ایک حرف سمجھدار آدمی کے دل و دماغ میں اتر جائے گا اور اس کے کہے بغیر اس کے ہر انداز سے ٹپکے گا کہ وہ عہد عتیق کے کتنے ہی دور بچشم خود دیکھ چکا ہے۔''

میں نے اس کتاب میں یہی خصوصیات قائم رکھنے کی کوشش کی ہے اگر چہ مجھے اپنی ادبی کم مائگی کا احساس ہے اور ممکن ہے کہ میں قارئین کو روح عصر سے اچھی طرح آشنا نہ کرسکوں پھر بھی اتنا کہ سکتا ہوں کہ میں اپنی دنیائے تصور میں مصر قدیم کی شخصیتوں کا ہمدم و ہمراز رہ چکا ہوں۔

راقم الحروف نے اس تالیف میں یونانی اور رومی مصنفین سے استفادہ کیا ہے مثلاً پلوٹارک، ستسرو، سوٹومیس اسٹرابو اپی ین ڈایوڈورس، سیکولس، لیوی، پطرکولس طبسی طس، فلورس، لوشین، ویس وغیرہ معاصرین میں فیریرو بوشے، لیکلیرک، مہافی، مومسن کی تالیفات سے استفادہ کیا گیا ہے یہ ماخذ سر بڑی لائبریری میں دستیاب ہو سکتے ہیں اور جن اصحاب کو میری روایات کی صحت و عدم صحت کا جائزہ لینا ہو وہ ان مصنفین کی کتابوں سے رجوع کرنے کا پورا حق رکھتے ہیں۔

قلوپطرہ کے بارے میں سوانح نگاروں کا نقطہ نظر مختلف ہوسکتا ہے ممکن ہے

کہ ایک شخص مصر کی اس ملکہ کو انتہائی بدکردار اور بے باک سیاہ کار سمجھے ہو سکتا ہے کہ اس کے متعلق یہ فیصلہ کیا جائے کہ وہ طبعاً نیک تھی لیکن صبر آزما حالات سے دوچار ہونے کے باعث اس کے پائے ثبات میں لغزش آ گئی اس کتاب میں راقم الحروف کا نقطہ نظر یہی ہے کہ یہ نامور ملکہ نامساعد حالات سے دوچار ہوئی۔ اس طرح قلوپطرہ کے ان افعال کو جو بصورت دیگر انتہائی سیاہ کارانہ سمجھے جاتے، مناسب رعایت سے پیش کیا گیا ہے۔

سوانح نگار کی خوش قسمتی ہے کہ عہد قدیم کے اشخاص کا ذکر کرتے وقت اس سے ان کے اچھے یا بڑے افعال کی وضاحت کا مطالبہ نہیں کیا جاتا کسی سمعصہ شخصیت کی سوانح عمری لکھتے وقت یہ مطالبہ صحیح ہے مگر عہد قدیم کی شخصیتوں کو بالعموم رعایت ملتی ہے ان کا سوانح نگار ان کی طرف سے معذرت کر سکتا ہے اور اس پر کوئی شخص یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ وہ ضابطہ اخلاق کی حدود سے تجاوز کر رہا ہے اس کے برعکس ہم عصر شخصیتوں کی غلطیوں سے درگزر کرنا ممکن نہیں مورخ ان کی لغزشوں اور اپنی ناپسندیدگی کو متدد طریقوں سے دکھا سکتا ہے زندہ شخصیتوں کی غلطیوں سے درگزر کرنا غیر ممکن ہے مگر صدیوں قرنوں پرانے اشخاص کی سوانح عمری لکھتے وقت مورخ کو یہ رعایت ملتی ہے کہ وہ ان کی غلطیوں پر اصلاحی نظر ڈالے، تخریب میں تعمیر کا پہلو قائم رکھے اور مناسب طریقوں سے اپنے بوسیدہ کرداروں کو جیتا جاگتا بنا کر پیش کرے، خدائے غفور کی بارگاہ سے اسے اجازت ہے کہ ان بدنصیبوں کو شک کا فائدہ دے اب اگر

وہ کسی شخص یا خاندان کو سراسر سیاہ کار ٹھہرانے پر تل جائے تو اس کے یہی معنی ہوں گے کہ وہ جوشِ نفرت میں خدائے حی و قیوم کی عطا کردہ رعایت کو ٹھکرا رہا ہے۔

غرض مورخ کا فرض ہے کہ زیرِ نظر واقعات کو ہمہ گیر نگاہ سے پرکھے بالخصوص قلوپطرہ کے معاملے میں رومی مورخوں کے نقطۂ نظر سے اتفاق نہ کرے کیونکہ اہلِ روم قلوپطرہ کو خاندان قیصریٰ (دوم) کا موروثی دشمن سمجھتے تھے ایمرسن کا قول ہے کہ تاریخ کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں یونانیوں کے ساتھ یونانی، رومیوں کے ساتھ رومی، بادشاہ کے ساتھ بادشاہ اور شہید کے ساتھ شہید بن جانا چاہیے اس لحاظ سے قطعاً غلط ہوگا کہ ہم قلوپطرہ کے حالات پڑھتے وقت ان خیالات کے تابع ہو جائیں جو کسی زمانے میں ایک قوم (رومیوں) نے قائم کر لیے تھے علاوہ بریں بعد زمانی کا بھی لحاظ رکھنا لازم ہے قلوپطرہ کو اخلاق کے اس معیار سے نہ جانچنا چاہیے جو آج سے دو ہزار سال کی تہذیب کے بعد قائم ہو کر ہمارے لئے باعثِ فخر ہے اچھائی اور برائی اضافی چیزیں ہیں جن کی حدود ہر زمانے کی رائے عامہ متعین کرتی ہے ہوسکتا ہے کہ جو بات آج مستحسن ہے وہ ماضی یا مستقبل کے معیار پر بری قرار پائے ملکہ مصر کے حالات پڑھتے وقت ہمیں اخلاق و تہذیب کا موجودہ معیار نظر انداز کر کے مصری دربار کی اس فضا میں محو ہو جانا چاہیے، جو آج سے دو ہزار سال پہلے قائم تھی یہ سچ ہے کہ ہمارے موجودہ تصورات ہمارے رگ و پے میں سمائے ہوئے

ہیں مگر سچے مورخ کا فرض ہے کہ قومیت، وطن اور زمان و مکان کی زنجیروں سے آزاد ہو جائے اور عہد عتیق سے پورا انصاف کر کے وسیع النظری اور آفاقیت کا ثبوت دے۔

آرتھر ویگل

☆☆☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

یوگا ورزشیں اور جنسی نفسیات

انسانی حسن وصحت کو قائم و دائم رکھنے کے لئے حکماء نے بے شمار تدابیر بیان کی ہیں، لیکن اب کچھ عرصے سے یوگا ورزشوں کے ذریعے اپنے جسم کو سڈول بنانے اور کئی پوشیدہ امراض سے نجات پانے کی کامیاب کوششیں جاری ہیں کتاب میں یوگا کے ذریعے انسان کے جنسی مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔

کتاب میں ہر ورزش کرنے کا طریقہ اشکال کے ذریعے سمجھایا گیا ہے جس سے ورزش کرنا آسان ہو جاتا ہے تقریباً چالیس ابواب میں ہر قسم کے یوگا آسن بیان کئے گئے ہیں یہ کتاب مکتبہ میری لائبریری کے سلسلے کی ایک کڑی ہے اور خواتین کے مطالعے میں آنی چاہیے تاکہ اپنے جسم کے بے ہنگم پن پر قابو پا سکیں۔

(روزنامہ جنگ)

مکتبہ میری لائبریری لاہور-2

☆☆☆☆☆☆

ایک

جن اشخاص کو قلوپطرہ کے حالات زندگی معلوم کرنے کا شوق ہے ان پر یہ حقیقت روشن ہو جائے گی کہ اس کے کردار کی جو تصویر ہمارے سامنے ہے وہ ان مصنفوں کی پیش کردہ ہے جو انطونی اور آکٹیوین کے جھگڑے میں اس کے مخالف تھے۔ زندگی کے آخری چند سال میں مصر کی یہ عالی ہمت ملکہ قیصر روم (اول) کی جانی دشمن تھی نتیجہ یہ کہ خاندان قیصر کے طرفدار اس تاریخی قضیے کو تعصب کی عینک سے دیکھتے رہے یہ داستان کہ جولیس سیزر اور انطونی سے قلوپطرہ کے تعلقات شرمناک تھے، دراصل انہیں دشمنوں کی رنگ آمیزی کا نتیجہ ہے اس کے بالمقابل کسی ایسے مورخ کی تحریر آج دستیاب ہی نہیں ہوتی جو اس جانباز ملکہ کا طرفدار ہو یہ بات قابل توجہ ہے کہ رومی مورخین میں سے جو شخص قلوپطرہ کے ساتھ انصاف سے پیش آیا وہ پلوٹارک ہے۔ وجہ یہ کہ اس کی تحریروں کا ماخذ بیشتر وہ یادداشتیں ہیں جو قلوپطرہ کے ڈاکٹر اولمپس نے قلمبند کی تھیں۔

میرا مقصد یہ نہیں کہ ملکہ کی وکالت کروں مگر اسے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اس پر آشوب دور کے حالات بیان کرتے وقت ملکہ کے عزائم کی صحیح تصویر قاری کے سامنے رکھ دی جائے مجھے یقین ہے کہ اگر میں واقعات کی وضاحت سے بیان کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو قلوپطرہ کسی وکالت کے بغیر ہی اپنے افعال میں حق بجانب ثابت ہو گی اور اس کی شخصیت اس عجیب وغریب

داستان کی شخصیتوں کے مقابلے میں زیادہ وا غدار دکھائی نہ دے گی۔

رومی مورخوں کو اس عالی حوصلہ ملکہ سے جو بغض و عناد ہے وہ منصف فراج قاری پر محض ایک مثال سے واضح ہو جائے گا میری مراد اس تعلق سے ہے جو قلوپطرہ اور جولیس نیز ر کے درمیان تھا قدیم اور معاصر مورخوں کا مسلمہ نقطہ نظر یہ ہے کہ مشرق کی اس بدمست کافر ادا ساحرہ نے اس عظیم الشان فاتح کو اپنی زلف گرہ گیر کا اسیر کر کے اس کے تمام عظیم منصوبوں پر پانی پھیر دیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس واقعے کے وقت قلوپطرہ 21 سالہ دوشیزہ تھی جس کی پاک دامنی کے خلاف کوئی قابل اعتماد شہادت موجود نہیں اس کے برعکس جولیس سیزر ایک پختہ سال، ہزار شیوہ رند تھا جو بے شمار دوستوں کی بیویوں اور لڑکیوں کی زندگی تباہ کر چکا تھا اس کی سیاہ کاریاں الم نشرح تھیں۔ ان حقائق کی موجودگی میں قلوپطرہ کو مجرم سمجھنے کی وجہ نہیں میں یہ نہیں کہتا کہ قلوپطرہ اپنے عہد کی عظیم ترین خاتون تھی پھر بھی نظر انصاف سے دیکھیں اور دستور عدالت کے مطابق شک کا فائدہ اس مجرم کو دیا جائے تو وہ اپنے زمانے کی ایک معقول خاتون قرار پائے گی عصر قدیم کا مورخ ہونے کی حیثیت سے مجھے حق حاصل ہے کہ اس کی طرف سے معذرت پیش کروں مگر میں صرف واقعات پیش کر دینے پر اکتفا کروں گا دوسرے مورخوں کے بیانات پر اعتماد کرنے کے دوش بدوش اگر اصلی واقعات پر نظر رکھی جائے تو ملکہ مصر کے دامن سے بدنامی کے داغ دور ہو جائیں گے اور وہ اپنے زمانے کی ان مشہور شخصیتوں میں سے ایک

شخصیت نظر آئے گی جو نہ سراسر بری تھیں اور نہ کاملاً نیک کردار۔

قلوپطرہ کی شکل وصورت کے متعلق صحیح تفصیلات دستیاب نہیں ہوتیں مورخ حیران ہے کہ وہ اس کا حلیہ اور وضع قطع کیونکر لکھے مگر اس کے فرائض مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنے کرداروں کی جیتی جاگتی تصویریں پیش کرے اور ہماری چشم تصور کے سامنے اس کی شخصیت مجسم کر کے دکھائے خواہ اس کی محسوس کردہ شخصیت کے نقوش بجائے خود صحیح ہوں یا غلط قلوپطرہ کی یادگاریں اتنی کم ہیں کہ ان سے ان کا خاکہ کھینچنا مشکل ہے ہم مجبور ہیں کہ تخیل سے مدد لے کر اس پیکر ناز کا تصور قائم کریں جسے مصر کی مٹی میں ملے دو ہزار برس گزر چکے ہیں۔

قلوپطرہ کے خط و خال کے نقوش یا تو حنط سکوں پر نظر آتے ہیں یا برٹش میوزیم کے اس مجسمے پر جو فن کاری کا بہت ادنیٰ نمونہ ہے کچھ معلوم نہیں اس کی آنکھوں اور بالوں کا رنگ کیسا تھا نہ یہ پتا چلتا ہے کہ وہ مقدونیہ کی بیگمات کی طرح گوری چٹی، شمع رویا اکثر مصری خواتین کی طرح کسی قدر ملیح تھی یہ بھی اندازہ نہیں کہ وہ کیسی یا کتنی حسین تھی یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اسے مصری عورتوں کی ملامت، مشرق کی سیاہ نیم باز مست آنکھیں اور سیاہ بل کھائی ریشمی زلفیں عطا ہوئی تھیں مقدونیہ کی عورتوں کے بال بالعموم سرخی مائل اور آنکھیں نیلگوں ہوتی ہیں ان تمام ملکوں میں جو بحیرہ روم کے مشرق میں واقع ہیں، یہ رنگتیں دیکھی جاتی ہیں۔ بایں ہمہ ان تمام باتوں کے پیش نظر یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ حسن

ملیح کا نمونہ تھی اگر چہ یہ فیصلہ محض قیاسات پر مبنی ہے۔

عام خیال یہی ہے کہ وہ نازک اندام تھی بوٹا سا قد، عقابی ابھرواں ناک جس کے نازک نتھنے عالی خاندانی کا اشارہ کرتے تھے مختصر خوشنما دہانہ، ترشے ہوئے ہونٹ، دلفریب بڑی بڑی آنکھیں، ستواں ابرد، رخسار اور ٹھوڑی کے خطوط میں ہم آہنگی جس سے چہرے کے تیکھے نقوش میں ملائمت پیدا ہو گئی تھی غرض نزاکت کے باوجود اس کے خط و خال میں تیکھا پن صاف محسوس ہوتا تھا پلوٹارک کا بیان ہے کہ اس کا حسن بے مثال یا دل فریب نہ تھا اس سے کہیں زیادہ حسین آکٹیویا تھی جو بعد میں انطونی کی رفیقہ حیات بنی مگر دوسرے مورخوں کی طرح پلوٹارک بھی تسلیم کرتا ہے کہ اس میں ایک نا قابل فہم کشش تھی ڈوین کیشیس لکھتا ہے کہ اس کی تقریر کی لذت اور حسن کی کشش بے پناہ تھی ہوش و خرد کے وہ مدعی، جن پر کیوپڈ کے تیر ہمیشہ خطا ہوتے تھے اور وہ بوڑھے جن کے دل برف کی قاش کی طرح یخ بستہ تھے، اس کے سامنے آتے ہی مسحود و بیخود ہو جاتے تھے۔

گمان غالب ہے کہ اس کا قد و قامت مختصر تھا۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا، ایک مرتبہ شاہی محل میں داخل ہونے کے لئے اس نے یہ عجیب ترکیب اختیار کی کہ کسی خادم نے اسے بستر میں لپیٹ دیا اور بستر کو کاندھے پر اٹھا کر قصر شاہی میں رکھ دیا اس سے اندازہ ہوت اہے کہ اس کا وزن معمولی تھا برٹش میوزیم میں قلوپطرہ کے مجسمے سے بھی ایک نازک اندام عورت کا تصور پیدا ہوتا

ہے پلوٹارک کی رائے ہے کہ قلوپطرہ کی دل فریبی کا راز اسی نزاکت میں مضمر تھا۔ ان تمام اشاروں سے ہم یہ تصور کر سکتے کہ وہ بولے سے قد کی نازک اندام، باوقار، سیاہ چشم سیاہ گیسو حسینہ تھی یہ اور بات ہے کہ اس کا حسن بے پناہ یا عالم فریب نہ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اس کی آواز بڑی دلفریب تھی بانسری کی سی پرسوز آواز جو اس کا سب سے زیادہ کامیاب حربہ تھی اور جس سے وہ دلوں کو موہ لیتی تھی قلو پطرہ نے یقیناً اس حربے سے ساری عمر کام لیا ہوگا پلوٹارک کا بیان ہے کہ اس سے ہم کلام ہوتے ہی انسان مسحور ہو جاتا تھا اس کی شکل وصورت، اس کا باوقار انداز، اس کی دلکش آواز ہر شخص کو مسحور کر سکتی تھی ڈورین کیشیس کی بھی یہی رائے ہے ''اس کی تقریر اتنی دلفریب تھی کہ سننے والے بے اختیار اس کی طرف کھچ جاتے تھے''

یہی دل فریب کشش اس کے انداز و اطوار میں بھی تھی جیسا کہ پلوٹارک لکھتا ہے اس کے اطوار میں وہ سحر تھا جسے نام نیست سے تعبیر کیا جاتا ہے ممکن ہے کہ یہ پر اسرار کیفیت اس کے چنچل پن طفلانہ شوخی، خودسری اور طراری کی پیداوار ہو جس سے وہ حاضرین کو مدہوش کر لیتی تھی شوریدگی اور شوخی کے باوجود وہ متانت ووقار کی بھی حامل تھی جو کبھی کبھی غرور وتکبر کی حد تک پہنچ جاتے تھے پلائنی کی رائے میں وہ بدمغز اور خود بین تھی سسرو جس نے اسے روم میں دیکھا، یہی رائے رکھتا ہے پھر بھی میرا خیال ہے کہ ملکہ کی یہ وقتی خود بینی ونخوت

محض اس لئے ہو گی کہ غرور اور کم آمیزی کے پردے میں روم کے ان مغرور امراء کی نکتہ چینی سے محفوظ رہ سکے جو اس کا مناسب احترام کرنے کو تیار نہ تھے اس کی خودسری کے شواہد بہت کم ہیں اور ہم یہ سوچنے پر مائل ہیں کہ وہ طبعاً جذباتی تھی اور غرور و تبختر کے بعد نرمی اختیار کر لیتی تھی اس کی حرکات و سکنات میں تکلف کا شائبہ تک نہ تھا نوجوانی میں اس کی سادگی کبھی کبھی پرکاری میں تبدیل ہو جاتی تھی جوانی کی خوش طبعی اس میں عمر بھر رہی۔ اس کے مزاج میں شگفتگی اور اطوار میں شوریدگی تھی وہ زندگی سے پوری طرح حظ حاصل کرنا جانتی تھی اور مسرت و راحت کی شراب کا آخری قطرہ تک پی جانے کی قائل تھی اس کا سادہ معصوم دل ایک لمحے میں خوش اور دوسرے لمحے میں مغموم ہو جاتا تھا مسرت یا مصیبت اس کے دل میں مستقل پڑاؤ نہ ڈال سکتے تھے وہ چھوٹے چھوٹے نازک ہاتھوں سے الجھے ہوئے حالات کی گتھیاں بڑی سہولت سے سلجھا لیتی تھی بالکل اس طرف جیسے کوئی باری باری نور اور ظلمت کے پردے اٹھاتا چھوڑتا جائے۔

مبدا فیاض سے اسے جو ہر قابل عطا ہوا تھا۔ وہ فطرتاً حاضر جواب، خوش طبع اور شفت زبان تھی بقول پلوٹا لک وہ ایک خوش آہنگ ساز کی طرح ایک زبان بولتے بولتے بڑی آسانی سے دوسری زبان بولنے لگتی غیر ملکی اشخاص سے بات کرنے میں وہ بہت کم کسی ترجمان کی محتاج ہوتی عرب ہوں یا یہودی، شامی ہوں یا ایرانی، افریقی ہوں یا ترک، وہ ہر شخص سے خود بات

چیت کر سکتی تھی۔ اس کے پیشرو بادشاہوں نے مصری زبان سیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی تھی بعض کا لہجہ تک مقدونی تھا مگر ان کے برعکس **قلوپطرہ** متعدد زبانوں کی ماہر تھی وہ بالطبع سیاست دان تھی اور اپنے خاندان کی عظمت و آزادی کے لئے جان توڑ کر کوشش کرتی۔ ڈوین کیشیس کہتا ہے کہ وہ اولو العزمی کا مجسمہ تھی اور ہر شخص سے شاہانہ آداب کی پوری پابندی کا مطالبہ کرتی تھی اس کے حالات زندگی ان امور کی تصدیق کرتے ہیں اس کا جہاں گیری و جہاں کشائی کا جذبہ بعض اوقات جنون کی حد تک پہنچ جاتا تھا مگر یہ ظاہر ہے کہ ہوش مند اور دلیر ہونے کے باوجود اعلیٰ درجے کی سیاست داں نہ تھی اس کے منصوبوں اور تجاویز کا انداز وہی ہوتا تھا جو اس کے خاندان میں رائج تھا اور جس میں گہرائی کے بجائے شدت اور تیزی کا عنصر بڑھا ہوا ہوتا ضد سے ملتا جلتا اصرار و استقلال اس کا نمایاں ترین کردار تھا اپنے حقوق اور بیٹے کی سر بلندی کے لئے وہ جس بے جگری سے لڑی اسے ایک دلچسپ داستان ہے جسے قارئین آئندہ صفحات میں انہماک سے پڑھیں گے۔

بالعموم یہ سمجھا جاتا ہے کہ بقول زیفس **قلوپطرہ** ایک بدمست شہوت پرست عورت تھی اس بدنصیب ملکہ کو مشرق کی ہوس ناکی و شہوت رانی کا مجسمہ سمجھا جاتا ہے مگر غور کیا جائے تو رومی دشمنوں کی نفرت انگیز افواہوں کے سوا ان الزاموں کا کوئی قابل اعتماد ثبوت نہیں ملتا یہ صحیح ہے کہ وہ جولیس سیزر کے ساتھ کئی سال رہی مگر وہ ایک بیاہتا بیوی کی حیثیت سے رہی جسے جولیس سیزر

رومتہ الکبریٰ کی ملکہ اور اپنی جائز رفیقہ حیات بنانا چاہتا تھا جولیس سیزر کے قتل کے بعد وہ مرتے دم تک انطونی کی شریک زندگی رہی یہ وہ زمانہ ہے جب روم اور اسکندریہ میں فسق و فجور پورے عروج پر تھے سازشیں اور خانہ جنگی عام تھی ایسے پر آشوب دور میں قلوپطرہ نے یکے بعد دیگرے دو آدمیوں سے زندگی وابستہ کی جو اسے اپنی رفیقہ حیات سمجھتے رہے اور جنہیں مصر کے مقدس رسم و رواج کے مطابق اس کا جائز شوہر تسلیم کیا گیا ڈوین کیشیس کے یہ الفاظ کہ دنیا بھر کی دولت اس کے جذبات کو تسکین دینے سے قاصر تھی ''صرف یہ معنی رکھتے ہیں کہ وہ حد درجہ بلند نظر اور فضول خرچ تھی اس کے دشمن اسے کتنا ہی بدنام کریں اس کی ہوس ناکی یا نفس پرستی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ اس کی اخلاقی پاکیزگی کے شواہد موجود ہیں وہ چار بچوں کی ماں تھی مامتا میں ڈوبی، بے انتہا محبت کرنے والی ماں ظاہر ہے کہ وہ امومت کے فرائض اور مامتا کے تقاضوں کو بہ رضا و رغبت ادا کرتی رہی تمام باتوں پر نظر کر کے ہم یہ فیصلہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ خواہ وہ بعض مواقع پر جذبات و خواہشات سے مغلوب ہو جاتی ہو مگر نسوانیت کے پاکیزہ جوہر سے خالی نہ تھی مامتا اور مادرانہ فرائض کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو وہ نسوانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ قرار پائے گی۔''

قلوپطرہ کے متعلق رائے زنی کرتے وقت اس عہد کے معاشرے پر بھی نظر ڈالنی لازم ہے یہ وہ دور تھا جب روم اور اسکندریہ میں عشق بازی ایک کھیل تھا فسق و فجور عام تھا اس عہد کی اخلاقی پستی کا نقشہ سومسن کے الفاظ میں یہ

ہے:

''زنان بازاری نے وہ گندہ فضا پیدا کر رکھی ہے کہ الحفیظ والامان ان کا ذکر تاریخ کے اوراق کو مسموم کر رہا ہے اس ناپاک طبقے کو اپنے کاروبار کا لائسنس حکومت سے ملتا ہے لیکن اس نجس جماعت سے قطع نظر کر کے امرا اور افسروں کے گھروں میں جھانکیے تو اس سے زیادہ شرمناک مناظر دکھائی دیں گے اونچے گھرانوں کی خواتین وہ حیا سوز کارنامے کر رہی ہیں کہ طوائفوں کو اپنی کساد بازاری کا گلہ کرنا پڑتا ہے بڑے گھرانوں میں زنا ایک عام مشغلہ ہے جس میں قانون کی مداخلت کا سوال ہی نہیں۔''

ایسی فضا میں قلوپطرہ کی پرسکون خانگی زندگی قابل تعریف ہے جولیس سیزر سے قلوپطرہ کا تعلق اور جولیس سیزر کی موت کے بعد انطونی سے وابستگی ایک باقاعدہ شریفانہ رشتے کی حیثیت رکھتی ہے اور فسق و فجور کی تیرہ و تار فضا میں پاکیزگی کا طمانیت بخش نور معلوم ہوتی ہے اسے اپنے بیٹے سیزرین سے جو محبت تھی محتاج بیان نہیں وہ اکثر اپنے بچوں کی نگہداشت میں مشغول رہتی قصر شاہی کا وہ منظر بھی نگاہ میں رکھیے جب یہ ملکہ اپنے دو خوبصورت جڑواں بچوں کی دیکھ بھال کرتی پھرتی تھی اس معصوم خانگی زندگی کا تصور کرتے ہی قلوپطرہ کی نفس پرستی کے قصے خرافات بن کر رہ جاتے ہیں چشم تصور کے سامنے ایک نازک کامنی سی عورت آتی ہے جو اپنے ننھے بچے کو تھپکنے میں مصروف ہے اور تین بہت بچے اس کے اردو گرد کھیلتے پھرتے ہیں عالم حیرت میں دل پوچھتا

ہے کہ کیا اس نازک شریف خاتون کو شہوت پرست ملکہ کا خطاب دیا جا سکتا ہے؟ کیا یہ وقار مجسم، جو سیزر سے اور اس کے قتل کے بعد انطونی سے شادی کی اور اس مقدس رشتے کو نہایت پاکیزگی سے نباہا اس کا دامن نفسانیت اور شہوت کے داغوں سے پاک ہے ہاں اگر بیدرد مورخ اس کے جائز تعلقات کو معاشقے کے رنگ میں پیش کریں تو اس گناہ کا بوجھ ان کی گردن پر رہے گا۔

قلوپطرہ کئی لحاظ سے خوش مذاق، صاحب ذوق اور ذی علم خاتون تھی۔ وہ علوم وفنون کی مربی تھی اس کا لفت زبان ہونا محنت اور وسعت مطالعہ کی دلیل ہے تاریخ شہادت دیتی ہے کہ اس نے انطونی کو وہ دو لاکھ کتابیں، جو کبھی پرگمیم کے کتب خانے کی زینت تھیں، شہر اسکندریہ میں تحفتہ پیش کرنے پر مجبور کیا سرو کا بیان ہے کہ قلوپطرہ نے اس کے لئے اسکندریہ سے کچھ کتابیں حاصل کرنے کا بھی انتظام کیا تھا اسے اپنے آباؤ اجداد سے ذوق سلیم ورثے میں ملا تھا اور اس نے نفاست ذوق کی یہ روایت قائم رکھی وہ سائنس کی بھی قدردان تھی فوطینس نے جو علم ریاضی کا ماہر تھا، قانون قلوپطرہ نامی کتاب اسی سے معنون کی مشہور طبیب ڈیسکو رائڈز جس کی کتابیں مدتوں نصاب طب میں شامل رہیں اس کا روباری اور دوست تھا صوصاگے نیز نامی ہیئت دان بھی اس کا دوست تھا قلوپطرہ نے جولیس سیزر سے اس کی سفارش کر کے مصاحبت میں داخل کرایا اور اس نے جنتری کی اصلاح میں سیزر کو بڑی مدد دی ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں کہ علوم وفنون میں قلوپطرہ کا کیا مقام تھا مگر اتنا یقینی ہے کہ وہ اپنے

نامور اسلاف سے کمتر نہ تھی جولیس سیزر جیسے ادیب اور قلوپطرہ کی باہمی وابستگی خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ علم وفن سے بخوبی بہرہ ور تھی اور اپنی شوخی کے باوجود حسب موقع سنجیدگی سے بھی کام لیتی تھی۔

ان سب باتوں کے باوجود اس کی طبیعت خوش باشی کی طرف زیادہ راغب تھی عمر کے آخری چند سال کے سوا وہ ہمیشہ مسرور و شادماں رہی۔ خوش باشی اور ظرافت اس کی گھٹی میں پڑی تھیں۔ ظرافت آمیز منصوبے خصوصیت سے پسند کرتی تھی بارہا ایسا ہوا کہ وہ انطونی کے ساتھ رات کے گشت پر نکل جاتی اور اپنے احباب کے دروازے پر دستک دیتی جب وہ دروازہ کھولتے تو وہاں سے غائب ہو جاتی اس کی گفتگو بڑی رنگین اور مرصع ہوتی پرانے مورخوں کا بیان ہے کہ اس کے اطوار و عادات میں کچھ ایسی شگفتگی اور شوخی تھی کہ اس کے ساتھ رہنا بذات خود تفریح کا حکم رکھتا تھا۔

قلوپطرہ میں وہ تمام صفات تھیں جس پر مرد فریفتہ ہوتے ہیں وہ چست و چالاک، چاق و چوبند بلند حوصلہ اور عالی ہمت تھی اپنے بھائی کی سازش سے جلا وطن ہونے کے بعد کمال جرأت سے مصر میں داخل ہونا اس کی دلیری کا بین ثبوت ہے اسی طرح بستر میں لپٹ لپٹا کر محل میں آنا اور جولیس سیزر کے ساتھ بیباکی سے متعارف ہونا اس کی جرأت کا یقینی اور دل فریب ثبوت ہے فلورس جسے اس سے کوئی لگاؤ نہیں، رقم طراز ہے کہ نسوانی کم ہمتی اور خوف اس کے پاس تک نہ پھٹکا تھا۔

رہا یہ سوال کہ وہ فطرتاً سنگدل، شقی القلب تھی یا نہیں سب جانتے ہیں کہ اس نے اپنی بہن آرسینو اور متعدد اشخاص کو، جو اس کے خلاف سازش کرنے کے مجرم تھے، قتل کیا مگر اس قسم کی سیاسی خونریزیاں اس زمانے میں عام تھیں اس کے بھائی بطلیموس پانزدیم کی جواں مرگی میں (اگر فی الواقع اس کے قتل کی حکایت صحیح ہے) قلوپطرہ کے ساتھ جولیس سیزر شریک بلکہ شریک غالب ہے آرمینیا کے بادشاہ آرطاوسدیز کا قتل ایک سیاسی فعل تھا جسے چنداں اہمیت حاصل نہیں لے دے کر اس کے خلاف سفا کی کا یہ الزام باقی رہتا ہے کہ وہ پھانسی پانے والے مجرموں پر مختلف زہروں کی تاثیر کا تجربہ کیا کرتی تھی مگر اسے سفا کی نہیں کہا جا سکتا قتل ہونے والے مجرم کے لئے پھانسی کا پھندا، تلوار کی دھار یا زہر کا پیالہ سب برابر ہے البتہ قلوپطرہ جس کی زندگی کے آخری سال حد درجہ تلخ ہو گئے تھے اپنے لئے ایک سریع التاثیر زہر قاتل کا انتخاب کرنے میں حق بجانب سمجھی جا سکتی ہے۔ ایک لمحے کے لئے ان دردناک واقعات قتل کا تصور کیجئے جو اس کے پیشرو بادشاہوں سے سرزد ہوئے۔ ان کے مقابلے میں قلوپطرہ کو سفاک نہیں کہا جا سکتا۔ ان کی سفا کی، اس خون آشام عہد کی فضا میں قلوپطرہ متحمل اور نیک طینت نظر آتی ہے۔

مذہبی اعتبار سے وہ خاصی راسخ العقیدہ تھی۔ اکثر اشخاص کے برعکس اسے دیوتاؤں پر اعتقاد تھا۔ یہ ناپاک عقیدہ کہ بادشاہ خدا کا نائب ہے اسے اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملا تھا اور اس کے رگ و پے میں سمایا ہوا تھا مقدس

تقریبوں اور تہواروں پر وہ عفر و وائٹ یا آسس دیوی کی پوشاک زیب تن کرتی اور سطح زمین پر اپنی ذات کو آسمانی دیوتاؤں کا اوتار سمجھتی۔ اسے ان کی روحانی عظمت کے بجائے دنیوی تجمل عطا کیا گیا تھا مصر و یونان کے تمام بڑے دیوتاؤں کو اپنی ذات میں مجسم سمجھنا اس کا پختہ عقیدہ تھا اکثر ایسا ہوا کہ ہیئت دانوں اور نجومیوں نے اسے ستاروں کے ٹوٹنے یا دیگر عظیم مظاہر فطرت کی طرف متوجہ کیا مگر قلوپطرہ نے بے نیازی کی ادا سے یہی جواب دیا کہ یہ سب میرے آسمانی رفیقوں کے کرشمے ہیں جنگ ایکشیم میں اس نے شجاعت و جانبازی کا جو حیرت ناک مظاہرہ کیا اس کی یہی تشریح کی جاتی ہے کہ اسے آسمانی دیوتاؤں نے ہر بات بتادی تھی اور اکثر مواقع پر یہی نورانی طاقتیں اس کی رہنمائی کرتی تھیں۔

قلوپطرہ کے خلاف ایک الزام یہ بھی ہے کہ روم کے خلاف فوج کشی میں جب کبھی اس کا خزانہ خالی ہو جاتا وہ مصر کے مندروں پر ہاتھ صاف کرتی اور ان کی دولت سمیٹ کر لڑائی کا کام چلاتی اس کے لئے کوئی مندر اتنا مقدس نہ تھا جہاں اس کے لالچی ہاتھ نہ پہنچتے۔ اگر یہ قصے صحیح ہیں تو یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو آسمانی دیوتاؤں کا جانشین سمجھتی تھی اور اس حیثیت سے وہ سب خزانے، جو مصر کی سربلندی کے لئے مندروں سے لوٹے گئے، اس کے نزدیک اس کا اپنا مال تھے۔ مگر حقیقت حال یہ ہے کہ اس کی زندگی کے آخری برسوں میں جب فوجی ضروریات حد سے زیادہ بڑھ جاتی تھیں تو اس کے افسر

ہر جائز اور ناجائز ذریعے سے فوجی ضروریات کو پورا کرتے تھے یقیناً قلوپطرہ سے مشورہ کیا جاتا ہوگا مگر ملکہ اس سراسیمگی کے عالم میں اس فرضی تقدس کو اپنی سیاسی مصلحتوں پر قربان کر دینے کے لئے مجبور تھی۔

ملکہ کے کردار اور خصائل پر زیادہ بحث کرنا غیر ضروری ہے اس کی المناک زندگی کے واقعات خود اس کی شخصیت پر پوری روشنی ڈالیں گے ہاں اتنا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اپنی لغزشوں کے باوجود وہ بدکردار کہلانے کی مستحق نہیں وہ نہایت ہوش مند، دل فریب اور حسین و جمیل خاتون تھی غیر محتاط ہونے کے باوجود ہم اسے بے اصول نہیں کہہ سکتے مورخ جب اس دل فریب شخصیت کا نقشہ کھینچتا ہے تو خود مبہوت ہو جاتا ہے ہر لمحے اس کی زندگی کے ادلتے بدلتے واقعات اسے محو حیرت کر دیتے ہیں ابھی یہ حوصلہ مند ملکہ میدان جنگ میں سپہ سالاری کے جوہر دکھاتی ہے، ابھی شاہی بجرے میں دریائے نیل کے سینے پر جولیس سیزر کے ساتھ شب ماہتاب کا لطف اٹھا رہی ہے، ابھی قصر شاہی میں اپنے ننھے بچوں کے ساتھ جی بہلانے میں مشغول ہے، ابھی زرق برق پوشاک پہنے اسکندریہ کی شاہی ضیافتوں میں شمع انجمن بنی بیٹھی ہے کچھ دیر بعد رات کے سناٹے میں بھیس بدلے اسکندریہ کی گلیوں میں گھومتی پھرتی ہے اور دبی ہوئی ہنسی کے تلاطم میں دہری ہوئی جاتی ہے اس کے بعد منظر بدلتا ہے وہ بحیرہ روم کو عبور کرتی یعنی تباہی کو دعوت دینے کے لئے روم میں داخل ہوتی ہے آخری منظر حد درجہ دل گداز ہے یہی ملکہ، جو خوش باشی و شادمانی کا مجسمہ تھی،

ناسازگار حالات سے مجبور یاس وحرمان سے نڈھال، غم سے پامال، ڈرامائی انداز میں اپنی دکھ بھری زندگی کا خاتمہ کرتی ہے یعنی اپنے آپ کو زہریلے افعی سے ڈسوالیتی ہے۔

اس طرح اس مسحور کن شخصیت کی زندگی کا ڈراما ختم ہوتا ہے مگر مورخ کے دل پر اس ہستی کا دائمی نقش باقی رہ جاتا ہے جس کے چشم وابرو کے اشارے ذرا سی دیر میں دنیا کا نقشہ بدل دیتے تھے وہ پہچان جاتا ہے کہ قلوپطرہ مشرق کی وہ سیاہ کار ساحرہ نہ تھی جو روم کے جانبازوں کو اپنی زلف گرہ گیر میں پھنساتی تھی بلکہ جولیس سیزر کی باوقار بیوی تھی جو اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے بیٹے کے تاج وتخت کو بچانے کے لئے لڑتی رہی جس نے بعد میں انطونی سے اس لئے وابستگی اختیار کی کہ مصر اور روم دو مختلف حکومتوں کے بجائے واحد متحد سلطنت بن جائیں مورخ کی نگاہ میں وہ معمولی غیر ذمہ دار عورت نہیں بلکہ ایک باوقار ملکہ ہے جو ذاتی لیاقت اور خداداد جوہر سے روم کے دو عظیم ترین فرزندوں کو مسخر کرنے کی طاقت رکھتی تھی اور جن سے مصری رسم ورواج کے مطابق اس نے نکاح کیا تھا انصاف پسند مورخ اس حسین، خوش اطوار اور خوش بیان ملکہ کے دامن کو سیاہ کاری کے داغ سے پاک دیکھتا ہے غیر متعصب مورخ حیران ہے کہ روم اور مصر کی اس سیاسی کشمکش میں جس کا بیان ان صفحات میں آئے گا وہ دربار روم کا ساتھ دے یا اس صاحب جوہر ملکہ کی طرف داری کرے جس کی دل فریبی وخوش اطواری کا نور بیس صدیوں کے پردے سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے!

دو اسکندریہ

قلوپطرہ کے واقعات زندگی کا مطالعہ کرنے کے لئے لازم ہے کہ اس کے دارالحکومت یعنی شہر اسکندریہ کے محل وقوع اور مصر یونان اور روم سے اس کے سیاسی تعلقات کی پوری تفصیل نظر میں رکھی جائے۔ یہ شہر مصر کا دارالسلطنت تھا مگر یہ واقعہ ہے کہ اس کے تجارتی، سیاسی اور تہذیبی تعلقات مصر سے نہیں بلکہ بحیرہ روم کے ملکوں سے تھے۔ از روئے جغرافیہ باقی مصر سے اس کا وہی تعلق تھا جو کارتھیج کا شمالی افریقہ سے جو تعلق سترھویں صدی میں فلاڈلفیا کو امریکہ سے یا بمبئی کو ہندوستان سے تھا، وہی تعلق اسکندریہ کو باقی مصر سے تھا۔ اس لحاظ سے وادی نیل کی اس ملکہ کو مصری کہنا اتنا ہی غلط ہو گا جتنا کہ وارن ہیسٹنگز کو ہندوستان کر دینا۔ اسکندریہ میں رہنے کے باوصف قلوپطرہ مصر سے قطعاً بیگانہ رہتی تھی اس نے ابوالہول تک نہ دیکھا تھا تاریخ میں اس کے سفر مصر کی فقط ایک یادداشت ہے جو اس نے جولیس سیزر کی خواہش پر کیا تھا مصر کے باشندوں کے حالات، ان کی معاشرت اور طور طریقوں کی تفصیل لکھنا اس کتاب کے موضوع سے خارج ہے سارا مصر قلوپطرہ کے زیر نگیں تھا مگر اسکندریہ اپنی تہذیب و معاشرت کے اعتبار سے مصر سے قطعاً مختلف تھا یہی وجہ ہے کہ میں نے مصر اور اس کے باشندوں کا ذکر کرنے اور واقعات کو مقامی رنگ دینے سے اجتناب کیا ہے۔

اسکندریہ آباد کرتے وقت سکندر نے اس کے محل وقوع کو اس لیے پسند کیا تھا کہ یہ باقی ملک سے الگ تھلگ رہے یہ شہر ایک طرف ماروٹک جھیل سے اور دوسری جانب بحیرہ روم سے گھرا ہوا ہے اس طرح یہ شہر اپنے ملک سے اس سے بھی زیادہ منقطع ہو گیا جتنا کہ کارتھیج اپنی پہاڑیوں کی بدولت افریقہ سے الگ تھا۔ سکندر چاہتا تھا کہ اس شہر کو خالص یونانی نوآبادی بنائے جہاں یونان کا سامان تجارت جہازوں سے اتار کر اندرون مصر تک پہنچا دیا جائے اور وادی نیل کی بے اندازہ پیداوار لاد کر یونان بھیجی جائے۔ دریائی ڈیلٹا کے دور افتادہ گوشے میں شہر آباد کرنے کا واضح مقصد یہی تھا کہ دارالحکومت سارے ملک کی کنجی ہونے کے باوجود ملک سے الگ تھلگ محفوظ رہے شہر کا محل وقوع اس مقصد کے لئے اتنا موزوں تھا کہ آج تک اس شہر کا تعلق مصر اور اہل مصر سے برائے نام ہے۔

آج کل اسکندریہ سے قاہرہ اور جنوبی مصر تک ریلوں کا جال بچھا ہوا ہے مگر اہل اسکندریہ کی یہ حالت ہے کہ بہت کم ایسے اشخاص ملیں گے جو اس شہر سے دس میل باہر نکلنے کی زحمت اٹھائیں بیشتر اہل شہر آج تک اہرام مصر کی زیارت سے محروم ہیں شہر کا مال دار طبقہ اندرون ملک تو کیا قاہرہ تک سفر کرنے سے گریزاں ہے عہد قدیم کی طرح آج بھی یہاں یونانی، رومی اور یہودی آبادی کی اکثریت ہے مگر ایسے کم حوصلہ کہ اگر انہیں اندرون ملک میں سفر کرنے کو کہو تو شاید رو پڑیں حالانکہ یہی ملک افسروں اور سیاحوں کے لئے

جنت نگاہ ہے انتہا یہ ہے کہ اسکندریہ میں رہنے والے مصریوں کا متوسط طبقہ بھی بہت کم اندرون مصر میں جانے کی حامی بھرتا ہے حتیٰ کہ اگر کو دس بیس ایکڑ زمین ترکے میں مل جائے تو اسے سنبھالنے کے لئے وہ شاذونادر ہی ادھر کا رخ کرتا ہے۔

اسکندریہ والوں کے لئے مصر خاصا پردیس ہے صحرا میں ریت کے ٹیلے، نخلستانوں میں کھجوروں کے جھنڈ، کورا بے داغ آسمان، دریائے نیل کا چوڑا پاٹ، تاروں بھری چمکیلی راتیں، خش پوش جھونپڑے، چوں چوں کرتے رہٹ، عظیم الشان اہرام، منقش اور آراستہ مقبرے، غرض سینکڑوں چیزیں مسافروں کو دعوت نظارہ دیتی ہیں مگر اہل اسکندریہ ان سب سے بے خبر ہیں تپتے صحرا کی گرمی، دریائے نیل کی چادر کا سینکڑوں فٹ نیچے کی چٹانوں پر گرنا، نیل کی طغیانی، ان کے لئے بے معنی ہیں مصر کی وہ دلکشی، جو سیاحوں اور مصریوں کو جان سے پیاری ہے، اہل سکندریہ کو مائل نہیں کر سکتی ملک فرعون کے دلکش مناظر انہیں اپنی طرف کھینچنے میں ناکام رہتے ہیں، کیوں نہ ہو، وہ وادی نیل کے بیٹے نہیں بلکہ بحیرہ روم کے فرزند ہیں!

اسکندریہ کی آب و ہوا جنوبی مصر سے قطعاً مختلف ہے قاہرہ میں گرمی کا موسم خوش گوار تو ہرگز نہیں مگر قابل برداشت ہوتا ہے شہر تھیز میں یہ عالم ہے کہ گرمیوں میں دن کے وقت آگ برستی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم مصر میں نہیں دوزخ میں آبسے ہیں راتیں حد درجہ سرد ہوتی ہیں اسکندریہ کا موسم گرما

خوش گوار بلکہ خنک ہوت ا ہے۔ بہار میں تو یہاں کی فضا اتنی دلکش ہوتی ہے کہ ساری دنیا اس کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے مطلع صاف رہتا ہے اور باد صبا رواں راتیں خنک بلکہ سرد ہوتی ہیں اگست ستمبر میں آب و ہوا مرطوب ہو جاتی ہے غرض کچھ ایسی فضا رہتی ہے جیسی جنوبی یورپ کی۔

جاڑوں میں ساحلی علاقہ سرد رہتا ہے بارشیں ہوتی ہیں اور کچھ اٹلی کی سی آب و ہوا ہو جاتی ہے موسم سرعت سے بدلتا رہتا ہے لوگ موٹے اونی کپڑے پہنتے ہیں۔ اس کے برعکس اہرام کے علاقے اور تھیبیز کھلی دھوپ کے باعث خاصے گرم رہتے ہیں اسکندریہ ان دنوں بادو باراں کے طوفان میں گھرا رہتا ہے سمندری نمکین ہوا کے جھکڑ سائیں سائیں کرتے آتے اور مسافروں کے منہ پر طمانچے مارتے نکل جاتے ہیں یہاں خالص مصر کا موسم نہیں بلکہ نیپلز اور مارسیلز کا موسم ہے۔

گرمیوں میں جنوبی مصر جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے انگریز افسر یہاں کی ہولناک گرمی سے جان بچانے کے لئے ڈاک گاڑی میں سوار ہو کر اسکندریہ کا رخ کرتا ہے سٹیشن پر بادسموم کے تھپیڑے طمانچوں کی طرح منہ پر لگتے ہیں ریل میں وہ کروٹیں بدلتا، ہانپتا، کسمساتا ہے برقی پنکھوں سے بی گرم ہوا نکلتی ہے آخر آدھی رات کی خنک ہوا اسے سلا دیتی ہے۔ صبح قاہرہ میں ہوتی ہے جہاں گرمی سے نجات ملتی ہے مگر مرطوب ہوا آفت بن جاتی ہے وہاں سے ٹرین ڈیلٹے کی طرف روانہ ہوتی ہے اسکندریہ سے چند میل ادھر ہی ایک خروش

گوارتبدیلی محسوس ہوتی ہے کئی ہفتے کی ہوش ربا گرمی کے بعد آج خنکی محسوس ہوئی اسکندریہ کے سٹیشن پر خاصی سردی محسوس ہوتی ہے دوپہر کا سورج اب بالکل خطرناک نہیں وہ ٹرین سے اترک رغریب بگھی والوں کو صاف جواب دیتا ہاتھ ہلاتا چل پڑتا ہے اور اپنے ہوٹل کا رخ کرتا ہے ہوٹل میں آ کر مزے سے برآمدے میں کرسی ڈال لیتا اور ہوا کھاتا ہے کیونکہ یہاں اندھیرے تہ خانوں میں گھسنے کی ضرورت ہی نہیں جنوبی مصر کی جھلس دینے والی گرمی، جو راتوں کی نیند حرام کر دیتی تھی، بہت دور رہ گئی۔ یہاں کپڑے اتار کر لیٹنے اور کباب سیخ کی طرح کروٹیں بدلنے کی ضرورت نہیں وہ گدگدے بستر پر لیٹ کر کمبل اوڑھتا اور خواب راحت کے مزے لیتا ہے صبح اٹھتا ہے تو طبیعت بحال ہو جاتی ہے۔

انگریز سارے سال اسکندریہ میں رہتے ہیں مگر یہاں کا موسم گرما انہیں خصوصیت سے پسند ہے ان کے اہل وعیال بھی خوشی سے گرمیاں بھر یہیں رہتے ہیں سینکڑوں یورپی ہیں جو اسکندریہ کو اپنا وطن سمجھتے ہیں قاہرہ میں صرف وہی یورپی کنبے گرمیاں گزارتے ہیں جو وہاں رہنے پر مجبور ہوں مگر جنوبی مصر کی جھلستی گرمی سے تو یہ لوگ اتنا گھبراتے ہیں کہ مئی سے اکتوبر تک وہاں ایک انگریز عورت یا بچے کی شکل بھی دکھائی نہیں دیتی۔ انگریز عہدہ دار مصر کو فقط جاڑوں کی قیام گاہ سمجھتے ہیں گرمیوں میں رہنا پڑے تو کہتے ہیں کہ یہ خدا کا قہر ہے اور جاڑوں کے عیش کا کفارہ ہے خود مصر کے باشندے جو ملازمت کے

سلسلے میں بالعموم قاہرہ سے بھرتی ہوتے ہیں، جنوبی مصر کی گرمی سے پناہ مانگتے ہیں یہاں کی گرمی انگریزوں کی طرح انہیں بھی بلکہ ان سے بھی زیادہ تباہ کرتی ہے بارہا ایسا ہوا کہ میرے مصری عملہ کا کوئی شخص لو لگنے سے بیہوش ہوا اور مجھے اس کی خاطر سواری کرنی پڑی۔

اہل اسکندریہ اپنے جنوبی ہم وطنوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جنوبی مصر کے باشندے بھی اسکندریہ والوں سے اتنے متنفر ہیں کہ ان کے لئے اسکندری، بدترین گالی ہے۔ جنوبی مصر کے جفاکش کسان کے نزدیک اسکندری کا مفہوم رہی ہے جو ہماری زبان میں حرام زادے کا اہل اسکندریہ جنوبی مصر والوں کو بڑی نفرت سے کالے کلوٹے کہتے ہیں اور ذرا انہیں سوچتے کہ وہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں ایک اسکندری عہدہ دار نے، جو جنوبی مصر میں متعین تھا مجھ سے کہا کہ ان بدبخت حبشیوں کے درمیان میری زندگی سخت بے کیفی سے گزرتی ہے ظاہر ہے کہ جب خود اہل اسکندریہ اپنے جنوبی ہم وطنوں سے (جو مصر کی ریڑھ کی ہڈی ہیں) اتنی نفرت کرتے ہیں تو اسکندریہ میں بسنے والے یونانی یا دوسری قوموں کے افراد مصر والوں سے کتنی بیگانگی رکھتے ہوں گے۔

مجھے یقین ہے کہ قلوپطرہ بھی جنوبی مصر والوں کو بدبخت حبشی کہہ کر خطاب کرتی ہوگی۔ اہل اسکندریہ کی طرح اس کی دلچسپی اور مفادات بحیرہ روم کے پار والے ملکوں سے وابستہ تھے مصر کی ملکہ ہونے کے باوجود اسے مصر سے

صرف اتنا لگاؤ تھا جتنا آج کل لندن کے کروڑ پتی کو جنوبی افریقہ سے ہوسکتا ہے جہاں اس کی سونے کی کانیں ہیں۔

آج بھی شہر اسکندریہ کا وہی یورپی انداز ہے جو آج سے سوا دو ہزار سال پہلے اس کے بانی اور شاہان بطلیموس نے قائم کیا تھا اگرچہ شہر کے بعض حصے مشرقی وضع کے ہیں مگر بحیثیت مجموعی دیکھیے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکندریہ مصر کی نہیں بلکہ اٹلی کی بندرگاہ ہے وادی نیل کے شہروں یا دارالسلطنت قاہرہ سے اسے کوئی نسبت نہیں یہی کیفیت زمانہ قدیم میں بھی تھی آب و ہوا، قدرتی مناظر، پھل، پھول، درخت غرض ہر چیز میں اسکندریہ جنوبی مصر سے مختلف ہے۔ وادی نیل کے باغات کا حسن غیر فطری سا معلوم ہوتا ہے یہاں خودرو پھول بالکل نہیں سبزہ زار بہت کم ہیں باغوں میں پھول باہر سے لاکر لگائے جاتے ہیں انتہا یہ ہے کہ گھاس کے تختے بھی ہر سال ستمبر، اکتوبر میں تیار کئے جاتے ہیں کیونکہ جون جولائی کی دھوپ گھاس کو جلا دیتی ہے اس کے برعکس اسکندریہ بارہ مہینے گلزار بنا رہتا ہے تعجب یہ ہے کہ یہاں انگلستان کے گل و ریحان اور جنوبی یورپ کے پردے دوش بدوش نظر آتے ہیں باہر میں اسکندریہ اور نواحی پہاڑیاں یونان کے پھولوں سے ڈھک جاتی ہیں سیر کرنے والے سمندر کی ٹھنڈی ہوا کا لطف اٹھاتے لالہ و نرگس کے تختوں پر گلگشت کرتے ہیں ولایت کے اکثر پھول قدم قدم پر ملتے ہیں جنوبی مصر کے پائدار سخت پھولوں کے بجائے یہاں کے پھولوں میں یورپ کی سی نزاکت و

نفاست ہے آدمی معاً محسوس کرتا ہے کہ گل و لالہ سے آراستہ اسکندریہ کبھی فرعون و ہامان کی قلمرو میں شامل نہ تھا ہمارا تصور اس ساحلی گلزار کو یونان و روم سے وابستہ کر دیتا ہے اور ہم یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ قلوپطرہ اور اس کا دارالحکومت یورپی تہذیب و تمدن کے زیر اثر تھے۔ مشرقی تہذیب کا اثر اگر کچھ تھا تو محض سرسری۔

اسکندریہ کا ساحل اتنا پست ہے کہ آنے والے جہازوں کو دور سے اس کا کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ وہ اسکندریہ کے بالکل قریب آ جاتے ہیں اور ساحلی چٹانوں سے ٹکرانے والی لہریں انہیں ساحل کا پتا دیتی ہیں۔ اس کے برعکس بحیرہ روم کے مشرقی ممالک مثلاً شام، قبرص، سسلی، یونان اور اٹلی کے ساحل بلند ہیں ان کی ساحلی پہاڑیاں اور چٹانیں زمانہ قدیم میں ملاحوں کے لئے سنگ میل کا کام دیتی تھیں جنہیں وہ میلوں دور سے دیکھ لیتے تھے مگر مصر کا پست ساحل ملاح کی آنکھ کے لئے کوئی سامان آسودگی نہیں رکھتا۔ جہازوں کے ناخدا مصر کے دغا باز ساحل تک پہنچنے کے لئے کئی کئی گھنٹے جہازوں کو نہایت ہوشیاری سے کھیتے تھے۔

طویل اور پست جزیرہ فاروز کے پیچھے اسکندریہ کی بندرگاہ نظر سے چھپی ہوئی تھی یہ جزیرہ ملک کی سرزمین سے کامل مشابہت رکھتا تھا۔ جزیرے کے داہنے بائیں خشکی کی ایک ایک راس دور تک سمندر میں پھیلی ہوئی تھی اس کے آگے پشتے یا بند تھے۔ اس طرح جزیرہ فاروز اور خشکی کے درمیان ایک نہایت

عمدہ قدرتی آبنائے بن گئی تھی جو بہترین بندرگاہ کا کام دیتی تھی یہ آبنائے اور شہر اسکندریہ جزیرہ فاروز کی اوٹ میں رہتے تھے اگر کوئی چیز نشان منزل کا کام دیتی تھی تو وہ جزیرہ فاروز کا شہرہ آفاق روشنی کا مینار تھا جو ایک عظیم الجثہ دیو کی طرح جزیرے کے مشرقی حصے یعنی بندرگاہ کے خاص داخلے پر قائم تھا بطلیموس فلاڈلفس کے عہد حکومت میں یعنی قلوپطرہ سے کوئی دو صدری پہلے صوصطرانس نے اسے تعمیر کیا تھا۔ سنگ مرمر کا یہ دیو پیکر مینار جس کا شمار دنیا کے عجائبات میں کیا جاتا تھا، پانچ سو فٹ بلند تھا قرب و جوار کی گہری نیلی فضا میں سفید پتھر کا یہ پہاڑ دن بھر چمکتا۔

چھپے سے صبح تک اس کی چوٹی سے بڑی قوت کی روشنی پھوٹتی رہتی جو سمندر پر چونتیس سے نظر آتی تھی!

شہر اسکندریہ اور جزیرہ فاروز کے درمیان چودہ سو گز لمبا ایک پشتہ تھا جس نے بندرگاہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا پشتے کے دونوں سروں کے درمیان ایک سنگ بست یعنی آبی گزرگاہ تھی جس سے دونوں حصے باہم مل گئے تھے اس پشتے سے مغرب کی طرف بندرگاہ کا مغربی حصہ فرودگاہ فیروزی کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا مشرقی حصہ جو منارہ روشنی کے نیچے راس لوچیاس سے ملحق تھا، بری بندرگاہ کہلاتا تھا یہ بڑی بندرگاہ خطرناک سمجھی جاتی تھی کیونکہ یہاں آبنائے تنگ تھی اور اس میں جا بجا چٹانیں تھیں جن پر بحیرہ روم کی غضبناک لہریں، تیز و تند ہوا کے زور میں بھری ہوئی مسلسل ٹکراتی رہتی تھیں۔

جو جہاز اس طرف سے داخل ہونا چاہیے وہ روشنی کے مینار کے پاس سے گزرتے جس کے نیچے کی چٹانوں سے لہریں ٹکرا ٹکرا کر سفید جھاگ اڑاتی رہتی تھیں جہاز ان چٹانوں کے پاس سے گزرتے اور بند کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر بندرگاہ میں لنگر انداز ہو جاتے۔ یہاں پانی اتنا شفاف تھا اور سورج کی کرنیں سے اتنا روشن کرتی تھیں کہ جس روز ہوا مدھم ہوتی تہہ کی ریت اور چٹانیں صاف نظر آتی تھیں چٹانوں پر عجیب و غریب رنگ کی گھاس اگتی تھی جو سمندر کی نرم زیریں رو کے ساتھ ادھر ادھر بہتی صاف نظر آتی۔ یہاں سے آگے گہرے پانی میں ڈولفن مچھلیاں لگاتار غوطہ لگاتی اور دوبارہ ابھرتی دکھائی دیتیں آگے بڑھتے ہی یکا یک مسافر کی نظر محلات اور عمارتوں کے اس دل فریب سلسلے سے دوچار ہوتی جس کا سارے عالم میں جواب نہ تھا بائیں ہاتھ پر قصر شاہی تھا جو اس کے ساتھ ساتھ پھیلتا ایک دلکش خم سے مغرب کی طرف گھوم گیا تھا یہاں اینٹی رھوڈنا می مختصر جزیرے کے کنارے جو بجائے خود شاہی فرودگاہ تھا، شاہی بندرگاہ واقع تھی پتھر کی خوشنما سیڑھیاں دور تک پانی میں اترتی چلی گئی تھیں جو اس متام پر اتنا گہرا تھا کہ بڑے سے بڑا جہاز بہ آسانی داخل ہو سکتا تھا۔

یہ مقام خشکی سے ملا ہوا تھا جس پر **ملک** بوس عمارتوں کا دل فریب سلسلہ دور تک پھیلا تھا یہیں وہ **فلک** منظر عجائب گھر تھا جو بذات خود ایک عجوبہ اور شاہی قصر کا حصہ تھا یہ علوم و فنون کی تعلیم و تحقیق کے لئے مخصوص تھا تعلیم کا نگران اعلیٰ

ایک راہب ہوتا جسے بادشاہ مقرر کرتا عجائب گھر کے مختلف حصے طلبہ کی تعلیم، معلموں کے اٹھنے بیٹھنے اور دیگر امور کے لئے مخصوص تھے اس کے شمالی حصے میں جو سمندر سے ملحق تھا وہ شہرہ آفاق لائبریری (کتب خانہ اسکندریہ) تھی جس میں پانچ لاکھ مخطوطے موجود تھے عجائب گھر اور راس لوچیاس کے درمیان کی بلندی پر تھیٹر تھا اس کی بالائی نشستوں سے جزیرہ اینٹی رھوڈس اور اس کے پیچھے بڑی بندرگاہ صاف نظر آتی تھی جس میں مختلف ملکوں کے جہاز بادبان کھولے داخل ہوتے تھیٹر کے عقب میں ایک اور بلندی تھی جس پر پان دیوتا کا مندر تھا سٹرابو کا بیان ہے کہ یہ مندر ایک مصنوعی پشتے کے انداز کا مخروطی صورت کا تھا اس کے اندر چکر وار زینہ تھا جس کی چوٹی سے سارا شہر پاؤں کے نیچے پھیلا نظر آتا تھا اس پشتے سے مغرب کی طرف جمناشیم یعنی اکھاڑا تھا۔ اس کی وسعت کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ محض اس کے برآمدوں کی لمبائی دو سو گز سے زیادہ تھی اکھاڑے سے ملحق عدالتیں تھے جو باغوں اور کنجوں سے گھری ہوئی بہت اچھی معلوم ہوتیں تھیٹر سے مغرب کی طرف بندرگاہ سے ملی ہوئی ٹاؤن ہال کی عمارت تھی جس کے سامنے رب البحر کا مندر تھا۔ مزید مغرب کی جانب عجائب گھر سے ملا ہوا احاطہ صنیا تھا جس میں بطلیموس بادشاہوں کے مقبرے تھے احاطے کے وسط میں وہ خوبصورت روضہ تھا جہاں سنگ مرمر کے تابوت میں سکندر اعظم کی نعش محفوظ تھی۔

اتنا علامہ جس میں یہ تمام عمارتیں دعوت نظارہ دیتیں اور بندرگاہ سے نظر

آتی تھیں، شاہی محلّہ کہلاتا تھا۔ یہاں سنگ مرمر کی جھلجھلاتی براق عمارتیں آب رواں کے آئینے میں عکس ڈالتیں سورماؤں کے مجسمے مختلف یادگاریں، سرکاری عمارتیں، فراخ سڑکیں، دہکتے ہوئے لالہ زار، پانی میں اترتی ہوئی سنگ مرمر کی سیڑھیاں غرض آرائش وفن تعمیر کا وہ عروج جمیل یہاں نظر آتا جس کا جواب پیش کرنے سے دنیا قاصر تھی۔

سیاح جس نے اس شہر کی تعریف سن رکھی تھی جب جہاز سے اتر کر داخل شہر ہوتا تو بہ چشم خود توقعات سے بہتر مناظر دیکھتا ٹاؤن ہال سے آگے بڑھ کر وہ چوک میں داخل ہوتا جس کی ٹھنڈی سڑک شہر کے بیچوں بیچ سے گزرتی اور مغرب سے یعنی فرودگاہ فیروزی سے مشرق تک (راس لوچیاس تک) تین میل سے زیادہ لمبی تھی یہ دلکش ٹھنڈی سڑک شاہراہ قینوفص کہلاتی تھی اس کے دونوں طرف برآمدے تھے اور اس کی چوڑائی سو فٹ تھی باغات، شاہی مقبرہ، عجائب گھر اور شاہی محل اس کے شمال میں تھے جنوب کی طرف اکھاڑے کے برآمدے، پان کا فلک بوس مندر، دوسرے مندر اور سرکاری عمارات تھیں اس کے مشرقی سرے پر یہودیوں کا محلّہ تھا ان کے معبدوں اور قومی عمارتوں سے آراستہ آگے چل کر شہر پناہ سے باہر گھڑ دوڑ کا میدان اور بعض سرکاری عمارتیں نظر آتیں۔ یہاں دھوپ سے تپتی زمین اور سفید چمکیلی چٹانیں تھیں جن پر گھاس کا نشان نہ تھا کہیں کہیں ببولوں کے درخت یا کھجوروں کے جھنڈ دکھائی دیتے جو سمندر کی تند ہوا کی رو میں جھک جھک جاتے نظر کو سکون ملتا تھا تو باغ

نمیصص کے شاداب منظر سے جو ریتلے ساحل اور بحیرہ روم کی وسیع نیلگوں سطح کے مقابل بہت دل فریب معلوم ہوتا تھا! قریب ہی علیوصص کی چھوٹی سی آبادی تیوہاروں اور تفریح کے لئے مخصوص تھی کہا جاتا ہے کہ یہاں رقص وسرود کے متعدد مرکز، طعام گاہیں اور شبستان تھے جن کے دلکش مناظر جنت نگاہ معلوم ہوتے تھے مگر یہاں اس قدر شور وغل برپا رہتا تھا اور یہاں آنے والے کچھ ایسے بداطوار تماشبین ہوتے تھے کہ اسکندریہ کا اونچا طبقہ یہاں آنے سے اجتناب کرتا تھا اسکندریہ سے کوئی تین میل دور نکوپولیص کی خوش وضع آبادی تھی جہاں بقول اسٹرابو سمندر کے بالمقابل ایسی کوٹھیاں تھیں جن میں سے ہر ایک بجائے خود ایک شہر تھی گرمیوں میں یہاں کے ساحل پر غسل کے شوقین جوق در جوق آتے مزید مشرق کی طرف شاہراہ قینوفص کی ایک شاخ بڑھتی چلی گئی تھی جو قصبہ قینوفص سے گزرتی ملک مصر میں داخل ہوتی تھی۔

سڑک کے مغربی بازو کی بھی یہی کیفیت تھی اس عظیم الشان سڑک پر مغرب کی طرف چلتے چلتے مسافر شاہی محلے سے گزرتا ہوا مصری محلے میں پہنچتا جو رکوطی کے نام سے موسوم تھا۔ اور وہاں سے سڑک کے مغربی سرے تک اس محلے کا ایک حصہ جہازوں کے دفتروں اور مال گوداموں سے آباد تھا بندرگاہ کے عین عقب میں ہونے کے باعث تجارت کا عقیم ترین مرکز اور بے حد مشغول علاقہ تھا یہیں سبوئص نامی ایک داخلی بندرگاہ تھی جس کی گودیاں وسیع تھیں ایک نہر جو شاہراہ قینوفص کے نیچے ہو کر گزرتی تھی، اس بندرگاہ کو شہر کے پیچھے والی

جھیل سے ملاتی تھی مصری محلے کے عقب میں ایک پہاڑی پر صیر انیس دیوتا کا مندر تھا جس کے برابر سے ایک چوڑی سڑک شاہراہ قینوفص کے عجائب گھر سے مغرب کی طرف عمودی طور پر کاٹتی ہوئی گزرتی تھی کہا جاتا ہے کہ روم کے بڑے مندر کے سوا ساری دنیا میں اس عالی شان مندر کا جواب نہ تھا۔ اپنی بلند کرسی کی بدولت یہ عظیم الشان مندر اردگرد کی گنجان پرشور آبادی کے سر پر پہاڑ کی طرح کھڑا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شہر کی متعفن فضا سے آلودہ ہونے کے بجائے اس کے دروازے اور دریچے سمندر کی صاف ستھری ہوا کے طالب تھے۔ اس مندر کے پیچھے، شہر پناہ سے باہر چٹانی زمین پر سٹیڈیم یعنی ورزش خانہ واقع تھا اس سے مغرب کو نیکرو پولص کے دلکشا باغات اور روضے پھیلے ہوئے تھے انتہائی مغرب کی جانب کوٹھیوں اور باغات کا سلسلہ تھا ممکن ہے کہ آج کل اسکندریہ کے نواح میں جو لایتی پھول خودرو ہیں وہ انہیں پھولوں کی یادگار ہوں جو آج سے دو ہزار سال پہلے یونانی بادشاہوں نے یہاں لا لا کر لگائے تھے۔

شہر کی فصیل کے عقب میں جھیل میر یوٹص سراسر پھیلی ہوئی تھی یہ شہر کو دریائے نیل کے ڈیلٹے سے جدا کرتی تھی اس جھیل کے شفاف سینے پر سینکڑوں جہاز تیرتے پھرتے تھے جو اندرون مصر کی پیداوار اسکندریہ میں لاتے جھیل والی بندرگاہ اوگودیاں دریا کی ایک شاخ کے دہانے پر واقع تھے جو دور تک اندرون شہر میں گھسی یا نیم مندر تک چلی گئی تھی اور وہاں ایک برآمدہ نما چوڑی

سڑک کو عموداً قطع کرتی ہوئی بڑی بندرگاہ سے مل جاتی تھی یا رب الشمس اس کے جنوبی سرے پر اور رباب القمر شمالی سرے پر واقع تھا کہتے ہیں کہ جھیل کی یہ بندرگاہ بڑی بحری بندرگاہ سے کہیں زیادہ پر رونق تھی وجہ یہ تھی کہ بے شمار جہاز مصر کے مختلف حصوں کی پیداوار دریا اور نہر کے راستے اس کثرت سے لاتے تھے کہ بحری بندرگاہ کی برآمد و درآمد اس کے مقابلے میں ہیچ تھیں اس وسیع جھیل کا ساحل نہایت زرخیز تھا جھیل کے سرے پر نرسل کے پودے اس کثرت سے اگے ہوئے تھے کہ جھیل کا خاصا حصہ ان سے چھپ گیا تھا یہ مقام اہل اسکندریہ کی تفریح گاہ تھا وہ نازک کشتیوں میں سوار ہو کر نرسل کے انتہائی گھنے قطعوں میں گھس جاتے۔ نرسل کے پتے ان پر سایہ فگن ہوتے جنہیں وہ طشتریوں یا پیالوں کے طور پر بھی استعمال کر لیتے تھے ساحل پر انگور کی بیلیں اور میوہ دار درختوں کے باغ دور تک پھیلے ہوئے تھے غرض جھیل کے شفاف پانی میں آٹھ جزیرے تھے جو سرسبز و شاداب باغوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔

سٹرابو لکھتا ہے کہ اسکندریہ کے باغات اور سبزہ زار حد درجہ نظر فریب تھے۔ ہر وضع کی شاندار عمارتیں کثرت سے تھیں سارے شہر میں چوپڑ کی سڑکیں تھیں اتنی چوڑی کہ ان پر کئی کئی رتھ بہ آسانی گزر سکتے تھے تین بڑی سڑکیں، جو باب قینوفص سیراپیم مندر اور جھیل کی بندرگاہ کو جاتی تھیں، چوڑائی کے علاوہ لمبائی کے لئے بھی مشہور تھیں ان سڑکوں کی لمبائی ضرب المثل ہو چکی تھی بطیموس بادشاہوں نے تین صدیوں تک اس شہر کی آرائش و زیبائش پر دولت کو پانی کی

طرح بہایا تھا یہ حقیقت تھی کہ روئے زمین پر اگر اس حسین و جمیل شہر کا جواب تھا تو روم ایچی لس ٹاشیس نے جو مشہور رومی ناول نگار تھا کئی صدی بعد اس شہر کو دیکھا اس وقت تک بطلیموس بادشاہوں کی اکثر عمارتیں خاک میں مل چکی تھیں ان کی جگہ رومی عمارات نے لے لی تھی جو اتنی دلکش نہ تھیں بایں ہمہ جب وہ شہر میں داخل ہوا تو بے اختیار پکار اٹھا خدا کی قسم میرا دل چھن گیا ہم ہر طرح یہ باور کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اس کے الفاظ مبالغے سے خالی تھے شہر کی سرکاری عمارتیں اور شاندار محلات ایک طرف صاف موسم کی چمکتی دھوپ میں جھنجھل کرتے تو دوسری جانب جھیل کے شفاف پانی میں ان کا دل فریب انعکاس اتنا حسین منظر پیش کرتا تھا کہ تماشائی کی نگاہ خیرہ وہ جاتی اور دل مسحور ہو کر رہ جاتا۔

ان تمام خوبیوں کے باوجود یہ کہنا پڑے گا کہ اس بہشت منظر شہر کے رہنے والے اس کے شایاں نہ تھے مختلف قوموں کی مخلوط کھچڑی جو آج نظر آتی ہے دو ہزار سال پہلے بھی یوں ہی تھی البتہ آج کل یہ فرق نمایاں ہے کہ اسکندریہ کے مقامی آدمی اہل یورپ سے الگ پہچانے جا سکتے ہیں یہ بالعموم مسلمان ہیں اور دوسری قوموں مثلاً عیسائیوں میں شادی نہیں کرتے بطلیموسی عہد میں تمام قومیں باہم شادی بیاہ کرتی تھیں اور اس طرح شہر کی آبادی ایک مخلوط سانچے میں ڈھلتی جا رہی تھی البتہ یہودی اس بین الاقوامی مناکحت سے پرہیز کرتے اور اپنی نسل کو خالص رکھنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے شہر کے یونانی جو ہمیشہ سے بڑی تعداد میں ہیں شمالی یونان یعنی مقدونیہ کے باشندے تھے مگر ان لوگوں نے

مصری خاندانوں میں اس کثرت سے شادیاں کر لی تھیں کہ اکثر خاندان گڈمڈ تھے بعض مقدونی سپاہی اور افسر، جو سکندر اعظم کے ہمراہ آئے تھے، باہمی ازدواج سے محفوظ رہے اور اس طرح امراء کے متعدد خاندان خالص مقدونی تھے جنہیں اپنی نسلی برتری کا بڑا غرور تھا مگر یہ غرور بیجا تھا ان کا آبائی وطن ان دنوں روتہ الکبریٰ کے ممالک مفتوحہ میں شامل ہو چکا تھا اور مقدونی ہونا قابل افتخار بات نہ تھی اسی طرح بہت سے خالص مصری خاندان تھے جو اپنی نسل کو خالص رکھنے پر نازاں تھے اکثر پڑھے لکھے اشخاص یونانی اور مصری دونوں زبانیں جانتے تھے عدالتی فیصلے اور سرکاری اعلان بھی دونوں زبانوں میں ہوتے۔ بہت سے یونانیوں نے اپنے ناموں کے ساتھ مصری نام بھی لگا لیے تھے اسی طرح مصریوں نے یونانی نام اختیار کر رکھے تھے۔

شہر میں مصریوں اور یونانیوں کے علاوہ بے شمار اشخاص اور بھی تھے جو اٹلی، کریٹ، قبرص، فونیشیا، آرمینیا، ایران اور عرب کے باشندے تھے یہ لوگ بھی اہل اسکندریہ کے ساتھ شادی بیاہ کر لیتے تھے اور اس طرح مخلوط نسلیں پیدا ہوتی رہتیں۔ ان غیر ملکیوں میں بعض تو وہ دولت مند ذی عزت تاجر تھے جو تجارت کے سلسلے میں یہاں آئے تھے بعض ملاح تھے جنہیں بحری قزاق کہنا زیادہ موزوں ہے بعض فراشدہ غلام، غنڈے اور جرائم پیشہ تھے جنہیں فوجی خدمت کی شرط پر اسکندریہ میں داخل ہونے کی اجازت مل جاتی شہر میں ان تنخواہ دار سپاہیوں کی ایک مستقل فوج تھی فولی بیس جو قلوپطرہ کے مورث اعلیٰ یعنی

بطلیموس نہم کے زمانے میں تھا، لکھتا ہے کہ یہ فوجی بدمعاش سخت ظالم اور بدچلن ہیں، یہ اطاعت کے بجائے حکم چلانے کے شائق ہیں!

نسل مخلوط ہونے کا ایک سبب اور بھی تھا حفاظتی فوج کے سپاہی جو بالعموم جرمنی اور فرانس کے باشندے تھے، اسکندریہ میں بس گئے تھے اور انہوں نے یہاں کی عورتوں سے شادیاں کر لی تھیں اگرچہ یہ لوگ مخلوط نسل کے بچے پیدا کرنے کے سوا یہاں کی معاشرت پر اور کوئی اثر نہ ڈال سکتے تھے مگر خود ان کا وجود شہر کی ہفت رنگی میں اضافہ کرتا تھا گمان غالب ہے کہ یہ وحشی اجڈ فوج، جو رومی سرداروں کی ماتحتی میں تھی شاہی باڈی گارڈ سے مسلسل الجھتی رہتی ہوگی جو قصر شاہی کی حفاظت پر مامور تھے اور خود کو خالص مقدونی کہتے تھے قلوپطرہ کے عہد حکومت میں شاہی باڈی گارڈ میں زمانے بھر کی قوموں کے تیلی تنبولی بھرتی ہونے لگے تھے۔ جو فرانسیسی اور جرمنی قوی ہیکل سپاہیوں کے حریف نہ ہو سکتے تھے۔

طبقہ امرا میں ہر ملک اور قوم کے اشخاص شامل تھے ان میں مختلف ملکوں کے تنخواہ دار سرداروں کے علاوہ شاہی باڈی گارڈ کے افسر، حفاظتی فوج کے رومی افسر مقدونی امراء، مصری اور یونانی عہدہ دار معزز اور معقول یہودی، شامی اور روالائتی شامل تھے۔ عجائب خانے کے علماء اور اساتذہ کا گروہ ان کے علاوہ تھا۔ حکومت ان کی سرپرستی تھی مگر اسکندریہ کے امرا انہیں درخور اعتنا نہ سمجھتے تھے۔ ہاں ان کے علم و فضل کا احترام ضرور ہوتا تھا طبقہ عوام میں مخلوط نسل

کے لاکھوں یونانی اور دوغلے مصریوں کی بڑی تعداد شامل تھی ایسے بدمزاج، شورش پسند اور شور انگیز آدمی دنیا بھر میں کہیں نہ تھے حتیٰ کہ روم جیسا ہنگامہ خیز شہر بھی ان کا جواب پیش کرنے سے قاصر تھا یونانیوں اور یہودیوں کے درمیان ہمیشہ پرخاش رہتی تھی مگر یونانی اور مصری باہم گھل مل گئے تھے کیونکہ دونوں کے مابین کوئی خاص وجہ مخاصمت نہ تھی۔

اہل اسکندریہ بلکہ ڈیلٹے کے اکثر باشندے یونانیوں کی طرح اجلی رنگت کے تھے۔ شور انگیزی، ہنگامہ پروازی، خودپسندی، موریخی، چستی و چالاکی میں دونوں قومیں ایک جیسی تھیں مذہبی اختلاف نہ تھا کیونکہ مصر اور یونان کے دیوتا قریب قریب ایک ہی تھے مصریوں کا بڑا دیوتا سیرافس تھا جس کی پوجا مصری اور یونانی دونوں کرتے تھے تہذیب اور فنون میں بھی اختلاف نہ تھا خود مصر کا فن عملاً مر چکا تھا اور یونانی فن کاری نے اس کی جگہ لے لی تھی مصریوں کا تعلیم یافتہ طبقہ تسلیم کر چکا تھا کہ یونانی فن زندگی کی لطافت سے زیادہ قریب تھا دونوں قومیں محنتی اور دولت کمانے کی عاشق تھیں اور یہ بات بھی دونوں میں مشترک تھی کہ جہاں تفریح کا کوئی موقع ہاتھ آتا، کام کاج چھوڑ خوش باشی میں مصروف ہو جاتیں۔ اسکندریہ جیسے متمول شہر میں یہ موقعے اکثر آتے رہتے تھے بقول پولی بیس اہل اسکندریہ چست و چالاک اور مہذب تھے اگرچہ وہ یونانیوں کو ترجیح دیتا ہے مگر اس بات کا مقر ہے کہ وہ مصریوں کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔

اسکندریہ کے باشندے تفریح کے شوقین اور تھیٹر کے عاشق تھے ڈوین کروسوسٹم، جو قلوپطرہ کے سو سال بعد کا مورخ ہے، لکھتا ہے کہ شہر کا ایک ایک متنفس من موجی ہے اور خوش وقتی کا دیوانہ جس روز یہاں عفیص (مقدس نیل) کا جلوس نکلتا ہے ہر شخص گھڑ دوڑ اور رنگ رلیوں میں محو ہو جاتا ہے یہ لوگ جب تک اپنے روزمرہ کاروبار میں لگتے رہتے ہیں خاصے بھلے چنگے معلوم ہوتے ہیں مگر جیسے ہی گانے بجانے یا گھڑ دوڑ کی بھنگ ان کے کان میں پڑے جوش طرب میں دیوانے ہو جاتے ہیں وہ اپنے روزمرہ مشاغل و فرائض انجام دیتے وقت بالکل سنجیدہ اور عاقل ہوتے مگر تھیٹر یا گھڑ دور کے میدان میں داخل ہوتے ہی مست و بےغور ہو جاتے انہیں مطلق خیال نہ رہتا کہ ہم کیا کر رہے یا کیا کہتے ہیں عورتوں اور بچوں کا بھی یہی حال تھا غرض گھڑ دوڑ یا ناٹک کا نشہ اترنے کے بعد بھی کئی کئی دن تک سڑکوں اور گلیوں میں ایک اودھم مچا رہتا۔ شہنشاہ ہیدریان کے الفاظ میں:

> ”میں نے اہل اسکندریہ کو متلون مزاج، غیر مستقل اور ہلکا پا ریا عجب مخلوق ہیں کہ ذرا سی افواہ سنی اور بےقرار ہوئے یہ لوگ متمول اور خوشحال ہیں مگر خود پسندی غداری اور شترکینہ پن اکڑ کی رگ رگ میں سرایا ہوا ہے۔“

یونانی مصری نوجوان اپنے چھیل چھبیلے پن اور بیباکی وطرازی کے لیے بدنام تھے شہر کے افسر اور امرا، جن کا دن رات عوام سے واسطہ رہتا تھا اکثر ان

نوجوانوں کی تیز و زبانی کا نشانہ بن جاتے۔ جیسے ہی کوئی افسر نیا عہدہ سنبھالتا یا کوئی بادشاہ تخت سلطنت پر جلوس کرتا، شہر کے بے فکرے بانکے پھبتیاں اڑاتے اور کوئی ایسا بھونڈا لقب تراش لیتے جو شاری عمر کے لیے اس کی ذات سے چپک جاتا۔ چند مثالیں سنیے اور ان بے فکروں کی طراری کا اندازہ کیجئے بطلیموس نہم کو جو بہت فربہ تھا، ان کی بارگاہ سے غبارہ، کا لقب ملا بطلیموس وہم کے لیے مٹر کا خطاب تجویز ہوا بطلیموس دواز دہم کو بانسری بجتا کا نام دیا گیا سیلوکس کو کباب فروش کہہ کر پکارا۔ شاہ وسپاشین کو بیک جنبش زبان رسوئیا بنا ڈالا۔ اسی طرح جب یہودی بادشاہ اگریفا اسکندریہ سے گزرا تو ان لفنگوں نے ایک آوارہ گرد پاگل کو باقاعدہ لباس پہنایا، اس کے سر پر کاغذ کا تاج رکھا ہاتھ میں ایک نرکل تھما دیا اور سارے شہر میں یہودی بادشاہ کے نعرے لگاتے ہوئے اس کا جلوس نکالا۔ حالانکہ یہودی بادشاہ اگریفا اور شاہ مصر باہم دوست تھے مگر ان بدتمیزوں نے کسی بات کا لحاظ نہ کیا شاہ دسپاسٹن کے متعلق ایک تمسخر آمیز نظم کہی جن میں اس کے بخل کا خاکہ اڑایا کیراکولا ایک تندخو، سنگدل اور پست قامت فرمانروا تھا جو سکندر اعظم کا سا لباس پہنتا تھا۔ ان بے فکروں نے اس پر بھی آوازے کسے مگر اس مرتبہ ان کا واسطہ ایک عیار خونخوار سے تھا جس نے شہر کے تمام بے فکرے رنگیلے نوجوانوں کو کسی بہانے سے اکٹھا کیا اور کمال بے دردی سے تہ تیغ کر ڈالا۔

غرض اسکندریہ کے نوجوان ہنگامی واقعات پر چبھتی ہوئی نظمیں لکھ ڈالنے

پر مشہور تھے کئی صدی کے بعد ایک مورخ ان کی اس افتادِ طبع کا حوالہ دے کر لکھتا ہے کہ یہاں کے نوجوان اپنے بادشاہوں کے خلاف مضحک اور دلخراش نظمیں لکھنے میں ماہر ہیں یہ نظمیں بڑی سرعت کے ساتھ اسکندریہ سے روم پہنچ جاتیں اور وہاں کے گلی کوچوں میں اس طرح گائی جاتیں جیسے آج کل امریکی شاعروں کا کلام لندن میں گایا جاتا ہے تاریخ شاید ہے کہ اسکندریہ کے مسخرے روم آتے تھے اور یہاں کے باشندوں کو ہنسا ہنسا کر بے حال کر دیتے تھے۔

جیسا کہ بیان ہوا، شاہ ہیدیا ان کی رائے میں اہل اسکندریہ یہ سخت کینہ پرور تھے۔ کچھ شک نہیں کہ اسکندریہ کے نوجوانوں کی تیز زبانی اور بدلگامی میں اس کینہ پروری کا بڑا دخل تھا۔ یونانی مصری نوجوان بہت ہی شیخی باز اور خود پسند واقع ہوا تھا قاعدہ ہے کہ خود پسند آدمی اپنے آپ کو تنقید یا نصیحت سے بالاتر سمجھتا ہے اور دوسروں پر تنقید کرتے وقت سخت بے لحاظ ہو جاتا ہے اس عہد کے نوجوان حد درجہ شیخی باز تھے جن کے حوالے مورخوں نے جا بجا دیے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رنگیلے بانکے خودنمائی اور خودآرائی پر جان دیتے تھے آج کل کے مصری رومی نوجوان کا بھی یہی حال ہے اگر اس زمانے کے نوجوانوں کی عادت وخصلت کا اندازہ دورِ حاضر کے نوجوانوں سے کیا جائے تو یہ فیصلہ قطعاً درست ہوگا کہ اس عہد کے چھیلا سخت بدنام غنڈے ہوتے تھے اس زمانے میں اہل اسکندریہ کی زندگی اہل رومہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ پر تکلف تھی وہ کھانے چاٹنے کے بے حد شوقین تھے بقول ایک مورخ کے انہیں

کھانے پینے اور گھڑ دوڑ کے سوا کسی چیز کی پروا نہ تھی اسکندریہ کے مصری اور یونانی دونوں متلون مزاج تھے وہ جذبات کی رو میں بہ جاتے تھے اسکندری نوجوان کا مصنف لکھتا ہے:

''اگر میں اہل اسکندریہ کو دغابازی اور متلون مزاجی کے الزام سے بچانے کی کوشش کروں تو یہ سراسر حماقت ہوگی کوئی شک نہیں کہ پوری قوم غداری اور دغابازی پر مائل ہے۔''

حقیقت یہ ہے کہ اہل اسکندریہ کے سامنے کوئی تابندہ روایت تھی ہی نہیں انہیں سیاسی سربلندی یا حب وطن کا جذبہ چھو بھی نہ گیا تھا حالات حاضرہ پر غور کرنا یا اپنے ملک کی تاریخ لکھنا انہوں نے سیکھا ہی نہ تھا وہ وقتی جذبات کے غلام تھے اگر حکومت وقت ان کی مرضی کے مطابق نہ ہوتی تو وہ حیرت ناک عجلت سے اس کے خلاف بغاوت کر دیتے شہر میں بلوے اور فساد کی گرم بازاری تھی انسانی جان کا کوئی احترام نہ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ قلوپطرہ کے زمانے میں اسکندریہ کی آبادی تین لاکھ تھی گویا اس عہد کے روم کی آبادی سے کسی قدر کم مگر روم کی خونریز خانہ جنگی کے بعد اسکندریہ کی آبادی روم کے مقابلے میں دگنی تھی متلون مزاجی کے باوجود یہاں کے باشندے بہت اچھے تاجر اور حوصلہ مند سوداگر تھے شہر میں تجارت کی وہ گرم بازاری تھی کہ روم اس کے مقابلے میں ہیچ تھا یہ وصف اسکندریہ کے یونانی باشندوں کی بدولت تھا جو ذی حوصلہ سوداگر تھے اور آج تک اس صفت کے

مالک ہیں ورنہ مصری باشندے بالکل بے حوصلہ اور غیر متحرک تھے ان دنوں اسکندریہ دنیا بھر میں غلے کی سب سے بڑی منڈی تھی جس پر روم رشک کرتا تھا یہاں یہ واضح کر دینا مناسب ہے کہ قلوپطرہ کے عہد میں ہمارے زمانے کی نسبت زیادہ غلہ کھایا جاتا تھا زیادہ اناج کھانا کمال سمجھا جاتا تھا ایک مرتبہ جولیس سیزر کے سپاہیوں نے غلے کی کمی کے باعث کچھ دنوں گوشت پر گزارہ کیا تھا سیزر اس موقع پر ان کی قوت برداشت کا ذکر بڑے فخر سے کرتا ہے اسکندریہ غلے کے علاوہ اور سینکڑوں چیزوں کا تجارتی مرکز تھا غرض قلوپطرہ کے عہد میں اسکندریہ دنیا بھر کی سب سے بڑی تجارتی منڈی تھی جس کے بازاروں میں مشرق اور مغرب کے مال کی ریل پیل رہتی تھی اس عہد میں دنیا کے تاجروں کی نظریں اسکندریہ پر جمی ہوئی تھیں کیونکہ یہ یورپ اور ہندوستان کے نئے تجارتی راستوں کا سنگم تھا جہاں سے بیش قیمت سامان تجارت مدت سے گزرتا تھا۔

تجارت کے دوش بدوش یہ شہر یونانی علوم وفنون کا مرکز بھی تھا اسے دعویٰ تھا کہ علم وفن کے معاملے میں کوئی شہر میرا حریف نہیں۔ اگرچہ یہ دعویٰ مسلم نہ تھا مگر وہ مجسمہ جس میں دریائے نیل کو ایک مرد بزرگ میں مجسم دکھایا ہے، اسکندریہ کے فن کا عمدہ شاہکار ہے اسکندریہ کا دارالعلوم، جو اپنی سائنسی تحقیقات اور شاعری کے لئے دو صدیوں سے شہرہ آفاق تھا، اب بھی موجود تھا مگر اب اسکی سرگرمیاں انحطاط کی طرف مائل تھیں اس کی جگہ فلسفے کی تعلیم کو

فروغ ہو رہا تھا غرض اسکندریہ اس عہد کے تاجروں، سائنس دانوں، عالموں اور سیاست دانوں کی نظروں کا مرکز تھا اور تطلیموسی دربار اپنے نالائق بادشاہوں کے باوجود ساری دنیا کی نظر میں قابل احترام تھا۔

☆☆☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

تین

قلوپطرہ کی پیدائش اور بچپن

سکندر اعظم کے مرنے کے بعد تیسری صدی قبل مسیح کے آغاز میں ایک مقدونی سردار بطلیموس بن لاغوص مصر پر قابض ہو گیا چند سال بعد اس نے اپنی شاہی کا اعلان کر دیا اور اسکندریہ کو اپنا دار السلطنت قرار دیا۔ اس نسل کے بادشاہوں نے اول اول انصاف اور ہوش مندی سے حکومت کی مگر بعد میں مطلق العنان فرمانروا بن گئے جنہیں مدک کی فلاح و بہبود سے چنداں سروکار نہ تھا غرض اس طرح خاندان نے اڑھائی سو سال حکومت کی قلوپطرہ اس نسل کی آخری اور اس نام کی ساتویں ملکہ تھی جس کے شاہانہ پیکر میں اپنے خاندان کا شاہی مطراق پوری آب و تاب سے جلوہ گر تھا قلوپطرہ اور اس کے بیٹے بطلیموس شانزوہم (پسر جولیس سیزر) یعنی سیزارین کی وفات پر اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

قلوپطرہ کے اخلاق و عادات کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ سرزمین مصر کی دختر نہ تھی۔ شاہان بطلیموس مصری نہ تھے بلکہ خالص مقدونی تھے شمالی یونان کے باشندے، جن کی رگوں میں خالص مقدونی خون موج زن تھا۔ ان کا دار السلطنت یعنی اسکندریہ بحیرہ روم کے ساحل پر ایک نو آبادی کی

حیثیت رکھتا تھا جسے وادی مصر سے کوئی تہذیبی یا ثقافتی رابطہ نہ تھا اتنی بات ضروری تھی کہ یہ شہر سارے مصر کی تجارت کا مرکز اور مختلف صوبوں کا مرکزی دارالحکومت تھا۔ یہ شہر اپنی تمام خصوصیات میں یونانی تھا۔ شہر کے مندر اور تمام سرکاری عمارتیں یونانی طرز کی تھیں درباری لباس امرا کا طرز معاشرت، معمول طبقے کی زندگی، اس دور کا فن غرض ہر بات میں یونانی انداز نمایاں تھا۔ یونانی زبان بولی جاتی تھی۔ وہ بھی کھڑے مقدونی لہجے میں گمان غالب ہے کہ بطلیموسی شہنشاہ کبھی مصری لباس نہ پہنتے تھے ہاں کبھی کبھار کسی تقریب پر ایسا کر لیتے ہوں گے یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ آج کل تصویروں میں جو قلوپطرہ کو زرق برق مصری لباس اور گرکسی سر بند پہنے محو گلگشت دکھایا جا رہا ہے از روئے تاریخ قطعاً غلط ہے قلوپطرہ کے یہ مرقعے غلط اور محض روایتی ہیں جنہیں اصلیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہاں اتنا ہے کہ وہ کبھی کبھی پروہتوں کے خیال کے مطابق ملک کی سب سے بڑی دیوی آتی صص کی تقلید میں اس دیوی کا لباس زیب تن کر لیا کرتی تھی معاصرانہ مجسموں میں خود آئی صص کو مصری لباس کے بجائے یونانی لباس پہنے دکھایا جاتا ہے غرض قلوپطرہ نے قدیم مصری نکات کی پوشاک کبھی پہنی ہوگی تو خاص خاص مذہبی تیوہاروں پر یا ایسی تقریبوں میں جہاں قدیم مصری پوشاک پہننا رسم و رواج کے رو سے لازم تھا۔

اس عہد میں شاہی خاندان اور رعیت کے درمیان وہی تعلق تھا جو آج بھی

موجودہ خدیومصر اور اس کی رعایا کے درمیان ہے۔ خدیومصر کا خاندان المانیہ کا ہے جس میں مصری خون کی ذرا سی بھی آمیزش نہیں۔ اس خاندان کا طرز معاشرت اور لباس یورپی ہے، بطلیموسی حکمرانوں نے بھی اپنی یونانی خصوصیات اور قومیت برقرار رکھی۔ پلوٹارک کا بیان ہے کہ ان بادشاہوں نے اور تو اور مصری زبانوں تک سیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ اس کے باوجود حالات کا طبعی اقتضا کچھ ایسا تھا کہ اہل مصر خاندان بطلیموسی کا دم بھرتے رہے۔ وہ اس خانوادے کو قدیم فرامنہ مصر کا جانشین تصور کرتے اور اسے تمام شاہی اعزازات کا مستحق سمجھتے تھے۔

اہل مصر اپنے یونانی فرمانرواؤں کو انہیں القاب و خطابات سے مخاطب کرتے تھے جو اس عہد سے ہزار سال پہلے رامصص اعظم، میمنن اور صصو سٹرس فاتح جیسے مصری شہنشاہوں کے لیے باعث فخر تھا۔ وہ یونانی آقاؤں کو ''ہامان کا اوتار'' ابن الشمس، اور برگزیدہ خدا کہہ کر پکارتے تھے سارے مصر کے مندروں میں ان یونانی بادشاہوں کی تصویریں رکھی جاتی تھیں جن میں انہیں فراعنہ مصر کے روپ میں دکھایا جاتا تھا۔ وہی اونچے اونچے تاج، وہی ہامانی سینگ اور طرے، ماتھے پر وہی سانپ کا پھن جو مصر کا شاہی نشان تھا۔ ان تصویروں میں انہیں مصری دیوتاؤں کی پوجا کرتے دکھایا جاتا تھا۔ چیتھر گائے کے سامنے ان کا سر سجود ہوتا، صوبق مگرمچھ کو ڈنڈوت کرنا، باسط بلی کی درگاہ پر لوبان سلگانا، غرض وہ تمام ٹونے ٹوٹکے، جو چار ہزار سال سے مصر میں جاری

تھے، ان بادشاہوں سے منسوب کر دیئے گئے تھے۔ کسی تصویر میں انہیں آنمائی دیوتاؤں کے دوش بدوش دکھاتے، کسی میں آئی سس سے بغل گیر ہوتے اور کسی میں دیوتاؤں کا سلام قبول کرتے ہوئے بایں ہمہ اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ یہ یونانی بادشاہ فراعنہ کی طرح ان رسوم سے عقیدت رکھتے ہیں۔

531 سے مصر کے شاہی خاندان کا خاتمہ ہو گیا ہے اب وہاں جمہوری پردے میں آمریت کی حکمرانی ہے مصنفہ نے یہ کتاب 1914 میں لکھی تھی جب خاندانی فاروق بھر اقتدار تھا (مترجم)

شاذونادر ایسا بھی ہوتا تھا کہ یہ یونانی النسل مصری بادشاہ اپنی قلمرو کا معائنہ کرنے کے لئے نکلتے، مصر کا گشت کرنے دریائے نیل میں سفر کرتے، بعض شہروں کے مندروں میں قدم رنجہ فرماتے اور وہاں کی رسوم پورے اہتمام سے انجام دیتے۔ بالکل اسی طرح جیسے آج کل بعض بادشاہ کسی بڑی عمارت کا سنگ بنیاد رکھتے یا کسی جہاز کو سمندر میں اتارتے ہیں وہ مندروں کے پجاریوں یا پروہتوں کی دلجوئی کرتے اور انہیں مندروں کی تعمیر یا آرائش کے لیے بے دریغ روپیہ خرچ کرنے کا پورا اختیار دیتے تھے۔ وہ بڑی حد تک مصر کی قومی خصوصیات و معاشرت کی نگاہ داشت بھی کرتے بایں ہمہ اس بات کا ذرا سا ثبوت بھی نہیں ملتا کہ انہوں نے بھول کر بھی اپنے آپ کو مصری تصور کیا ہو اسکندریہ میں رہ کر کسی کو بھی یہ گمان نہ ہو سکتا کہ میں فراعنہ مصر کی سرزمین پر ہوں بطلیموسی بادشاہوں کا دربار اپنی جملہ خصوصیات کے لحاظ سے خالص یورپی

دربار تھا۔

خانوادہ بطلیموسی کی سفاکی دبیدردی ضرب المثل تھی۔ وہ انسانی جان کا بہت کم احترام کرتے تھے اس خاندان کی تاریخ اول سے آخر تک وحشت ناک واقعات قتل سے بھری ہوئی ہے ان کی یہ تندخوئی خالص مقدونی (یونانی) مزاج کی آئینہ دار ہے کیونکہ اہل مصر اس زمانے سے آج تک حلیم اور خوش مزاج لوگ ہیں جو حقوق انسانی بالخصوص انسانی جان کا پورا احترام کرتے ہیں۔

لگے ہاتھوں بطلیموسی بادشاہوں کی سفاکی کے چند واقعات سن لیجئے بطلیموس چہارم نے بقول جسٹن اپنے باپ کو موت کے گھاٹ اتارا اور مختلف موقعوں پر اپنے بھائی چچا، والدہ اور بیوی کے قتل کی تدبیر کی۔ بطلیموس پنجم سخت تندخو اور ظالم تھا جو ذرا سی رنجش پر قتل کا حکم دے دیتا تھا بطلیموس ہفتم اگرچہ قتل پر حریص نہ تھا مگر بے حد شوریدہ سر تھا۔ بطلیموس ہشتم نے اپنے بھتیجے کو جو تخت و تاج کا وارث تھا قتل کر دیا اور اس کی والدہ یعنی قلوپطرہ دوم سے شادی کر لی اس کے بطن سے بہت جلد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کی ولدیت مشتبہ ہے بطلیموس نے اس بچے کی لش ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کی ماں کے سامنے بھیج دی اس کے بعد اپنی بھتیجی یعنی قلوپطرہ سوم سے بیاہ رچالیا۔ اس نے بیوہ ہونے کے بعد قلوپطرہ دوم کو قتل کر ڈالا اسی قلوپطرہ کا بیٹا بطلیموس یازدہم کے نام سے تخت سلطنت پر بیٹھا جسے اس کی ماں نے قتل کرنا چاہا مگر معاملہ برعکس ہو گیا اور بیٹے نے ماں کو موت کے گھاٹ اتار دیا بطلیموس دہم کی ماں نے اسے تخت سے

محروم کر کے بطلیموس یازوہم کو تخت نشین کیا مگر اس ناشکرے نے یہ صلہ دیا کہ اپنی محسنہ کو قتل کر ڈالا بطلیموس دوازوہم نے اپنی سوتیلی ماں سے شادی کی پھر اسے قتل کرا دیا اور جلد ہی خود بھی قتل کر دیا گیا قلوپطرہ کے باپ یعنی بطلیموس سیزوہم نے اپنی بیٹ برنیس اور دوسرے افراد کے خون سے ہاتھ رنگے۔

کچھ مردوں ہی پر مرقوف نہیں اس خاندان کی عورتیں مردوں سے بھی زیادہ بیدرد و سفاک تھیں صحافی ان سفاک عورتوں کی افتادمزاج کو ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

''انہیں غیر معمولی اقتدار اور دولت حاصل ہے دولت ان کی کنیز ہے اور انسان ان کے اشارے پر ناچتے ہیں یہ عورتیں اپنی طاقت کو خانہ جنگی میں صرف کرتی ہیں قرابت اور الفت کے سب رشتے توڑ کر یہ اپنے بھائیوں تک کے خون سے ہاتھ رنگتی ہیں ان کے فسق و فجور اور سیاہ کاری کا یہ عالم ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے اور عالم حیرت میں سوال کرتا ہے کہ کیا انسانی اخلاق بہمیت کی اس پستی میں گر سکتا ہے؟''

خونریزی اور سفاکی کے علاوہ یہ خون آشام خاندان اپنی سیاہ کاری و بدمستی کے لئے بھی رسوائے عالم تھا پہلے تین بادشاہ نلطیوں اور کوتاہیوں کے باوجود بہت سے اوصاف حمیدہ اور لیاقت و قابلیت کے مالک تھے باقی تمام فرمانروا ابلطینت اور بدچلن نکلے بایں ہمہ سب کے سب ادبیات اور علوم و فنون کے سرپرست تھے یہ کہنا غلط ہوگا کہ اس خاندان نے علم و ادب کی جتنی سرپرستی کی

اتنی دنیا کے کسی اور خاندان نے نہ کی ہوگی بطلیموسی عہد کا اسکندریہ بہت سے علوم وفنون کا گہوارہ تھا فن تشریح الاعضا، علم ہیئت، ہندسہ، جغرافیہ، مخروط تراشی، علم سیالات سب نے یہیں جنم لیا اسی طرح فن کاری میں بھی یہ شہر ساری دنیا میں پیش پیش تھا۔

یہاں کا شاہی قصر شان وشوکت اور آرائش وتعیش کے لئے شہرہ آفاق تھا سامان عیش وعشرت کی وہ فراوانی تھی کہ کسی اور بادشاہ نے خواب میں بھی نہ دیکھی ہوگی قلوپطرہ کا دادا بطلیموس وہم تھا جسے لوگوں نے مٹر کا لقب دے دیا تھا وجہ یہ تھی کہ اس کی پھولی ہوئی ناک مٹر کی پھلی سے مشابہ تھی اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ بے اعتدال آدمی تھا قلوپطرہ کا پردادا بطلیموس نہم جسے اہل اسکندریہ نے غبارہ کا خطاب دیا تھا، بے حد فربہ تھا جو اپنے کسی دوست کے ساتھ صرف ایک بار شہر میں نکال بطلیموش یازوہم پرخوری اور سیاہ مستی کے سبب اتنا فربہ ہوگیا تھا کہ بیساکھیاں لگائے بغیر دو قدم بھی نہ چل سکتا تھا ہاں شراب کے نشے میں کبھی کبھی ادھر ادھر اچھل کود لیتا تھا قلوپطرہ کے باپ بگلیموس سینز وہم شراب نوشی کا اتنا رسیا تھا کہ جب ایک دعوت کے موقع پر ویمطریوس نامی فلسفی نے شراب پینے سے پرہیز کیا تو اسے قتل کی دھمکی دی اس غریب نے شراب پی کر بدمستی کا مظاہرہ کیا اور اس طرح جان بچائی بطلیموسی خاندان کی یہ بداعمالیاں دیکھتے ہوئے خود بخود خیال آتا ہے کہ قلوپطرہ جو اس خاندان کی آخری ملکہ ہے کیا اتنی ہی ہولناک اور سیاہ کار نہ ہوگی؟ مگر تاریخ کے مطالعے

سے ثابت ہوتا ہے کہ اپنے بعض عیوب کے باوجود وہ بالکل گزری عورت ہرگز نہ تھی۔

قلوپطرہ کا باپ بطلیموس نیوہم جسے بانسری بجیا کرشن کھیا کے خطاب سے یاد کرتے تھے، ایک حقیر، بدخصلت انسان تھا شراب کے نشے میں چور رہنا محل میں خرمستیاں کرنا اور رنگ رلیاں منانا اس کا شیوہ تھا مصر کی تاریخ میں اس کا دور دور جام کی طرح نظر کے سامنے آتا ہے کئی کئی گھنٹے بانسری بجاتے رہتا، نشہ شراب میں چور ہونا، اپنے ڈگمگاتے تخت کو بچانے کے لئے لغو اور بیہودہ تدبیریں اختیار کرنا غرض کون سی حماقت تھی جس کا ارتکاب وہ نہ کرتا تھا اس کے اعمال اس قابل نہ تھے کہ تاریخ میں اس کا مذکور تک بھی آتا۔ اس کے زمانے میں روم اور مصر کے سیاسی تعلقات استوار ہوئے جو خاندان بطلیموسی کے خاتمے تک دونوں ملکوں کی تاریخ پر اثر انداز ہوتے رہے جنگ پیدنا 167 ق م کے بعد روم تمام مقبوضات کا مالک بن گیا تھا جلد ہی مشرقی بحیرہ روم کی تجارت بھی اس کے قبضے میں آ گئی اب کہ بطلیموسی خاندان کا آفتاب لب بام تھا، روم کی نظریں مصر کے زرخیز ملک پر جم گئی تھیں۔

خاندان بطلیموس کا شجرہ دیکھنے سے واضح ہو گا کہ بطلیموس دوازدہم کی وفات پر (حد روم کی امداد سے تخت نشین ہوا اور انیدن بعد قتل کر دیا گیا) لاغوصی نسل کا خاتمہ ہو گیا بطلیموس دوازدہم کی شادی اپنی چچیری بہن برنیس سے ہوئی تھی مگر کوئی اولاد نہ ہوئی برنیس کے دو سوتیلے بھائی تھے مگر یہ اپنے باپ

کی جائز اولاد نہ سمجھے جاتے تھے کیونکہ یہ اپنی والدہ کی طرف سے مجہول النسب تھے ہوسکتا ہے کہ یہ قلوپطرہ چہارم کے بیٹے ہوں جسے اس کے شوہر نے تخت نشین ہوتے ہی طلاق دے دی تھی بطلیموس دوداز دہم کے مرنے پر ان میں سے ایک نے تو مصر کے تخت پر قبضہ کیا اور بطلیموس سیزوہم کہلایا دوسرا جزیرہ قبرص پر قابض ہوگیا اسکندریہ والوں نے ہاتھوں ہاتھ اپنے نئے حکمران کو مصر کا جائز بادشاہ تسلیم کیا کیونکہ خواہ مجہول النسب ہی سہی مگر خاندان شاہی کا سب سے بڑا نرینہ فرد وہی تھا اگر اس کی بادشاہی تسلیم نہ کرتے تو روم کے آدھمکنے کا خطرہ تھا سسرداسے پرستارزادہ کہتا ہے کیونکہ اس کی والدہ یقیناً شاہی خاندان سے نہ تھی اہل اسکندریہ کو اس قسم کی موشگافیوں سے سروکار نہ تھا کیونکہ نئے بادشاہ کا حسب نسب خواہ کچھ بھی ہو وہ جبار روم کے مقابلے میں ان کی آزادی کا محافظ تھا۔

مگر بطلیموس سیزوہم کے تخت نشین ہوتے ہی ایک نیا شاخسانہ بکا احکومت رومہ نے بطلیموس درازوہم کا وصیت نامہ پیش کیا جس میں شاہ مرحوم نے لکھا تھا کہ میرے مرنے کے بعد جمہوریت رومہ ملک مصر کی حاکم ہوگی یہ کوئی نئی بات نہ تھی غالباً بطلیموس دوازوہم نے یہ وصیت جو ایک وعدے کی صورت رکھتی تھی، اپنی تخت نشینی سے پہلے محض اس لئے لکھی تھی کہ تخت نشینی کے معاملے میں روم کے عوام اس کی حمایت کریں ہوسکتا ہے کہ کوئی اور وجہ ہو غرض دربار روم ان اس وصیت کی رو سے مصر پر اپنا دعویٰ ثابت کر دیا تھا بطلیموس سیزوہم

کے ہوا خواہ اس وصیت نامے کے منکر تھے ان کا عذر تھا کہ یہ وصیت نامہ شاہ مرحوم کا ہے ہی نہیں بلکہ بطلیموس یازدہم یا کسی اور گمنام شخص کا ہے وصیت نامے کے صحیح ہونے میں تو کوئی شک نہیں لیکن یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ وہ قانوناً جائز تھا یا نہیں پہلا اعتراض تو یہی ہے کہ شاہ مرحوم نے یہ وصیت نامہ اپنی تخت نشینی سے پہلے لکھا تھا جب وہ تخت مصر کا مالک ہی نہ تھا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ملک کا جائز وارث ہوتے ساتے ملک پر کسی غیر کا قبضہ ہو جانا بے معنی ہے بہر حال دربار روم نے اتنا کیا کہ مرحوم بادشاہ کی ذاتی دولت جتنی سمیٹی جا سکی سمیٹ لی مگر بطلیموس سیزوہم اور بادشاہ قبرص کے تخت و تاج سے تعرض نہ کیا اگر چہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی شاہی کو بھی باقاعدہ تسلیم نہ کیا۔

غرض دربار روم نے اس مخمصے میں زیادہ پھنسنا مناسب نہ سمجھا مجبہ یہ تھی کہ اکثر ارکان حکومت کی رائے یہ تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ مشرقی معاملات میں زیادہ الجھنا خلاف مصلحت ہے وہ اس بات سے بھی خائف تھے کہ کہیں کوئی فرد واحد اس صوبے کا مختار مطلق نہ بن بیٹھے اس زمانے میں مصر بے حد مالدار اور اہم ملک سمجھا جاتا تھا وہ افریقہ کی کنجی تھا اور ہندوستان و عربستان کا صدر دروازہ یہ زرخیز خطہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے روم سے دوسرے نمبر پر تھا خزانہ شاہی کے سالانہ محاصل جمہوریہ روم کی آمدنی کے برابر تھے کچھ عرصے بعد جب پومپئی اعظم نے رومی خزانے کی آمدنی میں خاصا اضافہ کر دیا تو بھی خزانہ مصر کی آمدنی اس سے کچھ ہی کم تھی۔ ایتھنز کے زوال کے بعد اسکندریہ ہی

تہذیب وثقافت کا مرکز تھا اور دنیا کا دوسرا بڑا شہر ان تمام وجوہ کے پیش نظر یہ خطرہ تھا کہ فوج اور جو سپہ سالار ادھر بھیجے جائیں وہ کہیں مصری تہذیب میں جذب ہو کر خود مختار حکومت نہ قائم کر لیں اور رومتہ الکبریٰ کے لیے مفت کا درد سر نہ بن جائیں۔

مصر کا یہ نیا بادشاہ جس کا لقب بانسری بجانا تھا مذکورہ بالا وصیت نامے کے خیال سے پریشان رہتا تھا زندگی بھر اس کی یہی کوشش رہی کہ کسی طرح دربار روم کو رشوت دے دلا کر مصر پر حملہ کرنے سے باز رکھے اس بدقسمت بادشاہ کی آرزو یہی تھی کہ جس طرح ہو سکے سکون سے عیش ونشاط اور شراب ناب کا لطف اٹھاتا رہے۔ وہ عیش وعشرت کا دلدادہ اور رنگ رلیاں منانے کا عاشق تھا نشے سے سر اٹھاتا تو گھنٹوں دھوپ میں بیٹھ کر نے نوازی میں مصروف رہتا بایں ہمہ رومی حملے اور تخت وتاج سے محرومی کا خوف اس کے سکون قلب کو غارت کرتا رہتا تھا شام کے سناٹے میں وہ اپنے ناشاد دل کی تسکین کے لئے بانسری پر دور ناک یونانی نوحوں کی دھن چھیڑ دیتا اس غم زدہ بلبل کی طرح جو موسم خزاں میں پرسوز نغمے ادا کر رہی ہو اور جس کی حزیں آواز مدھم ہوتے ہوتے رات کے سناٹے میں کھو جائے!

قسمت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ جلوس کے پانچویں سال شاہ مصر کی ایک رشتہ دار عورت سیلین نے اپنے دو بیٹوں کو روم بھیج دیا کہ مصر، قبرص اور شام کی حکومت چھین کر انہیں دلا دیں شاہ مصر کو ان نئے مدعیوں اور ان کی کوششوں

سے یقیناً اضطراب ہوا ہوگا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ دونوں نوجوان روم کے ارکان حکومت کو بے دریغ رشوت دے کر اپنا ہمنوا بنا رہے ہیں سینٹ کے ارکان کو اپنے ساتھ ملانے کا یہی ایک ذریعہ تھا شاہ مصر خود بھی یہ حربہ استعمال کرتا مگر سر دست شاہی خزانے کو بیدردی سے لٹانا مناسب نہ سمجھا غنیمت ہوا کہ سیلن اور اس کے بیٹے جلد ہی اپنے دوے سے دست بردار ہو گئے مگر چند سال بعد ایک اور آفت نازل ہوئی پومپئی اعظم نے اپنے سپہ سالار لطونس مارسیلیس کرایک بحری بیڑا دے کر ساحل مصر پر بھیج دیا تا کہ بحری قزاقوں کی سرکوبی کی جائے بعد ازاں جب لطوس کو دربار روم سے قونصل یعنی مختار مطلق کا عہدہ ملا تو اس نے رومی سکوں پر بطلیموسی عقاب کی تصویر بھی نقش کرائی جس کے معنی یہ تھے کہ مصر روم ہی کے زیر حکومت ہے تین سال نہ گزرے تھے کہ ایک اور بیڑا آدھمکا جس کا مقصد یہ تھا کہ بعض متنازعہ امور دربار روم کی مرضی کے مطابق طے کرے بدنصیب بادشاہ پر پھر معزولی کا روح فرسا خوف سوار ہو گیا۔

65 ق م میں ایک اور خبر آئی جس نے رنگ میں بھنگ ڈال دی خبر یہ تھی کہ حکومت روم قرصیص یا جولیس سیزر کی سپہ سالاری میں مصر پر قبضہ کر لینے کی فکر میں ہے مگر کسی وجہ سے یہ منصوبہ ملتوی ہو گیا اور بادشاہ نے کچھ دنوں کے لئے اطمینان کا سانس لیس 63 ق م میں پومپئی نے شام کو رومی ممالک محروسہ میں شامل کر لیا رنگیلے بادشاہ نے اس موقع پر پومپی کی دوستی خریدنے کے لیے ایک خطیر رقم اور فوجی رسد تحفۃً بھیجی اور اسے دوستانہ ملاقات کے لئے اسکندریہ آنے

کی دعوت دی پرمپئی نے یہ تحفہ تو قبول کرلیا مگر مہمانی اور میز بانی کے چکر میں پڑنا غیر ضروری سمجھا۔

آخر 59 ق م میں بادشاہ نے خود روم کا رخ کیا تا کہ وہاں پہنچ کر پومپئی کی وساطت یا جولیس سیزر کی اعانت سے خود کو مصر کا جائز فرماں روا تسلیم کرائے اس کی نا اہلی و نالائقی کے پیش نظر اس بات کا امکان نہ تھا کہ رومی ارکان حکومت اس کی ہوا خواہی کریں گے تاوقتیکہ انہیں بھاری رشوتیں دے کر نہ ملایا جائے اس مقصد کے لئے بادشاہ سے جتنی دولت سمیٹی جا سکی سمیٹ لی اور روم جا پہنچا ان دنوں بقول مومسن روم میں بے ایمانی کا دور دورہ تھا جو شخص رشوت نہ لیتا دوسرے اسے دشمن سمجھتے۔ غرض شاہ مصر نے روم پہنچتے ہی سینیٹ کے ارکان کو بے دریغ رشوت دینی شروع کی اور انہوں نے بھی پوری عیاری سے بادشاہ کی کھال کھینچی۔ نادان بادشاہ اپنی دھن میں تھا جب اس کی ذاتی دولت ختم ہوگئی تو اس نے روم کے نامی گرامی سوہا کار رابیریس پوسٹومص اور اس کے حریص ہم پیشوں سے بڑی بڑی رقمیں قرض لیں سود خواروں کی اس ٹولی نے بادشاہ کو اس شرط پر قرض دیا کہ جب آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں تو ہماری رقم چند در چند کر کے واپس کریں۔

شاہ مصر کا یہ سفر عین مطابق مصلحت تھا بحری قزاقوں کی سرکوبی اور دیگر محاربات میں رومی خزانہ خالی ہو چکا تھا کہ نصیص، رلص اور جولیس سیزر کی رائے تھی کہ مصر پر بے تامل قبضہ کر لینا چاہیے بدنصیب بادشاہ عجیب مخمصے میں

گرفتار تھا آخر جولیس سیزر جوان دنوں مختار مطلق کا عہدہ رکھتا تھا اور جو مسلسل فضول خرچی کے ہاتھوں دیوالیہ ہو چکا تھا، چھ ہزار ٹیلنٹ (پندرہ ہزار پونڈ) کی رشوت لے کر راضی ہو گیا اس نے سینٹ میں ایک دھواں دھار تقریر کر کے نام نہاد شاہ مصر کی باقاعدہ شاہی کا فرمان جاری کرا دیا جس کے رو سے شاہ مصر کو روم کا حلیف اور یار وفادار تسلیم کیا گیا۔

اگلے سال یعنی 58 ق م میں روم نے فیصلہ کیا کہ جزیرہ قبرص کو ممالک محروسہ میں شامل کر لیا جائے اس تجویز کا متحرک کلوڈیس تھا، ایک پرلے درجے کا بدمعاش سیاستدان جسے بطلیموس شاہ قبرص سے محض اس لیے عداوت تھی کہ اس نے اس احسان فراموش کو بحری قزاقوں سے صرف پانچ ٹیلنٹ فدیہ دے کر چھڑایا تھا بطلیموس عین وقت پر رومی حملہ آوروں کو رشوت دے کر رام نہ کر سکا نتیجہ یہ ہوا کہ کیٹو ایک لشکر جرار لے کر قبرص پر قابض ہو گیا اور یہ جزیرہ روم کے صوبہ ملیشیا کا جزو بنا لیا گیا شاہ بطلیموس نے اپنے ملک سے جلا وطن ہونے کی ذلت گوارا کرنے کے بجائے عزت سے جان دینا پسند کیا اور مردانہ وار زہر کھا کر ذلت سے نجات حاصل کی شاہ کے خزانے سے ستر لاکھ پونڈ کی خطیر رقم کیٹو کے ہاتھ لگی جس میں سے کچھ تو غالباً اس نے خود رکھی اور باقی حصہ شقی القلب روم کے خزانے میں داخل کر دیا۔

رنگیلا شاہ مصر یعنی بطلیموس سیزوہم روم کی حمایت حاصل کر کے تخت سلطنت پر سنبھلنے ہی پایا تھا کہ رعیت بگڑ گئی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ نے قرض خواہوں

کا قرض ادا کرنے کے لئے ٹیکس میں اضافہ کر دیا تھا رعیب کا غیظ و غضب کچھ اس لیے بھی تھا کہ بادشاہ نے اپنے حقیقی بھائی (شاہ قبرص) کی حکومت رومیوں کے ہاتھوں لٹتے دیکھی مگر اس کے کان پر جوں تک نہ رینگی غرض بغاوت ہوئی بادشاہ کو مصر سے بھاگنا پڑا اس بدنصیب کا ٹھکانا اور کہاں تھا، سیدھا روم کا راستہ لیا راستے میں جزیرہ روڈس پر لنگر انداز ہوا جہاں کیٹو ٹھہرا ہوا تھا بادشاہ نے جسے ابھی تک اہل روم کی خصلتوں کا صحیح اندازہ نہ تھا کیٹو کا پیغام بھیجا کہ ذرا مجھ سے مل جاؤ مدرا یہی تھا کہ اس ذی جاہ سردار سے کچھ امداد حاصل کی جائے مگر کیٹو نے، جو اس روز کچھ بیمار تھا، کہلا بھیجا کہ ملاقات منظور ہے تو خود ہی قدم رنجہ فرماؤ۔

احتیاج بری شے ہے برگشتہ بخت بادشاہ طوعاً و کرہاً رومی سردار کی قیام گاہ پر پہنچا کیٹو نے اتنا بھی نہ کیا کہ تعظیماً کھڑا ہی ہو جاتا بدستور بیٹھا رہا۔ بادشاہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور تند و تلخ الفاظ میں خوب ملامت کرتے ہوئے کہا روم جا کر اعانت طلب کرنا قطعی حماقت ہے اگر تم سارے مصر کی دولت بھی رومیوں کے قدموں پر ڈال دو گے تو بھی ان کی ہوس زر کم نہ ہو گی تمہیں چاہئے کہ مصر واپس جاؤ اور اپنی رعیت کو وعدہ وعید سے رام کرو غالباً شدت مرض کے سبب کیٹو زیادہ بات نہ کر سکا شاہ مصر اس خالی خولی نصیحت سے مطمئن نہ ہو سکا اور روم کو روانہ ہو گیا۔

اسی اثنا میں شاہ مصر کی دختر برنیس چہارم نے باپ کا تخت سنبھال لیا اور

اطمینان سے حکومت کرنے لگی یہ لڑکی اور اس کی بہن **قلوپطرہ** ششم بادشاہ کی پہلی بیوی سے تھیں دوسری بیوی سے بادشاہ کے چار بچے تھے دو کم سن لڑکے جو بعد ازاں بطلیموس چہارم اور پانزدہم کے نام سے تخت نشین ہوئے اور دو لڑکیاں جن میں سے ایک بدقسمت آصینو تھی دوسری **قلوپطرہ** ہفتم جو اس کتاب کی ہیروئن ہے اور جس کی عمر اس وقت گیارہ سال تھی۔

شاہ مصر نے روم پہنچ کر عمائد حکومت کے روبرو اپنا معاملہ پیش کیا کہ جس سلطنت کا حق میں نے دولت لٹا کر رومتہ الکبریٰ سے تسلیم کرایا تھا باغیوں نے مجھے اس سے خارج کر دیا ہے بادشاہ نے حسب دستور اس مرتبہ بھی عمائد حکومت کو بے دریغ رشوتیں دیں البتہ جولیس سیزر فرانس کی مہم پر گیا ہوا تھا اسے رشوت دینے کا سوال ہی نہ تھا رہا پومپئی سو غالباً اس نے رشوت قبول نہ کی البتہ بادشاہ کو اپنی جاگیر یعنی ضلع البن میں آنے کی دعوت دی ان باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ پومپئی بادشاہ کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس دلانے کا ارادہ رکھتا تھا غالباً یہ مدعا ہوگا کہ اس آڑے وقت میں شاہ مصر کی مدد کر کے مستقبل میں اس کے خزانے، فوج اور دیگر ذرائع سے حسب ضرورت استفادہ کیا جائے۔

اہل اسکندریہ اپنے معزول بادشاہ کی بحالی کے سخت خلاف تھے انہوں نے اپنی نمائندگی کے لئے سو عمائد کا ایک وفد روم بھیجا تا کہ وہ سینٹ کے ارکان کے سامنے ان کی نمائندگی کریں شاہ معزول اپنی بحالی کے لئے ہر فعل کا

ارتکاب جائز سمجھتا تھا اس نے مناسب قیمت پر قاتلوں کے ایک گروہ کی خدمات حاصل کیں اور عمائد کا یہ وفد ابھی پرنولی ہی تک پہنچا تھا کہ سفاک قاتل ان پر ٹوٹ پڑے بہت سے مارے گئے جو بچے انہیں معزول بادشاہ نے بھاری رشوت دے کر ساتھ ملالیا وفد کا سرکردہ یعنی ڈوین فلسفی کسی طرح بچ نکلا اور روم آ پہنچا مگر بادشاہ نے فوراً زہر سے اس کا کام تمام کرا دیا اب بادشاہ نے چین کا سانس لیا حالات ہموار ہو رہے تھے اور توقع تھی کہ بادشاہ کو رومی سپاہیوں کا ایک لشکر جرار دے دیا جائے گا تا کہ ان کی مدد سے وہ مصر پر قابض ہو سکے مگر یکا یک یہ امید خاک میں مل گئی کسی سیاسی مخالف نے مقدس صحیفوں کا حوالہ دیا جن سے یہ فال نکلتی تھی کہ اگر کسی زمانے میں شاہ مصر رومۃ الکبریٰ کی امداد کا طلبگار ہو تو اس کے ساتھ دوستانہ اخلاق سے پیش آیا جائے لیکن فوجی امداد ہرگز نہ دی جائے غرض بدنصیب بادشاہ آرزوؤں کا ماتم کرتا روم سے نکلا اور الفیسس میں مقیم ہوا البتہ عمونیص نامی ایک نائب کو روم میں چھوڑ دیا تا کہ واقعات کی رفتار سے مطلع کرتا رہے۔

تین سال اور گزر گئے جنوری 55 ق م میں بھی بادشاہ کا معاملہ زیر بحث تھا، اور پومپئی کوشاں تھا کہ بادشاہ کو دوبارہ تخت و تاج دلایا جائے سینٹ اس مہم کو کسی واحد سپہ سالار کے قبضے میں دینے کے لئے تیار نہ تھی ایک تجویز پیش کی گئی کہ اگر مقدس کتابوں کی بشارت کے عین مطابق بادشاہ کی مدد کرنا ہی ہے تو کوئی مناسب طریقہ اختیار کیا جائے یعنی بادشاہ ادھر ہی رہے اور سیلشیا کا

صوبہ دار لطولس اسپنستھر فوج لے کر جائے اور بادشاہ کے نائب کی حیثیت سے مصر پر قبضہ کرے مگر اس تجویز سے بادشاہ کو کھٹکا ہوا کہ شاید اس پردے میں مکار رومی میرے ملک پر قابض ہونا چاہتے ہیں چنانچہ اس نے شدت سے اس منصوبے کی مخالفت کی پھر یہ تجویز ہوئی کہ مقدس صحیفوں کی بشارت پر عمل کیا جائے لطوس فوج کی بغیر تن تنہا جائے اور محض رومۃ الکبریٰ کے نام کی عظمت پر بھروسا کر کے یہ مہم انجام دے غرض وقت یوں ہی گزرتا رہا۔

آخر بادشاہ نے دس ہزار ٹیلنٹ (کوئی پچاس لاکھ پونڈ) کی بھاری رشوت دی کہ بلا سے تخت وتاج تو ہاتھ آئے نتیجہ حسب دلخواہ نکلا شام کے گورنر عالص گینیس نے جو بے انتہا مقروض تھا، صحیفوں کی بشارت کے خلاف مصر پر فوج کشی کی تیاریاں کیں، وہ ڈرتا تھا کہ کہیں مقدس کتابوں کی بے حرمتی کا وبال نہ آجائے مگر زر کی طمع بڑی ہوتی ہے بہر حال اس نے صحرائے فلسطین کی طرف سے مصر کی پیش قدمی کی۔

اس عرصے میں اہل اسکندریہ نے بادشاہ کی دختر برنیس چہارم کی شادی آرکیلص سے کر دی تھی یہ ایک عالی مرتبہ ذی اقتدار پروہت تھا جسے پوپی نے 24 ق م میں پروہتوں کا اسقف اعظم مقرر کیا تھا بلکہ رنیس کے شوہر کی حیثیت سے آرکیلص ہی بادشاہ تھا اس نے پیش قدمی کی خبر سنتے ہی پوپی سے امداد مانگی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ عالص گینیس نے اعلان جنگ کر دیا بہانہ یہ بنایا کہ تم شمالی ساحل پر بحری قزاقوں کی پشت پناہی کرتے ہو اور ایک بیڑا تیار کر

رہے ہو جس سے روم کو خطرہ لاحق ہے شامی دستے حرکت میں آئے مقدمۃ الجیش سواروں کا رسالہ تھا، جس کی کمان مارکس انطونیس کے ہاتھ میں تھی، ایک چاق و چوبند نوجوان سپاہی جسے اپنا مستقبل سراسر زریں نظر آ رہا تھا پیلوشیم کا سرحدی قلعہ اس کی بے نظیر قیادت میں سر ہوا تھوڑی دیر کے بعد رومی اور شامی دستے اسکندریہ کی سڑکوں پر گشت کر رہے تھے ہوا بدلتی دیکھ کر قصر شاہی کا باڈی گارڈ بھی رومیوں سے مل گیا آرکیلص قتل ہوا، بعد ازاں ملکہ برنیص بھی تہ تیغ کر دی گئی اور اسکندریہ پر مکمل قبضہ ہو گیا۔

شاہ معزول دوبارہ تخت نشین ہوا رومی اور شاہی لشکر بادشاہ کو تخت نشین کر کے واپس چلا گیا مگر ایک محافظ فوج جو جرمن اور فرانسیسی سواروں نیز رومی پیدل دستوں پر مشتمل تھی، امن و امان قائم رکھنے کے لئے شہر میں متعین کر دی گئی قلوپطرہ کی عمر اب چودہ سال تھی جو مصر اور عرب سے گرم ملکوں میں شادی کی عمر سمجھی جاتی تھی انطونی جو ابھی اسکندریہ ہی میں مقیم تھا قلوپطرہ کے نوخیز شباب پر مائل ہو گیا اور اگرچہ کوئی قابل ذکر بات واقع نہیں ہوئی مگر یہ واقع مستقبل کے دلچسپ واقعات کا دیباچہ تھا۔

اب اہل روم نے بادشاہ سے اپنے قرضوں اور انعاموں کا مطالبہ کیا رابیریص ان میں پیش پیش تھا اور غالباً اپنے قرض کے علاوہ جولیس سیزر اور گیبص کی نمائندگی بھی کرتا تھا تہی دست بادشاہ کے پاس رابیریص کو خوشنود کرنے کا یہی طریقہ تھا کہ اسے وزیر خزانہ بنا دیا اسی طرح ملک مصر پر روم کی

غلامی کا سایہ پڑنا شروع ہوا بادشاہ اہل روم کا مقروض تھا اور رومی قرضے کی ادائی بہر حال لازم تھی محصولات اور مالیے کی وصولی سب رومی افسروں کے ہاتھ میں تھی رومی فوج شہر کی محافظ تھی انتہا یہ ہے کہ خود بادشاہ روم کی مجلس امراء کی اجازت سے حکومت کر رہا تھا اور یہ وعدہ کر چکا تھا کہ میرے مرنے کے بعد ملک مصر پر روم کا قبضہ ہوگا۔

اسکندریہ والے اس صورت حال سے برہم تھے بہر حال انہوں نے غلامی کی زنجیریں توڑنے کا فیصلہ کیا اور 54 ق م میں رابیریص کو مصر سے بھگا دیا۔ حکومت رومہ کی توجہ فوراً مصر کی طرف منعطف ہوئی بعید نہ تھا کہ مصر پر قبضہ کر لیا جائے مگر انہیں دنوں ایرانیوں کے ہاتھوں روم نے تباہ کن شکست کھائی سپاہ سالار یصیص مارا گیا اور روم دوسری الجھنوں میں پھنس گیا شاہ مصر کو بھی اپنی مہنگی خریدی ہوئی حکومت سے زیادہ حظ اٹھانے کا موقع نہ ملا 51 ق م کی گرمیوں میں پیام اجل آ پہنچا چار اولادیں چھوڑیں جو اس کی دوسری بیوی سے تھیں سب سے بڑی قلوپطرہ جس کی عمر اس وقت اٹھارہ سال تھی دوسری لڑکی آرصینو جس سے قلوپطرہ کو دلی نفرت تھی اس سے چھوٹا ایک لڑکا جو بعد میں بگلیموس چہاردہم کے نام سے مشہور ہوا سب سے چھوٹا ایک لڑکا جس کی عمر اس وقت سات سال تھی اور بعد ازاں بطلیموس پانزدہم کہلایا۔

مرحوم شاہ مصر کو ذاتی تجربہ تھا کہ جانشینی کے جھگڑے کیونکہ تباہ کن ہوتے ہیں اپنی اولاد کو خانہ جنگی سے بچانے کے لئے اس نے صریح الفاظ میں ایک

وصیت نامہ مرتب کیا تھا جس کے رو سے اس کے مرنے کے بعد سب سے بڑی لڑکی اور سب سے بڑا لڑکا مشترکہ طور پر وارث تخت وتاج قرار دیئے گئے تھے اس کی ایک سربمہر نقل شاہ مرحوم نے حین حیات میں اپنے وفادار دوت پونپی کے ذریعے سے رومی خزانے میں محفوظ کرادی تھی اور عمائد روم سے ان کے تمام دیوی دیوتاؤں کا واسطہ دے کر التجا کی تھی کہ میری وصیت پر عمل درآمد کرایا جائے ایسا معلوم ہوتا ہے شاہ مرحوم کو قلوپطرہ کی طرف سے اندیشہ تھا کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی پر سختی کرے گی یا اسے سنگ راہ سمجھ کر صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہوگی وصیت میں یہ التجا بھی کی تھی کہ جانشینی کی مذکورہ صورت میں کوئی ردوبدل ہرگز نہ کیا جائے شاید یہ خیال ہوگا کہ مبادا اہل روم قلوپطرہ کو ہٹا کر اس کی چھوٹی بہن آرسینو کو تخت پر بٹھا دیں۔

طلیموسی خاندان میں بادشاہ کی وفات کے وقت چار اولادوں کا موجود ہونا امن وامان کے حق میں اچھی فال نہ تھا یوں بھی شاہ مرحوم کو اندازہ تھا کہ قلوپطرہ اپنی چھوٹی بہن سے صاف دل نہیں اپنے سفاک خاندان کی سابقہ روایات اس کی نظر میں تھیں خود اپنی بیٹی کے خون سے ہاتھ رنگ چکنے کا احساس بھی تھا ضعیفی میں اس کا دل یوں بھی خونریزی وسفاکی سے اکتا چکا تھا

پورفائرز اور جوزیفس دونوں کے بیان سے اس کی عمر سات ہی سال نکلتی ہے

ان تمام باتوں کے پیش نظر یہ سوچ کر کہ مبادا میری اولاد خانہ جنگی میں مبتلا

ہو جائے، ضعیف بادشاہ نے پوری کوشش کی کہ ان چار بچوں میں باہم کشت و خون نہ ہونے پائے اور جس اضطراب و انتشار نے اس کی زندگی تلخ رکھی، اس سے خانوادہ بطیموس کے چشم و چراغ محفوظ رہیں۔

بادشاہ کی یہ خواہش کہ ہژدہ سالہ قلوپطرہ اور اس کا دو سالہ بھائی بطلیموس چہاردہم مل کر حکومت کریں اس غرض سے تھی کہ ان دونوں کا باہم عقد ہو جائے مصر میں دستور تھا کہ حقیقی بھائی اور بہن کی شادی ہو جاتی تھی خاندان بطلیموس غیر ملکی تھا مگر چار ہزار سال کے مصری رسم و رواج کی اتنی پابندی کر لینے میں عار نہ سمجھتا تھا کہ مصالح حکومت کے پیش نظر بھائی بہن کی شادی کر دی جائے مصر قدیم کی یہ رسم اس لئے تھی کہ وہاں از روئے قانون سب سے بڑی لڑکی تخت کی وارث ہوتی تھی بڑے لڑکے کو یہ حق نہ پہنچتا تھا اس کے لئے عروس سلطنت سے ہم آغوش ہونے کا یہی طریقہ رہ جاتا تھا کہ ہمشیرہ سے عقد کر لے اور اس کے نام پر حکومت کرتا رہے چنانچہ یہی کیا جاتا تھا مگر بعض اوقات بڑا شہزادہ اس کے بجائے دوسرے طریقے بھی اختیار کرتا تھا اگر شہزادہ تنہا وارث ہوتا اور کسی حریف کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس رسم یا کسی اور بتھکنڈے کی حاجت ہی نہ ہوتی تھی۔

غرض قلوپطرہ اور شہزادہ بطلیموس چہاردہم مل کر حکومت کرنے لگے خیال یہی تھا کہ وصیت کے مطابق دونوں کی شادی عنقریب ہو جائے گی مگر تاریخ میں اس شادی کا تذکرہ کہیں نہیں ملتا غالباً قلوپطرہ نے اپنے بھائی کی کم سنی کا

عذر کر کے اس بیہودہ مصری رسم کو ملتوی کر دیا ہوگا جس میں یہ مصلحت ہوگی کہ وہ آزادانہ حکومت کرتی رہے مگر دوسری طرف شہزادے کا نگران پوتھی نوس تھا، ایک خواجہ سرا یعنی اس ذلیل طبقے کا فرد جس کا کام سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا شہزادے کا اتالیق تھیوڈوٹس ایک یونانی خطیب تھا جسے دربار میں خاصی اہمیت حاصل تھی تیسرا شخص ایکیلاص تھا ایک غیر محتاط مصری النسل سردار جو شاہی باڈی گارڈ کا کماندار تھا یہ تین آدمی اتنے بڑے، اتنے بڑھے کہ سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے اور کچھ عرصے کے لئے قلوپطرہ کی عظمت گہنا کر رہ گئی عجب یہ کہ اس کے مشیر اتنے پر تدبیر اور اولوالعزم نہ تھے جتنے یہ لوگ جو اس کے چھوٹے بھائی کے گرد جمع ہو رہے تھے اگرچہ حکومت کا رسمی کاروبار قلوپطرہ ہی کے ہاتھ سے انجام پاتا تھا مگر حقیقتاً پوتھی نوس اور اس کے اخوان اشیاطین مصر کے فرمانروا تھے۔

قلوپطرہ کی حکومت کا تیسرا سال تھا کہ ایک معمولی واقعہ رونما ہوا شام کے رومی گورنر مارکس بی بولس نے جو اہل پارتھیا سے مصروف جنگ تھا، اپنے دو بیٹوں کو اسکندریہ بھیجا تا کہ وہ اس محافظ فوج کو ساتھ لے کر شام آ جائیں جو کیلیبیس کے زمانے سے شاہ مرحوم کی حفاظت کے لئے شہر میں مقیم تھی جیسا کہ بیان ہوا یہ فوج فرانسیسی اور جرمن سواروں پر مشتمل تھی بے راہ رو، بے قید، تنومند سپاہی جن کی مہیب صورتیں دیکھ دیکھ کر اہل اسکندریہ کا دم نکلتا تھا ان لوگوں نے یہاں رہتے رہتے یونانی اور مصری گھرانوں میں شادیاں کر لی تھیں

اگر چہ ان شوریدہ سر سواروں کے ساتھ پیدل رومی فوج کے ضابطہ پرست اور فرض شناس دستے بھی تھے مگر ان کی شوریدگی میں کوئی کمی نہ ہوسکی غرض مجموعی طور پر فوج قاعدے اور ضابطے سے آزاد نہ تھی اس فوج کے نام مارکس بی بولس کا فرمان طلب کیا آیا، باردو میں چنگاری آپڑی ساری فوج یکا یک باغی ہوگئی اور غضب ناک بدمست سپاہیوں نے مارکس بی بولس کے دونوں بیٹے تہ تیغ کر دیئے قلوپطرہ نے یہ خبر سنتے ہی قاتلوں کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیے سپاہیوں کا بھی نشہ ہرن ہوا اور جب انہیں یہ اندازہ ہوگیا کہ بغاوت وسرکشی کا خمیازہ اچھی طرح بھگتنا پڑے گا تو اپنے سرغنوں کو پکڑ کر بے تامل قلوپطرہ کے حوالے کر دیا ملکہ نے انہیں پا بہ جولان بی بولس کے پاس شام بھیج دیا۔ تا کہ حسب دلخواہ کارروائی کرے مگر اس ذی حوصلہ گورنر نے، جو قدیم رومی امارت کی روایات کا امین تھا، انہیں قلوپطرہ کے پاس اس پیغام کے ساتھ واپس آیا کہ ایسے معاملات میں سزا دینے کا حق صرف رومی سینٹ کو ہے معلوم نہیں کہ ان باغی سرداروں کا کیا انجام ہوا مگر اس واقعے سے قلوپطرہ کی بیدار مغزی کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ اس عمر میں بھی روستہ الکبریٰ سے دوستانہ تعلقات قائم رکھنے میں کتنی سمجھ داری اور احتیاط سے کام لیتی تھی۔

تھوڑے عرصے بعد 49 ق م میں پومپی نے اپنے بیٹے پومپیس کو مصر بھیجا مطلب یہ تھا کہ وہاں جتنے جہاز اور سپاہی دستیاب ہوسکیں حاصل کر لیے جائیں کیونکہ روم کی خانہ جنگی جس میں پومپی اعظم اپنے تیز دست حریف جولیس سیزر

سے الجھنے والا تھا، اب ناگزیر ہو چکی تھی محافظ فوج، جو شام جا کر پارتھیا کے خونخوار لشکر سے لڑنے کے بجائے جولیس سیزر فوج سے لڑنا آسان سمجھتی تھی، بخوشی کوچ کے لئے تیار ہو گئی پچاس جہاز اور پانچ سو سپاہی پومپیس کے ساتھ چلے اور بی بولس کے بیڑے میں شامل ہو گئے جو اس وقت پومپی کی طرف سے بحیرہ ایڈریاٹک میں امیر البحر تھا، کہا جاتا ہے کہ پومپس اور قلوپطرہ میں خاصا ارتباط اور دل بستگی پیدا ہو گئی تھی پھر بھی دونوں کے اختلاط کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ملتا میرا خیال ہے کہ یہ افسانے دربار مصر کے عمائد نے تراش لیے ہوں گے جنہیں بظاہر یہی نظر آتا تھا کہ پومپی روستہ الکبریٰ کا مختار مطلق ہے اور جس طرح شہزادی برنیس کی شادی ایک پروہت سے ہو گئی تھی، اگر قلوپطرہ بھی پومپی کے نوجوان فرزند سے بیاہی جائے تو بہت مناسب ہو گا مگر یہ خیالات لباس عمل نہ پہن سکے اور یہ معاملہ ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گا۔

اگلے سال 48 ق م میں اہم واقعات رونما ہوئے جن کی تفصیل براہ راست تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قلوپطرہ اور اس کے بھائی میں سخت اختلافات ہو گئے اور قصر شاہی دو مخالف کیمپوں میں تقسیم ہو گیا پوتھی نوس خواجہ سرا، تھیوڈوٹس اتاریق اور ایکیلاس سپہ سالار شہزادہ بطلیموس کے طرفدار تھے جنہوں نے ملکہ کی بلا شرکت تاجداری کا اعلان کر دیا قلوپطرہ کا پلہ کمزور تھا اسے پناہ لینے کے لئے شام بھاگنا پڑا اس کا قصر شاہی سے نکلنا، قدم قدم پر موت سے دوچار ہونا اور شام پہنچنا، ان سب واقعات کی تفصیل کتابوں میں

نہیں ملتی تاریخ اس شاہی ڈرامے کا پردہ اٹھاتی ہے تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ جواں سال جواں ہمت ملکہ تھوڑے ہی دنوں میں شام کے علاقے سے سپاہ کثیر جمع کر کے اپنا آبائی تخت و تاج حاصل کرنے کے لئے سرزمین مصر میں داخل ہو رہی ہے اور شہزادہ بطلیموس اور اس کے طرفدار مصر کی مشرقی سرحد پر اس سے نبرد آزمائی کے لئے صف آرا ہیں مورخ یہ ڈراما دیکھتا اور اس من چلی عورت کے عزم و حوصلہ کی داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ فی الواقع ایک پر تدبیر صاحب عزیمت ملکہ کے حضور میں ہے جو اپنے عدیم المثال تدبر کے ذریعے سے تھوڑے ہی عرصے میں ایک غیر ملک سے لشکر جرار فراہم کر کے اس سرزمین میں بیباکانہ داخل ہو رہی ہے جہاں سے دشمنوں کی سازش نے اسے کچھ عرصہ پہلے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔

چار

پومپی اعظم کی وفات اور سیزر کا مصر آنا

پیلوشیم کا قلعہ جس کے نزدیک قلوپطرہ اور شہزادہ بطلیموس کی فوجیں صف آرا تھیں، ہموار صحرائی ساحل پر موجودہ پورٹ سعید کے نزدیک واقع تھا۔ دریائے نیل کے ڈیلٹے میں مصر کا یہ مشرقی قلعہ اور بندرگاہ اس شاہراہ پر تھا جو ساحل بحر کے متوازی ملک شام کو جاتی تھی۔ اس طرح یہ بطلیموسی مملکت کا ایشیائی دروازہ تھا نوعمر شہزادہ بطلیموس چار دہم اپنے مشیروں کے ساتھ اسی قلعے میں مقیم تھا تاکہ قلوپطرہ کو جو شام سے ایک لشکر جرار لیے دوبارہ مصر میں داخل ہو رہی تھی، سرحد ہی پر روک دیے 28 ستمبر 48 ق م کو جب قلوپطرہ کی فوج پیلوشیم سے کچھ دور ساحل بحر پر خیمہ زن اور حملے کی تیاری میں مصروف تھی ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس نے مصر کی تاریخ بدل کر رکھ دی عین اس موقع پر بندرگاہ سے مغرب میں ایک رومی جہاز نمودار ہوا جو ساحل سے کچھ فاصلے پر لنگر انداز ہو گیا اس کے عرشے پر شکست خوردہ پومپی اعظم اپنی رفیقہ حیات کارنیلیا کے ساتھ کھڑا تھا فارسیلیا کے خونیں میدان میں شکست کھا کر پومپی نے مصر کا رخ کیا تاکہ اس دربار میں پناہ گزیں ہو جس کی ڈوبتی کشتی کو اس نے اکثر منجدھار سے نکالا تھا۔

شہزادہ بطلیموس کو اس واقعے کی اطلاع شاید مل چکی تھی پومپی اسکندریہ کی بندرگاہ پر رکا تھا جہاں یہ معلوم کر کے کہ شہزادہ پیلوشیم میں مقیم ہے اس نے جہاز کا رخ اس طرف موڑ دیا اور ایک قاصد خشکی کے راستے دوڑایا شہزادے کے لشکر میں اس صبر سے ہیجان سا پھیل گیا اور قلوپطرہ سے جنگ کے بجائے ہر شخص کا خیال اس عظیم الشان نووارد کی طرف مرکوز ہو گیا جو مدت دراز سے بطلیموسی حکومت کا سرپرست تھا اور جسے آج قسمت نے یہاں پناہ لینے پر مجبور کیا تھا!

پومپی اعظم اور جولیس سیزر کئی ماہ سے نبرد آزمائی کر رہے تھے اور ساری دنیا کی طرح مصر بھی انتہائی انہماک سے ان رومی دیووں کی حرب وضرب پر نظر جمائے تھا یہ یقین تھا کہ فتح پومپی کی ہو گی وہ پومپی کو رومتہ الکبریٰ کا مختار بلکہ مجسم روم سمجھتے تھے جولیس سیزر کو جو اب تک شمال مغرب کی فتوحات میں مشغول تھا وہ بہت کم جانتے تھے پومپی مدت سے روم کا عظیم ترین آدمی تھا جس کے قدموں پر آدھی دنیا سر جھکاتی تھی اس لحاظ سے دربار مصر کو پومپی سے دل بستگی تھی بایں ہمہ جولیس سیزر بھی گرگ باراں دیدہ تھا، ایک پرانا گھاگ جس نے زمانے کا گرم وسرد خوب دیکھا تھا اور جو ہوس اقتدار میں کسی حریف کا وجود برداشت نہ کر سکتا تھا خانہ جنگی ناگزیر تھی چنانچہ فارسیلیا کے خونیں میدان میں دونوں فوجیں مقابل ہوئیں سیزر کے کارآزمودہ جفاکش دستوں نے پومپی کے جانباز سواروں کو جن پر اسے پورا اعتماد تھا درہم برہم کر دیا غیر ملکی حلیف دم بخود

بے حس و حرکت دور کھڑے تماشا دیکھتے رہے کیونکہ رومیوں کی ٹکر رومیوں سے تھی آخر پومپی نے شکست کے آثار محسوس کیے وہ اپنے خیمے میں آیا اور بیٹھ کر میدان جنگ کا معائنہ کرتا رہا یہاں تک کہ جب غنیم کے نعرے اس کی فرودگاہ میں سنائی دینے لگے تو وہ ''اچھا یہاں بھی کہہ کر عالم یاس میں میدان جنگ سے بھاگ نکلا جولیس سیزر کی مظفر و منصور فوج پومپی کے کیمپ میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ حریف نے اپنی متوقع فتح کی خوشی میں خیموں کو پھولوں سے آراستہ کر رکھا تھا فرش پر قیمتی قالین بچھے تھے، میزوں پر شراب، ارغوانی کے چھلکتے جام اور مٹھائیوں کی قابیں رکھی تھیں! سب کچھ تھا مگر قسمت کی بازیگری سے بے خبر تھے!!!''

پونپی حنان گستہ مٹیلین پہنچا اور اپنی بیوی کارنیلیا کو ساتھ لیا کشتی میں بیٹھ کر قبرص آیا وہاں سے جہاز میں سوار ہو کر اب وہ اس ملک کے ساحل پر پہنچا تھا جس کی سرپرستی اس نے پیشتر کی تھی اور جہاں اسے مہمان نوازی کا پورا یقین تھا ذہن میں دوبارہ فوج جمع کرنے اور ایک دفعہ پھر قسمت آزمائی کرنے کے مبہم خاکے موجود ہوں گے فارسیلیا سے بھاگتے وقت اسے اپنی تباہی کا پورا یقین تھا مگر راستے میں خبر لگی کہ سپہ سالار کیٹو نے اس کی شکست خوردہ فوج کو دوبارہ جمع کر لیا ہے اور بحری بیڑا جسے جوہر دکھانے کا ابھی تک موقع نہ ملا تھا میدستور اس کا وفادار ہے قدرتاً اسے امید تھی کہ مصر سے مدد ملے گی اور رومۃ الکبریٰ کی حنان حکومت دوبارہ ہاتھ میں آجائے گی۔

جوں ہی پومپی کے آنے کی خبر پہنچی شہزادے نے اپنے مشیروں کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ شکست خوردہ جنرل کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے مشیر وہی بدمعاش تھے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے یعنی پوتھی نوس خواجہ سرا جو وزیر اعظم تھا، تھیوڈوٹس اتالیق اور ایکیلاس سپہ سالار تھی مفسدہ پردازوں کی شرارت نے قلوپطرہ کو مصر سے جلاوطن کیا تھا شہزادہ ان کی مٹھی میں کٹھ پتلی تھا جسے یہ اپنے مقاصد کے لئے جیسے چاہتے تھے نچاتے تھے بقول پلوٹارک ''تقدیر کی ستم ظریفی تھی کہ آج پومپی اعظم کی قسمت کا فیصلہ ان تین آدمیوں کے ہاتھ میں تھا اور وہ ساحل سے کچھ فاصلے پر اس ٹولی کے فیصلے کا انتظار کر رہا تھا۔''

بعض مشیروں کی رائے تھی کہ پومپی کو اخلاق سے جواب دے دینا مناسب ہے کہ کسی اور ملک میں پناہ لو ظاہر تھا کہ فیروزمند جولیس سیزر پومپی کے ہمدردوں سے بری طرح پیش آئے گا بعض کی رائے تھی کہ اسے پناہ دی جائے کیونکہ عین ممکن ہے (حقیقت بھی یہی تھی) کہ وہ دوبارہ کیل کانٹے سے لیس ہو کر اپنے حریف پر غالب آ جائے مگر تھیوڈوٹس نے ایک مدلل تقریر کر کے ثابت کر دیا کہ یہ دونوں صورتیں خطرے سے خالی نہیں کیونکہ بصورت انکار پومپی قلوپطرہ سے جا ملے گا سیدھا طریقہ یہ ہے کہ اس شکست خوردہ جنرل کو قتل کر کے مظفر و منصور جولیس سیزر کے ساتھ یارانہ گانٹھا جائے غرض سب کی یہی صلاح ہو گئی اور بدنصیب پومپی کے قتل کا انصرام ایکیلاس کے ذمے لگایا گیا اس نے ایک رومی کپتان سیلویس اور ایک رومی افسر سپٹمیس کو تیار کیا اور یہ تین

آدمی چند خدمتگاروں کے ساتھ ایک چھوٹی کشتی میں سوار ہو کر جہاز کی طرف روانہ ہوئے۔

جب کشتی جہاز کے برابر لگی تو پطمیس نے اٹھ کر پومپی کو باقاعدہ فوجی سلام کیا اکیلاس نے پومپی سے کہا کہ کشتی میں قدم رنجہ کیجئے اور تشریف لے چلئے کیونکہ پانی اتھلا ہونے کے باعث آپ کا جہاز ساحل تک نہیں آ سکتا پومپی کشتی میں اتر آیا مگر معاً دیکھا کہ مصری جنگی جہاز بہ سہولت ساحل کے پاس گھوم رہے ہیں اس کا ماتھا ٹھنکا مگر اب پلٹ جانا ممکن نہ تھا پومپی کی بیوی کارنیلیا سخت تشویش میں تھی پومپی نے اسے تسلی دی اور خود اپنے دو سرداروں اور ایک آزاد کردہ غلام فلپ کو ساتھ لے کر روانہ ہوا کارنیلیا کو خدا حافظ کہتے ہوئے اس نے سوفوکلیز کا ایک شعر پڑھا:

آں کہ شیراں را کند روبہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

کشتی چلی اور ہر متنفس پر سکوت سا چھا گیا۔ دریائے نیل کے زرد سیلابی پانی سے سمندر کی نیلگوں چادر بدرنگ ہو رہی تھی اداس ویران قصبے اور مرطوب دوپہر کی دھوپ میں تپتے مُیالے ساحل نے پومپی کے مضطرب دل کو اور مضطرب کیا ہوگا مسلسل سکوت کا جادو توڑنے کے لئے پومپی پطمیس کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے چہرے پر نظر جما کر بولا" مجھے یقین ہے کہ تم فوج میں میرے ساتھ رہ چکے ہو پطمیس نے اثبات میں سر ہلا دیا پومپی نے جیب سے

ایک کتاب نکالی اور پڑھنے لگا تھوڑی دیر میں کشتی ساحل سے آ لگی پومپی اپنے آزاد کردہ غلام فلپ کا بازو تھام کر ساحل پر اترنے ہی کو تھا کہ پٹلمیس نے اپنی تلوار اس کی کمر میں پھونک دی ساتھ ہی سیلویس اور ایکیلاس نے وار کیا۔ پومپی کے منہ سے دبی سی آہ نکلی اس نے لبادے میں منہ چھپا لیا اور کشتی میں گر پڑا قاتلوں نے ذرا سی دیر میں کام تمام کر دیا۔"

کارنیلیا نے جو عرشہ جہاز پر کھڑی تھی یہ دردناک سانحہ چشم خود دیکھا وفور غم میں اس زور سے چیخ ماری کہ اس کی آواز ساحل تک پہنچی پھر اس نے دیکھا کہ قاتل اس کے شوہر کی لاش پر جھکے اور سر کاٹ کر اٹھ کھڑے ہوئے کارنیلیا نے فوراً جہاز کے کپتان کو لنگر اٹھانے اور بادبان کھول دینے کا حکم دیا۔ ذرا سی دیر میں جہاز کھلے سمندر کے سینے پر فراٹے بھرنے لگا اور تعاقب کی حد سے باہر ہو گیا قاتلوں نے عریاں پومپی کی لوتھ پانی میں پھینک دی اور سر لے کر شاہی کیمپ میں آ پہنچے سمندر کی لہروں نے لاش کو ساحل پر لا ڈالا جسے دیکھنے کے لئے بہت سے بےفکرے جمع ہو گئے۔

قاتلوں نے آزاد شدہ غلام فلپ کو کچھ نہ کہا وہ دیر تک ویران ساحل پر ادھر ادھر گھومتا پھرا۔ جب دیکھا کہ ساحل بالکل خالی ہو چکا ہے تو اپنے بدنصیب آقا کی میت کے پاس آ بیٹھا خون آلودہ لاش کو دھویا، کفن وہاں سامان رکھا تھا، اپنے گلے سے قمیص اتاری اور اسے پہنا دی اسی اثناء میں کوئی رومی سپاہی، جو مظلوم جنرل کے ماتحت کام کر چکا تھا، ادھر آ نکلا۔ دونوں نے مل کر ٹوٹے

جہازوں کے ٹکڑے، گری پڑی لکڑیاں چتا کے لیے فراہم کیں اور پومپی کی لاش ان پر رکھ کر آگ دے دی۔

اگلی صبح پومپی کا سردار لوشیش لنطولس، جو پومپی کے باڈی گارڈ کے دو ہزار جوان ساتھ لئے آ رہا تھا، پیلوشیم کے سامنے لنگر انداز ہوا چتا کی لکڑیاں ہنوز سلگ رہی تھیں جنہیں دیکھ کر وہ بولا کیا جانے کون غریب تھا جسے قضا یہاں لائی تھی پھر ایک آہ بھر کر کہنے لگا ''پومپی اعظم! کیا خبر کہیں یہ تیری ہی چتا نہ ہو'' اس غریب کو نہ پومپی کے سفاکانہ قتل کی خبر تھی نہ یہ خبر تھی کہ میری قضا بھی یہیں منڈلاتی پھر رہی ہے غرض ساحل پر قدم رکھا ہی تھا کہ قاتل ٹوٹ پڑے اور اسے بھی وہیں ڈھیر کر دیا۔

چند روز بعد 2 اکتوبر کو جولیس سیزر اپنے حریف کے تعاقب میں دیوانہ وار اسکندریہ پہنچا یہاں آ کر اس نے دلی نفرت سے اپنے عالی مرتبت حریف کے قتل کی خبر سنی تھوڑی دیر بعد غدار تھیوڈوٹس پومپی کی انگوٹھی اور خون آلود سر لیے حاضر ہوا سیزر نے انگوٹھی لے لی مگر خونچکاں سر کی طرف دیکھنے کی تاب نہ لا سکا منہ پھیر لیا اور انقلاب زمانہ کا تماشا دیکھ کر بے اختیار رو دیا۔ بدمعاش تھیوڈوٹس حیران کھڑا تھا کہ سیزر نے اسے دفع ہو جانے کا اشارہ کیا معاملے کی نزاکت بھانپ کر وہ فوراً مصر سے بھاگا اور مدتوں ایشیائے کوچک اور شام میں مارا مارا پھرتا رہا آخر سیزر کی موت کے بعد مارکس بروٹس نے اسے پہچان لیا اور پومپی کے قتل کی سزا میں بے انتہا ذلت سے سولی پر لٹکا دیا۔ خیال ہے کہ جولیس سیزر

نے پومپی کی راکھ کارنیلیا کے پاس بھجوانے کا حکم دیا تھا جس کو اس نے دیہاتی قصر میں دفن کر دیا پومپی کا سر جولیس سیزر کے حکم سے گلزار نمیصص میں اسکندریہ کی فصیل کے پاس دفن کیا گیا جہاں درختوں کی گھنی چھاؤں میں اس کا روضہ تعمیر ہوا بعد ازآں سیزر نے پومپی کے رومی سپاہیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا جنہیں شہزادے کے مشیروں نے قید کر رکھا تھا اور انہیں اپنے ظل حمایت میں لے لیا اس کے دل کو جو مسلسل کئی ہفتے کے کشت وخون سے اکتا چکا تھا اک گونہ تسکین ہوئی کہ آخر میں نے اپنے ہزاروں ہم وطنوں کی جان بچالی۔

سیزر کے عجیب وغریب طرز عمل سے شہزادے کے دربار میں جو کھلبلی مچی ہوگی اس کا اندازہ کچھ مشکل نہیں پوتھی نوس اور اکیلاس کو صاف نظر آ گیا کہ اگر ہم نے ہوش مندی سے کام نہ لیا اور ایک ایک لمحے کے تقاضے کو نہ پہچانا تو وہی ذلت اٹھانی پڑے گی جو تھیوڈوٹس نے اٹھائی ہے وہ گھڑیاں گن رہے تھے کہ یا تو سیزر جلد از جلد دوم واپس چلا جائے یا اگر داؤں لگے تو پومپی کی طرح اس ناخواندہ مہمان کو بھی ٹھکانے لگا دیں مگر نہ سیزر کو روم واپس جانے کی عجلت تھی نہ وہ اتنا غافل تھا کہ ان بزدل جلادوں کو موقع ملتا۔ اسی شجاعانہ بے نیازی کی ادا سے جو دیکھنے والوں کو بالعموم حیران کر دیتی تھی وہ کامل سکون سے اپنے جہاز پر ٹھہرا رہا چند دنوں بعد جب خاصی کمک آ گئی تو جہاز کو شاہی بندرگاہ کی شاندار سیڑھیوں کے سامنے لنگر انداز کیا اور اتر کر اسکندریہ کے قصر شاہی میں داخل ہو گیا، جس میں اس وقت خرد سال بطلیموس اور چھوٹی شہزادی آرسینوہ

رہے تھے سیزر کے ساتھ اس کے تین ہزار دو سو سپاہی اور آٹھ سو سوار بھی اترے سیزر کو اطمینان تھا کہ اگر پومپی کے بچے کھچے طرفدار جمع ہوئے تو انہیں جواب دینے اور مصر سے متعلقہ امور کو انجام دینے کے لئے یہ قلیل جماعت کافی ہے۔

مصر آنے میں سیزر کے دو مطلب تھے یعنی شکست خوردہ پومپی کا تعاقب اور اس کی منتشر فوج کو جمع ہونے سے روکنا غالباً اس کی رائے یہ تھی کہ ایسے معاملات میں طاقت کے بجائے سرعت زیادہ سودمند ہوتی ہے وہ جانتا تھا کہ اگر میں بلا تاخیر مصر پہنچ گیا تو کم ہمت اہل مصر اپنے سابقہ سرپرست یعنی پومپی کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیں گے اس کے برعکس اگر فوجیں جمع کرنے میں وقت ضائع کیا تو پومپی دوبارہ اپنی بنیاد مضبوط کرے گا۔ فاتح فارسیلیا کا دماغ فیروزمندی کے سرور سے سرشار تھا۔ اسے بجا طور پر اعتماد تھا کہ میں دربار شاہی کو اپنا مطیع بنا لوں گا اور یہ واضح کر دوں گا کہ رومۃ الکبریٰ کا مختار مطلق میں ہوں، شکست خوردہ پومپی نہیں دربار مصر کی سرپرستی کا طرہ اب تک پومپی کے سر پر لہرا رہا تھا مگر اب شاہ مصر کو احساس ہو جائے گا کہ رومۃ الکبریٰ کی پوری طاقت میرے فولادی بازوؤں میں جمع ہے وہ چاہتا تھا کہ بطلیموسی فرماں روا کو اپنی اہمیت سے آگاہ کر کے سالہا سال کے لئے مصر کے سیاسی معاملات اپنے پنجہ اقتدار میں لے لے غرض رومۃ الکبریٰ کے نام پر یہ تمام معاملات ہموار کرنا بھی اس کا ایک مقصد تھا۔

مورخوں کے بیانات خواہ کچھ ہوں، میرا اندازہ ہے کہ جولیس سیزر کو روم

واپس جانے کی جلدی ہرگز نہ تھی پومپی ساری اٹلی کی آنکھوں کا تارا تھا اسے بے پناہ مقبولیت حاصل تھی اس کی شکست اور قتل کے واقعے سے روم میں ہیجان برپا تھا لوگ اس خانہ جنگی کے واقعات یاد کر کر کے کانپ اٹھتے تھے، جوان دوحریفوں کی خونریز آویزش میں پیش آئے تھے اس کے برعکس اہل روم جولیس سیزر کو ایک جاہ طلب جنگجو حیار سمجھتے تھے مصلحت وقت یہی تھی کہ سیزر رائے عامہ ہموار کرنے کے لئے چند ماہ ملک سے باہر گزار دے، پھر اطمینان سے فتح وظفر کا پرچم لہراتا روم میں داخل ہو۔ چنانچہ اس نے یہی کیا اسکندریہ پہنچتے ہی اسے پومپی کے بیکسانہ قتل کی خبر مل گئی تھی اس طرح اس کا پہلا مقصد پورا ہوا۔ دوسرا مطلب یہ تھا کہ فاتحانہ شان سے قصر شاہی میں داخل ہو اور مصر کے اندرونی معاملات میں دخیل ہو کر اپنی بے پایاں طاقت میں مزید اضافہ کرے۔

اس غرض کے پیش نظر سیزر کو کوکبہ جاہ وجلال چار ہزار سورماؤں کے جلو میں پورے اشتراق سے قصر شاہی کی طرف روانہ ہوا مختار روم کی حیثیت سے بارہ نیز بردار نیزے اور تیر چھکاتے اس نے آگے آگے اہتمام کرتے چل رہے تھے اس وقت شہزادہ بطلیموس اور عمائد حکومت پیلوسیم کے قلعے میں قلوپطرہ سے مشغول جنگ تھے پھر بھی قصر شاہی کی حفاظت کے لئے ایک مسلح دستہ موجود تھا شہر کے عوام بھی برہم تھے ان میں بہت سے وہ رومی جلاوطن غنڈے بھی تھے جنہیں روم کے قانون نے جلاوطن کیا تھا جولیس سیزر کا اس طرح کرو

فر سے داخل ہونا ان کے نزدیک اسی رومی حکومت کا تسلط تھا جس کے آہنی پنجے سے بچنے کے لئے وہ مصر میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے تھے عوام نے اس شاہانہ داخلے کو اپنے پیارے بادشاہ کی توہین سے تعبیر کیا سیزر کے نیزہ برداروں کو دیکھ کر ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی انہیں فوراً احساس ہوا کہ جس رومی غلامی کا ہلکا سایہ ان کے وطن پر مدتوں سے پڑ رہا تھا، آج وہ اپنی پوری ہیبت اور ذلت جلو میں لیے ان کے سر پر مسلط ہو گئی ہے غرض ایک دو جگہ پر غیظ عوام سے تصادم کی نوبت بھی آئی۔ ان تمام باتوں کے باوجود جولیس سیزر کی ادائے بے نیازی کا وہی عالم تھا اسے معلوم تھا کہ میں حملے کی زد سے محفوظ ہوں۔

شہر میں تلاطم برپا تھا۔ شہر کے مختلف حصوں میں عوام نے رومی سپاہیوں پر حملہ کیا اور بعض کو مار ڈالا جولیس سیزر نے فوراً ایک تیز رفتار قاصد ایشیائے کوچک بھیج کر کمک طلب کی اور اپنی حفاظت کے لئے ضروری اقدامات کئے اسے خیال تھا کہ اہل اسکندریہ جنگ کرنے یا اسے بھگانے کی جرأت نہیں کر سکتے لیکن کئی ہفتے کے کشت وخون سے وہ بھی اکتا گیا تھا اور مزید خونریزی کا خطرہ مول لینا نہ چاہتا تھا شاہی قصر اور سپاہیوں کی بارکیں ایک وسیع پشتے کے سامنے واقع تھے، جن کا دفاع بہت آسان تھا اس غدار شہر میں قصر شاہی کی کوہ پیکر دیواریں بھی بجائے خود حفاظت کی ضامن تھیں بندرگاہ کا مشرقی حصہ قصر سے ملحق بلکہ زیر دست تھا سیزر کے جہاز قصر شاہی کی دیواروں کے نیچے لنگر انداز تھے اور یہ گنجائش تھی کہ اگر کوئی مصیبت سر پر آ ہی پڑے تو سیزر رات کی

تاریکی سے فائدہ اٹھائے اور جہاز پر سوار ہو کر نکل جائے غرض میری رائے میں یہ منچلا سردار عوام کی شورش سے بے فکر سکون سے زیر غور معاملات کو سلجھانے میں مصروف تھا۔ کئی ہفتے کی خونریز خانہ جنگی نے اسے تھکا کر چور کر دیا تھا اور اب اس کی خواہش تھی کہ آرام کر کے تازہ دم ہو جائے پر تکلف شاہی محل میں ہر قسم کے سامان تعیش کی افراط تھی خیال ہے کہ سیزر نے جو عیش و عشرت کا عادی تھا قصر اسکندریہ میں اکتوبر کے گلابی جاڑے کا لطف جی بھر کر اٹھایا ہوگا خانہ جنگی کا انجام سیزر کے حسب دل خواہ ہوا تھا۔ اب رومۃ الکبریٰ کی قیادت اس کے ہاتھ میں تھی اور چند ہفتے بعد پورے تجمل و احتشام سے دار السلطنت میں داخل ہونے کا خوش آئند تصور اس کے بے قرار دل کو گدگدا رہا تھا مگر سر دست مصری معاملات کے تصفیے کا حقیر سا کام اس کے سامنے آ گیا تھا لگے ہاتھوں اسے بھی نبٹانا ضروری تھا۔ اس نے ایک قاصد کے ہاتھ شہزادہ بطلیموس اور قلوپطرہ کو پیغام بھیجا کہ خانہ جنگی بند کر کے اپنا اپنا معاملہ میرے حضور میں پیش کرو خاندان بطلیموس کا جھگڑا نبٹانا سیزر اپنا فرض سمجھتا تھا کیونکہ متوفی بلیو شاہ کی وصیت، جس میں اس نے دولت رومہ سے اپنی تجاویز پر عمل درآمد کرانے کی التجائیں کی تھیں، سیزر ہی کے زمانہ مختاری (قونصلی) میں روم پہنچی تھی یہ وصیت پوپی کی تحویل میں رہتی تھی جس کی موت کے بعد یہ تمام حقوق سیزر اپنے حق میں منتقل کرانا چاہتا تھا۔

مجھے اندازہ ہے کہ میری رائے اکثر مورخوں کی رائے سے مختلف ہے جن کا

بیان ہے کہ سیزر بہت جلد روم پہنچنا چاہتا تھا۔

اس پیغام کے جواب میں بطلیموس شہزادہ اپنے وزیر پوتھی نوس کو ساتھ لئے فوراً اسکندریہ آیا کہ دیکھوں تو سہی یہ جولیس سیزر کون بلا ہے اور میرے محل میں کیوں آ گھسا ہے غرض آیا ادھر سے سیزر کا دوسرا پیام پہنچا کہ باہر کیوں ٹھہرے ہو، محل میں چلے آؤ۔ شہزادے اور مکار پوتھی نوس کو سیزر سے مدارا کرنے ہی میں عافیت نظر آئی۔ قصر میں داخل ہوئے سیزر نے شہزادے کو حکم دیا کہ سب سے پہلے اپنی فوج کو ہٹاؤ۔ شہزادہ مان جاتا مگر پوتھی نوس کو یہ منظور نہ تھا اس نے فوراً ایکیلاس کو جو قلعہ پیلوشیم میں سپہ سالاری کر رہا تھا، پیغام بھیجا کہ فوجیں لے کر بے تامل یہاں پہنچو۔ سیزر کو بھی پتا چل گیا شہزادے کو دبایا کہ ایکیلاس کو حکم بھیجو، اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے شہزادے نے دو افسر روانہ کئے ادھر مکار پوتھی نوس نے چند قاتلوں کو اشارہ کر دیا کہ دونوں افسروں کا کام تمام کر دو ایک مارا گیا اور ایک زخمی ہوا پیغام نہ پہنچنا تھا نہ پہنچا۔ دو دن بعد ایکیلاس بیس ہزار پیدل دو ہزار سوار ساتھ لئے اسکندریہ میں آ داخل ہوا اب سیزر نے دفاعی انتظامات کئے تا کہ شہر کا اتنا حصہ جو اس کی مختصر فوج سنبھال سکتی تھی، محفوظ رہے۔ یہ حصہ قصر شاہی، شاہی محلّہ، تھیٹر فورم اور شاہراہ کینوفس کے ایک ٹکڑے پر مشتمل تھا۔

مخالفوں کا انبوہ کثیر اگرچہ تشویش انگیز تھا مگر کچھ ایسا ہیبت ناک نہ تھا ان میں سے ایک حصہ گیبنین کی فوج محافظ کا تھا جو قوی ہیکل سہی مگر مصر میں رہتے

رہتے آرام طلب ہو گئے تھے کچھ اٹلی کے جرائم پیشہ تھے جو فوج میں بھرتی ہو گئے تھے کچھ شام اور سلیشیا کے قزاق اور بدمعاش اور کچھ مصری سپاہی سیزر کو مطلق تشویش نہ تھی وہ قلعہ نما سنگین قصر میں محفوظ بیٹھا تھا اور چار ہزار جفاکش کارآزمودہ جوان اس کے پاس تھے علاوہ بریں شہزادہ، پوتھی نوس، اور شہزادی آرسینو کی جان اس کی مٹھی میں تھی تیز رفتار بحری بیڑا دیوار قصر کے نیچے لنگر انداز تھا غرض تشویش ہوتی بھی تو کیوں ہوتی ہاں ایک الجھن تھی وہ یہ کہ جھگڑا شہزادہ بطلیموس اور قلوپطرہ کا تھا اور جب تک قلوپطرہ میدان جنگ سے قصر میں نہ آ جاتی جولیس سیزر کی ثالثی کا سوال ہی نہ تھا قلوپطرہ اتنی احمق نہ تھی کہ قصر تک پہنچنے کے لئے ایکیلاس کے ٹڈی دل لشکر میں سے گزرتی اس خیال سے جولیس سیزر عجیب کشمکش میں گرفتار تھا۔

آخر قلوپطرہ کی جرأت و ہمت تمام مشکلات پر غالب آئی۔ اسے خوب اندازہ تھا کہ میری بحالی کا واحد طریقہ یہ ہے، جولیس سیزر اس جھگڑے کا فیصلہ کرے۔ اس مقصد کے لئے اس کا بذات خود قصر میں ہونا ضروری تھا جس کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی ایک روز اس نے فوج کو تو پیلوشیم کے پاس چھوڑا اور خود ایک جہاز میں سوار ہو کر اسکندریہ کا رخ کیا۔ اکتوبر کی چھٹی یا ساتویں تاریخ تھی اور اندھیرا ہو چکا تھا۔ اسکندریہ کی بندرگاہ ابھی دور تھی کہ یہ باہمت شہزادی جہاز سے اتر کر ایک کشتی میں سوار ہوئی۔ صرف ایک جاں نثار اپالوڈورس ساتھ تھا۔ رات کی تاریکی میں یہ کشتی چپکے سے بندرگاہ میں داخل ہو گئی یہ بہت

بڑا کارنامہ تھا مگر اس سے کہیں خطرناک مرحلہ اب درپیش تھا۔ اسے خوب اندازہ تھا کہ جولیس سیزر کے ساتھ شہزادہ بطلیموس اور پوتھی نوس اسی محل میں مقیم ہیں اور یقیناً محل پر ان کا پورا تصرف ہوگا۔ اسے اپنے خاندان سے زیادہ با اقتدار فرمانروا کا تصور قدرتاً ہو ہی نہ سکتا تھا اس لئے وہ کیونکہ سمجھتی کہ محل کے چپے چپے پر جولیس سیزر کے سپاہی قابض ہیں اور بطلیموس یا پوتھی نوس وغیرہ کتنے ہی ذی اثر سہی مگر اس وقت سیزر کی حراست میں ہیں اسے فطرتاً یہی خیال تھا کہ شاہی گھاٹ کی سیڑھیوں پر پہنچی نہیں کہ شہزادے کے آدمیوں کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ یا اگر وہاں سے بھی صحیح سلامت گزر گئی تو میری آمد کی خبر سنتے ہی جان کے گاہک سایے کی طرح ساتھ لگ جائیں گے اور پہلے ہی برآمدے میں ڈھیر کر دیں گے عجیب شش و پنج میں مبتلا تھی۔

قلوپطرہ نے آگے بڑھنا مناسب نہ سمجھا۔ دیوار قصر کے نیچے سمندر کی ساکن سطح پر کشتی میں موقع کا انتظار کرتی رہی یہاں تک کہ اندھیرا چھا گیا اب اس نے وہ مضحک کام کیا جو اس کی تیز دماغی اور جرأت کا شاہد ہے۔ وہ ایک کمل اور بوری میں لپٹ گئی اور اپالوڈورس کو حکم دیا کہ مجھے بستر کی طرح لپیٹ کر اوپر سے رسی باندھ لو اور یہ پلندا کاندھے پر اٹھا کر کسی دروازے سے محل میں داخل ہو جاؤ۔ آج کل کی طرح اس زمانے میں بھی دری کمل تکیہ وغیرہ ایک مسافر کا سفری سامان ہوتا تھا جیسا کہ بیان ہوا قلوپطرہ نازک اندام دھان پان عورت تھی اور اپالوڈورس جیسے تنومند کے لئے اسے کاندھے پر اٹھالانا

چنداں مشکل نہ تھا۔ راستے میں یقیناً پہرے داروں نے ٹوکا ہوگا اور اس اس نے بھی اطمینان سے جواب دیا ہوگا کہ میں اپنے ایک رومی دوست کا بستر پہنچانے آیا ہوں۔

غرض اپالوڈورس حکومت کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھائے جولیس سیزر کے حضور میں پہنچا۔ پلندا کھلنے اور اس میں سے نازک اندام، آشفتہ حال ملکہ کو نکلتے دیکھ کر یقیناً جولیس سیزر حیران رہ گیا ہوگا۔ پلوٹارک لکھتا ہے کہ وہ قلوپطرہ کی دلیری و پرتدبیری سے مسحور ہو گیا قلوپطرہ بھی بستر سے نکل کر اور رومی فاتح کو مبتلائے حیرت دیکھ کر بہت ہنسی ہوگی کیونکہ سیزر جہاں نسوانی حسن کا عاشق تھا وہاں جرأت و شجاعت کا بھی قدردان تھا۔ غرض رات بھر قلوپطرہ اپنی غریب الوطنی کے واقعات سناتی رہی اور وہ دلچسپی بلکہ شیفتگی سے سنتا رہا مناسب ہے کہ یہ دلچسپ داستان یہاں ختم کر کے سیزر کے اخلاق و عادات کا حال لکھا جائے جو قصر اسکندریہ میں محو عشرت تھا۔

☆☆☆☆☆☆

پانچ

جولیس سیزر

جولیس سیزر کی تاریخ ولادت 12 جولائی 106 ق م ہے۔ اس حساب سے مصر کے شاہی محل میں قیام کے وقت وہ خاصا ادھیڑ آدمی تھا زندگی کے ترپین سال گزر چکے تھے اور عمر گریز پا نے اس کے چہرے پر فرسودگی کے نشان ثبت کرنے شروع کر دیے تھے جوانی کی بدمستیوں نے چہرے کی رعنائی ختم کر دی تھی جھریاں شباب رفتہ کی سوگوار تھیں اور آتے بڑھاپے کی غماز اعصاب کی لچک، جو نوجوانی کا تحفہ ہے عصلاہت میں تبدیل ہو رہی تھی لیکن اب بھی وہ خاصا خوش رو تھا اور اس کی حرکات وسکنات سے مترشح ہوتا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو چاق و چوبند ہونے کا احساس ہے وہ چھریرے بدن کا رئیس زادہ تھا جو آج بھی یورپ کے تمام علاقوں میں رہتے ہیں اور شہسواری یا چوگان بازی کے عاشق ہوتے ہیں وہ بہت عمدہ شہسوار تھا فرانس میں اس نے ایک ایسے سرکش بدلگام گھوڑے کو رام کر کے سواری کی تھی جس پر کسی شخص کو چڑھنے کی ہمت نہ تھی اس کی عادت تھی کہ اپنے ہاتھ پشت کے پیچھے باندھ کر گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیتا تھا کشیدہ قامت ہونے کے باوجود اس کا وزن ڈیڑھ من سے زیادہ نہ ہوگا مگر وہ بیحد پھرتیلا سپاہی، ایک ہوشیار اور تیز وسعت تیغ زن، بہت

عمدہ تیراک اور اعلیٰ درجے کا ورزشی آدمی تھا جو میدان جنگ میں جرأت و شجاعت کا بارہا ثبوت دے چکا تھا۔ نوجوانی ہی میں اس کی دلیری و جانبازی مسلم ہو چکی تھی ابھی اکیس سال کا تھا کہ محاصرہ میٹیلین میں ایک سپاہی کی جان بچانے کے صلے میں روم کا سنہری تمغہ حاصل کیا جو ہمارے وکٹوریہ کراس کی طرح ان دنوں جانبازی کا اعلیٰ ترین انعام تھا گھمسان کی لڑائی میں وہ زرہ پہنے بغیر بے خوفی سے ایک صف سے دوسری میں جاتا اور سپاہیوں کا دل بڑھاتا مشہور ہے کہ جب ایک لڑائی میں حریف کے بے پناہ حملے سے بچنے کے لئے لشکر کا علمدار پیٹھ دکھا کر بھاگا تو اس نے فوراً اسے روکا، اس کا رخ بدلا اور دشمن کی طرف اشارہ کر کے کہا ''میرے بہادر تم کہاں جا رہے ہو دشمن ادھر نہیں بلکہ ادھر ہے۔''

جولیس سیزر کا ستواں چہرہ گھٹی ہوئی ڈاڑھی، سیاہ آنکھیں، تیز نظریں، کھڑا نقشہ، مستحکم اور چسپاں ہونٹ، پھیکی موتیا رنگت صاف اشارہ کرتے تھے کہ وہ بے خوف شہسوار، تیز دست سپاہی اور اپنے وقت کا صاحب عزم انسان ہے۔ نفاست پسندی اور زینت و آرائش اس کے خمیر میں تھی خوش وضع سر پر تھوڑے سے بال تھے جنہیں بنائے رکھنے سے وہ کبھی غافل نہ ہوتا۔ اس کے چغے پر خوب چوڑی اودی گوٹ اور خاصا بڑا حاشیہ لگا رہتا تھا۔ جواہرات سے اسے عشق تھا ایک باریک بیش قیمت موتی ساٹھ ہزار پونڈ میں خریدا اور اپنی ایک آشنا کی نذر کر دیا یہ بھی کہا جاتا ہے برطانیہ پر اس کی فوج کشی کا سبب یہ تھا کہ

اسے وہاں بہترین موتی دستیاب ہونے کی خبر ملی تھی۔

جولیس سیزر کی سج دھج سے ایک طرح کا بانکپن اور اوضاع و اطوار سے خود آرائی و خود پسندی ٹپکتی تھی۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اسے اپنی خوش وضعی و خوبروئی کا احساس ہے اسے یہ جتانے میں کچھ عار نہ تھی کہ عورتیں مجھ پر جان دیتی ہیں اس کی خوبروئی وجاہت سے خالی نہ تھی بڑا سر تیز تیز نظریں اور چہرے کا تحکم صاف کہے دیتے تھے کہ خوشنما نقش و نگار کے پڑے میں عظمت کے نقوش پوشیدہ ہیں ہر شخص جو اس کے سامنے آتا اس کی بے پناہ قوت ارادی، دماغی صلاحیت اور عزم بلند سے مرعوب ہو جاتا۔ مختلف زاویوں سے دیکھنے پر اس کے جھریوں والے چہرے کے پس پردہ اس کی قوت تخیل، شوق حسن پرستی اور فن کارانہ انداز فکر بے پردہ نظر آتے تھے مگر بالعموم اس سے ہم کلام ہونے والوں کے دل پر جو نقش بیٹھتا تھا وہ اس کے عزم و حوصلہ، شدت مقصد اور شائستگی کا ہوتا تھا اس کی حرکات میں وقار و سکون تھا جس میں چستی، شگفتگی اور عزم کی جھلک پائی جاتی تھی اور جو امارت خاندانی کے علاوہ سپہگری اور جوہر جانبازی کو آشکارا کرتی تھی آواز بلند اور گونج دار تھی وہ ایک بے مثال مقرر تھا جو دوران تقریر صحیح الفاظ کے انتخاب سے بلاغت کا طلسم باندھ دیتا تھا۔ اس کا انداز خطاب بے لاگ اور واضح ہوتا، جس میں الجھاؤ نام کو نہ تھا اس کا خلوص مقصد اور بلند ہمتی شک و شبہہ سے بالاتر تھی مگر بیت کم آدمی اس حقیقت سے باخبر تھے کہ وہ ضرورت کے وقت تمام اخلاقی اصول بالائے طاق

رکھ دیتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیزر حد درجہ غیر محتاط آدمی تھا اکثر مورخوں کی رائے ہے کہ وہ ایک باضابطہ انسان تھا جو جذبہ وطن پرستی اور اصول اخلاق کی خاطر جینا اور مرنا جانتا تھا۔ مگر مجھے یہ تسلیم کرنے میں تامل ہے اس میں بہت سی خوبیاں تھیں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک عظیم شخصیت تھی جس میں یہ صلاحیت تھی کہ روئے زمین کی قوموں کو مسخر کر کے ان کے لئے باقاعدہ نظام حکومت متعین کر دے مگر ان تمام اوصاف کے باوجود بہت سی کوتاہیاں بھی تھیں اپنی عظمت کے باوجود اسکندریہ کے قصر شاہی میں آشفتہ مزاج، نوخیز ملکہ قلوپطرہ کے دل پر قبضہ کرنے کے لئے وہ اس کے جذبات سے کھیلتا رہا اور وہ تمام ہتھکنڈے استعمال کیے جو فسق و فجور سے بھری دنیا میں رائج تھے وہ عورتوں کو فریفتہ کرنے میں ماہر اور اس مکروہ خصلت کے ہاتھوں اتنا بدنام تھا کہ وہ جب فرانس کی فتح کے بعد روم واپس آ رہا تھا تو اس کے سپاہی راستہ بھر ایک گیت گاتے آئے جس کا مفہوم یہ ہے:

''شہر والو، اپنی آبرو سنبھال کر رکھنا ایسا نہ ہو کہ جولیس سیزر تمہاری عورتوں کو فریفتہ کرے''

وہ کسی مذہب کا پیرو نہ تھا اخلاقی اصول اور عزت نفس کی پابندی بھی معمولی تھی البتہ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ ریاکاری سے پاک تھا نہ کبھی تقدس کا دعویٰ کیا اور نہ اہل زمانہ سے اپنی سیہ کاری چھپانے کی کوشش کی نوجوانی میں

خوب کھل کھیلا اور شہوت پرستی کے لئے اتنا بدنام ہوا کہ بعد ازاں جب جنگ میں اس کی دلیری و جان بازی کا غلغلہ بلند ہوا تو اس کے دوست انگشت بدنداں رہ گئے۔ بروٹس کی والدہ سے اس کی آشنائی اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ عشق بازی کا سبق اسے لڑکپن ہی میں یاد ہو چکا تھا بچپن ہی سے بناؤ سنگار کا دلدادہ تھا اور ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ وہ بگڑے ہوئے رئیس زادوں کی طرح اپنی آرائش، نہانے دھونے، عطر، تیل اور نقش و نگار میں ہر روز کئی کئی گھنٹے صرف کر دیا کرتا تھا۔ مانگ پٹی کا یہ شوق اتنا بڑھا کہ جب وہ اپنے دوست نکو میڈیز شاہ بی تھینیا کے ساتھ کچھ دن رہ کر لوٹا تو لوگوں نے اسے مزاحاً ملکہ بی تھینیا کا خطاب دے دیا وہ اپنے دوستوں کی بیویوں سے کھلے بندوں عشق بازی کرتا۔ کوئی خوبصورت عورت بالخصوص وہ عورتیں جن کے شوہروں یا عزیزوں سے اس کی دوستی ہوتی اس کے پھندے سے بچ کر نہ نکل سکتی۔ انتہا یہ ہے کہ سیاسی مصلحتیں بھی اسے اس کاروبار شوق سے نہ روک سکتی تھیں چنانچہ پومپی کی بیوی موشیا کو پھانس کر تباہ کر دینا اور پومپی کی دشمنی مول لے لینا اس حماقت کا ثبوت ہے حالانکہ وہ اس وقت پومپی کی دوستی کا ضرورت مند تھا۔

اس کی آشنائی ایک نہیں سینکڑوں عورتوں سے تھی طلاق کے اکثر مقدمات میں اس کا ہاتھ ہوتا تھا اومان لکھتا ہے ''سینکڑوں غیر عورتوں سے اس کی آشنائی دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان دنوں روم کا معاشرہ کتنا بے غیرت تھا جس نے اس بدمست رنگیلے کو زندہ چھوڑا! اور نہ چاہیے تو یہ تھا کہ کوئی غیرت مند کسی

اندھیرے کونے میں اپنا خنجر اس کے سینے میں اتار دیتا'' غرض یہ قسمت کا دھنی صحیح سلامت رہا لطف کی بات یہ ہے کہ یہی آشنا عورتیں اس کی سیاسی ترقی میں مددگار تھیں کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں کریسس، پومپی، گیبی نیس غرض اکثر اہم ترین اشخاص کی بیویاں اس کے دام الفت میں اسیر تھیں اپنے عہد کے رنگیلوں کا سرغنہ روم کے نوجوانوں کی نفسیات سے بخوبی واقف تھا اور اس واقفیت سے میدان جنگ میں خوب فائدہ اٹھاتا تھا پلوٹارک لکھتا ہے کہ جنگ فارسیلیا میں اس نے اپنے پیدل دستوں کو جو پومپی کے سواروں کی یلغار روکنے پر مامور تھے ہدایت کر دی تھی کہ وہ تلواروں سے دشمن کے گھوڑوں کے پاؤں کاٹ دے کے بجائے سواروں کے منہ پر وار کریں کیونکہ نوجوان ناآزمودہ کار سوار جان کو خطرے میں ڈالنے یا اپنے حسین چہرے کو داغدار بنانے سے سخت گھبراتے ہیں جولیس سیزر کا اندازہ بالکل صحیح نکلا پومپی کے نوجوان سوار سیزر کے کارآزمودہ سپاہیوں کے حملے کی تاب نہ لا سکے اور منہ پر ڈھالیں روک روک کر بھاگ نکلے۔

مالی معاملات میں وہ حد درجہ غیر محتاط تھا نوجوانی میں بے حساب قرضہ لیا اور بے دریغ خون کیا۔ قرض کبھی ادا کیا تو مزید روپیہ کہیں اور سے قرض لے کر غرض نوجوانی میں پونے تین لاکھ پونڈ کا مقروض تھا جس کا بیشتر حصہ اس نے فرانس کی لڑائیوں کے مال غنیمت سے ادا کر دیا لیکن بعض مواقع ایسے بھی پیش آئے کہ وہ دیوالیہ ہو گیا اور تباہی کا بھیانک منہ صاف دکھائی دیا۔ بار بار قرض

لینے کی وجہ یہ تھی کہ روم کی سیاست میں ممتاز مقام حاصل کرنے اور اپنی ٹولی کے امیدواروں کو انتخابات میں کامیاب کرانے کے لئے وہ اندھا دھند روپیہ پھونکتا تھا۔ اس کے علاوہ عوام کو خوش رکھنے کے لئے دعوتوں، تماشوں اور تھیٹروں میں دولت کو پانی کی طرح بہاتا تھا ایک بار صرف ایک دعوت میں بائیس ہزار رومی اس کے دسترخوان پر موجود تھے اپنی وزارت داخلہ کے زمانے میں اس نے کوئی سوا تین سو شمشیر زنی کے مقابلوں کا خرچ اٹھایا اپنی زندگی میں اس نے بے شمار کھیل تماشوں اور مقابلوں کا خرچ قرض لے لے کر برداشت کیا جس کی ادائی اس کے دشمنوں اور مفتوحہ ملکوں کی تباہ حال رعایا کے آنسوؤں سے کی جاتی تھی!

چشم روزگار نے جولیس سیزر جیسے جاہ طلب آدمی کم دیکھے ہوں گے حصول اقتدار کی آگ اس کے سینے میں بھڑکتی رہتی تھی کسی بالا دست حریف کا وجود اسے کسی قیمت پر منظور نہ تھا یہ مقاصد پورے کرنے کے لئے وہ بے دریغ قرض لینے اور اندھا دھند روپیہ پھونکنے سے ذرا نہ ہچکچاتا کسی کا زیر دست رہنا اور بارگاہ سیاست میں ثانوی حیثیت رکھنا اس کے لئے نا قابل برداشت تھا مکمل اور مطلق اقتدار کے سوا کوئی چیز اس کے جذبہ طلبی کی تسکین نہ کر سکتی تھی ایک مرتبہ وہ کوہ والپس عبور کرتے ہوئے ایک کوہستانی قریے سے گزرا تو کسی نے اس تباہ حال گاؤں کی ناداری و بے سروسامانی کا اشارہ کیا سیزر نے فوراً جواب دیا کہ کچھ بھی سہی مگر جہاں تک میری پسند کا تعلق ہے میں اس گاؤں کا

سب سے بڑا آدمی بننا پسند کروں گا بجائے اس کے کہ مجھے روم میں دوسرا آدمی بننے پر مجبور ہونا پڑے اسی طرح ایک بار سکندر اعظم کے حالات پڑھتے پڑھتے وہ تصور کر کے رونے لگا کہ جس عمر میں سکندر نے آدھی دنیا مسخر کر لی تھی اس میں اس کے ہاتھ سے کوئی کارنامہ کیوں نہیں ظاہر ہوا یہ جذبہ بیتاب جسے پلوٹارک، عزت طلبی کا نام دیتا ہے، اس کے گفتار و کردار سے بہت کم مترشح ہوتا صرف خاص خاص لوگوں کو اندازہ ہوتا تھا کہ اس نفیس مزاج خوش اطوار شخص کے دل میں نا قابل تسکین حب جاہ کے شیاطین ہاؤ ہو مچا رہے ہیں سسرو کا بیان ہے ''جب میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے آراستہ بالوں کو بار بار انگلی سے درست کر رہا ہے تو یہ خیال تک نہیں آتا کہ یہ شخص رومۃ الکبریٰ کا مختار مطلق بننے کی فکر میں ہے''

پھر بھی حقیقت یہی تھی کہ یہ شاندار سپاہی، جس کے اطوار سے امارت ٹپکتی تھی اور جس میں دل فریبی کوٹ کوٹ کر بھری تھی، انتہائی بدکرداری، سیاہ کاری اور طمع زر کی پستیوں میں محض اس لئے گر جاتا تھا کہ کسی طرح دنیا کو اپنے قدموں پر جھکا لے ایک مرتبہ جب وہ اور کیٹولس وزارت عظمیٰ کے امیدوار تھے، موخر الذکر نے ایک لاکھ روپے بھیجے تا کہ وہ اس کے مقابلے میں دستکش ہو جائے جولیس سیزر نے غیظ و غضب سے یہ رقم ٹھکرا دی اور کہلا بھیجا کہ میں دو لاکھ روپیہ قرض لے کر الیکشن لڑنے اور ووٹ خریدنے کا ارادہ کر چکا ہوں ایک اور موقع پر جب سسرو، جولیس سیزر کی سیاسی برتری کی راہ میں حائل ہو رہا تھا

اس نے اسے راستے سے ہٹانا ضروری سمجھا۔ اس مقصد کے لئے بہترین ذریعہ یہ تھا کہ کلوڈیس کو، جو ایک نوجوان اوباش تھا، منصفی کے عہدے پر مامور کرا دیا جائے جولیس سیزر نے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے اس کا تقرر کرا دیا اسے ذرا غیرت نہ آئی کہ ہی نوجوان میری بیوی پومپیا کا آشنا ہے اور اسے طلاق دیتے وقت میں اسے آشنا یا مدعا علیہ قرار دے چکا ہوں۔

کلوڈیس اول درجے کا اوباش تھا ایک بار جب پومپیا کسی مذہبی تقریب کی سربراہ تھی یہ لچا زنانہ لباس پہن کر وہاں جا پہنچا مگر بات کھل گئی کلوڈیس گرفتار ہوا اس پر بد اخلاقی کے علاوہ مذہبی رسوم کی بے حرمتی کا مقدمہ چلا جج اسے حکم سزا سناتے ہوئے جھجکتے تھے کیونکہ اس بدمعاش کو عوام میں بے پناہ مقبولیت حاصل تھی مگر حکام بالا کی طرف سے چونکہ باز پرس کا خوف بھی تھا اس لئے انہوں نے اپنا فیصلہ تو لکھا مگر اتنا بد خط کہ کوئی اسے پڑھ ہی نہ سکا بایں ہمہ جولیس سیزر نے پومپیا کو طلاق دے دی جس پر اس خاتون نے یہ یادگار الفاظ کہے:

''سیزر کی بیوی پر کسی قسم کا شبہہ ہونا ہی نہ چاہیے''

پھر بھی پلوٹارک کی یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ کلوڈیس کو منصفی کے عہدے پر مقرر کرا دینا سیزر کی زندگی کا انتہائی شرمناک واقعہ ہے۔

سیزر کی پہلی بیوی کوسوشیا تھی ایک مالدار عورت جس سے سیزر نے اس کی دولت کی خاطر شادی کی تھی مگر بعد ازاں سیزر کا دل سنا کی بیٹی کورنیلیا پر آ گیا

اس نے کوسوشیا کو طلاق دے دی اور اپنی دل پسند محبوبہ سے شادی کر لی صلا جیسے خطرناک آدمی نے بہت چاہا کہ سیزر اسے چھوڑ دے مگر سیزر نے صاف جواب دے دیا آخر 68 ق م میں موت کے بے رحم ہاتھ نے سیزر کو اس کی معشوقہ سے جدا کر دیا اگلے سال سیزر نے پومپی سے تعلقات بڑھنے کے لئے اس کی رشتہ دار پومپیا سے شادی کر لی جس کا قصہ اوپر بیان ہوا ہے۔

پومپیا کو طلاق دینے کے بعد سیزر نے کلپورنیا سے شادی کی جو کلپورنیس جیسے رسوائے عالم آدمی کی بیٹی تھی فسق و فجور کے اس دور میں بھی یہ شخص اپنی سیاہ کاریوں کے لئے بدنام تھا اس کی لچر شہوت انگیز نظمیں یونانی ادبیات کے دامن پر داغ کی طرح باقی ہیں جولیس سیزر نے جوڑ توڑ کر کے اپنے خسر کو قونصلی کے عہدے جلیلہ پر فائز کرا دیا کیٹو نے سخت احتجاج کیا کہ لوگوں کا اس طرح ساز باز کر کے ایک دوسرے کو معزز ترین عہدوں پر فائز کرانا اور عورتوں کے وسیلے سے سیاست کے میدان میں بڑھنا سخت ذلیل حرکت ہے۔ ہنگامہ احتجاج کو دبانے کے لئے سیزر یہاں تک تیار ہو گیا کہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر پومپی کی لڑکی سے عقد کر لے جو صلا کی زوجیت میں تھی اور جسے صلا سے طلاق دلوانی پڑتی اور پومپی سے اپنی بھتیجی اوکٹوبویا کو بیاہ دے جو اس وقت مارسیلس کے نکاح میں تھی اور جسے اس کے شوہر سے طلاق دلوانی پڑتی اخلاقی پستی کی دوسری انتہا تھی جس میں سیزر گرنے کے لئے قطعاً تیار ہو گیا۔

جولیس سیزر جیسے رند عام سوز کم ہوتے ہیں اسے بدنامی کی ذرا پروا نہ تھی

بعض مرتبہ یہ بے پروائی بیدردی و شقات کی حد تک پہنچ جاتی دوسروں سے روپیہ اینٹھ لینا اخلاق و اصول کو پس پشت ڈال دینا، خانگی اور سیاسی سازشوں میں کھلے بندوں حصہ لینا اگر چہ تیز دماغی اور دلیری کی دلیل ہے مگر یہ وہ اوصاف ہیں کہ صرف جرائم پیشہ ہی ان پر فخر کر سکتے ہیں اس کی دلاوری او ربےخوفی البتہ قابل تعریف ہے سیلیشیا کے بحری قزاقوں کے ہاتھوں میں پڑ کر صحیح سالم نکل آنا اور بعد میں ان خونخوار درندوں کو گرفتار کرنا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی نظیر ساری دنیا میں نہیں ملتی وہ اڑتیس دن تک قزاقوں کی قید میں رہا ان کا مطالبہ تھا کہ وہ اپنے سر بہا (فدیہ) کے طور پر پانچ ہزار پونڈ کی رقم ادا کرے مگر اس شیر دل نے قہقہہ مار کر کہا کہ میرا فدیہ کم از کم بارہ ہزار پونڈ ہو جانا چاہیے آخر یہی رقم اس نے انہیں والی زمانہ اسلامی میں وہ ان جلادوں سے اتنی بےخوفی سے پیش آتا کہ حیرت ہوتی۔ وہ خواہ مخواہ ان کے کھیلوں میں شریک ہو جاتا، ان کی وحشیانہ حرکتوں پر ملامت کرتا، نیند آنے لگتی تو انہیں حکم دیتا کہ خبردار کسی کی آواز نہ نکلے جب کبھی جی چاہتا ان کے چہلوں میں بھی حصہ لیتا اور انہیں اپنی لغو لاطینی نظمیں سناتا (نظم میں وہ پست تھا) اور اگر وہ داد نہ دیتے تو انہیں جی بھر کر سخت سست کہتا دن میں پچاس مرتبہ ان کے کان کھولا کرتا کہ بدمعاشو مجھے آزاد ہو لینے دو ایک ایک کو پھانسی پر نہ لٹکایا تو میرا نام سیزر نہیں وہ احمق قہقہے لگاتے اور اس کی دھمکیوں کو نرا مذاق سمجھتے آخر جب سیزر ان کی قید سے آزاد ہو گیا تو ایک دستہ فراہم کر کے انہیں پکڑ لیا اور سبھوں کو دار پر کھینچنے کا

حکم دیا ان دنوں دارورسن ایسی وحشتناک سزا تھی جس کی اذیت کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے بایں ہمہ سیزر کو اس وقت ان سفاکوں پر رحم آ گیا اور اس نے حکم دیا کہ اذیتیں دے دے کر جان نکالنے کے بجائے ان کی گردنیں مار دی جائیں۔

اسے بے رحم نہیں کہہ سکتے شرافت و رحم دلی اور وسیع القلبی اس سے اکثر ظاہر ہوتی تھی۔ اپنے ذی جاہ مگر بدنصیب حریف پومپی کا سر اور انگوٹھی دیکھ کر وہ بے اختیار رو دیا تھا زمانے کی حالت دیکھیے کہ ان دنوں روم میں پومپی کے جتنے مجسمے تھے سب گرا دیے گئے تھے سیزر کو خبر لگی تو حکم دیا کہ تمام مجسمے دوبارہ نصب کر دیئے جائیں یہ ضرور ہے کہ وہ میدان جنگ میں خون کی ہولی کھیلتا اور بعض اوقات بے ضرورت بھی قتل عام کا حکم دے دیتا اکثر لڑائیوں میں اس نے ہزاروں جنگی قیدیوں کے داہنے ہاتھ کٹوا دیئے اسی طرح وسینیٹی سینیٹ کے ارکان کو قتل کرا دینا بھی اس کی وحشیانہ حرکت تھی یوسی پی ٹینز اور ٹنک ٹیری قبائل سے صلح کے بہانے ہتھیار رکھوا کر چار لاکھ تیس ہزار مردوں، عورتوں اور بچوں کے گلے بیدردی سے کاٹ دینا اس کی سپہگری کے دامن پر وہ داغ ہے جو کبھی نہیں مٹ سکتا کیٹو نے یہ واقعہ سن کر حکم دیا تھا کہ سیزر کو پابجولاں ان قبیلوں کے حوالے کر دیا جائے تا کہ وہ اس سے حسب دلخواہ انتقام لیں۔

وہ ڈائس میں دس سال تک مصروف کار رازر رہا اس عرصے میں اس نے آٹھ سو شہر فتح کئے، تین سو حکومتوں کو زیر کیا، تقریباً دس لاکھ آدمی قتل کئے اور دس

لاکھ کو غلام بنا دیا۔ ورسنگے ٹوریکس جیسے منچلے سورما کو چھ سال تک قید رکھ کر قتل کیا میٹلس نامی جج نے ایک بار ایوان میں سختی سے سوال کیا کہ جولیس سیزر کو آخر کیا حق ہے کہ وہ جنگ جاری رکھنے کے لئے سرکاری خزانہ خالی کرتا رہے تو اس نے اس نوجوان جج کو برملا دھمکی دی کہ یہ بے ہودہ اعتراضات بند کرو ورنہ تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا صاحبزادے اچھی طرح سمجھ لو کہ میں جو کچھ کہتا ہوں اسے کر دکھانا میرے لیے بہت سہل ہے۔

وہ ہر طبقے کے لوگوں سے گھل مل جاتا خاندانی رئیس زادہ ہونے کے باوجود وہ ادنیٰ آدمیوں سے ملنے ملانے اور ہوشیاری سے انہیں اپنا لینے میں مشہور تھا سپاہی اس کے نام پر جان دیتے تھے جنگ میں وہ ان کے دوش بدوش سختیاں برداشت کرتا اور وہ بھی لڑائی کی صعوبتوں اور انتہائی صبر آزما تکالیف کے باوجود اس پر فدا رہتے۔ جنگ میں وہ روزانہ سو میل کا سفر طے کر لیتا اور اگر راستے میں کوئی دریا حائل ہوتا تو بے تامل کود پڑتا اور تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر جا پہنچتا سفر کرتے وقت یا تو وہ اپنی بگھی کے جھولے میں پڑا سوتا تھا یا فرش پر گٹھڑی بن کر لیٹ جاتا سادہ سے سادہ کھانا کھا لیتا آخر عمر میں غالباً خرابی صحت کی بنا پر شراب سے تائب ہو گیا تھا وہی رند قدح خوار، جو نوجوانی میں بد مستی و مے نوشی کے لئے بدنام تھا، آخر عمر میں سو پرہیز گاروں کا ایک پرہیز گار ہو گیا۔

جولیس سیزر جنگ فارسیلیا کے فوراً بعد یعنی پومپی کو شکست دے کر

اسکندریہ جا پہنچا تھا اس سے پہلے دس سال تک فرانس میں مصروف جنگ رہ کر اپنی فتوحات سے جمہوریہ روم میں بڑا نام پیدا کر چکا تھا پومپی پر فتحیاب ہونے کے بعد وہ رومۃ الکبریٰ کی عظیم ترین ہستی اور سلطنت روم کا مختار مطلق تھا۔ اسے بجا طور پر یہ احساس تھا کہ میں دنیا کی نگاہوں کا مرکز ہوں اسے اپنے وقار کا پورا خیال تھا بقول مامسن اپنے مردانہ حسن کا خوشگوار احساس، متعدد شاندار فتحوں کا تصور اور ہر مشکل پر غالب آنے کا اعتماد، غرض ایک عالم کیف تھا جو اسے بے خود بنائے ہوئے تھا۔ آدھی دنیا کا مختار مطلق ہونے کے بعد اب اسے سکندر اعظم پر رشک کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر بے قرار ولولہ خیز طبیعت فتوحات کے نئے نئے راستے تلاش کرنے کے لئے بیتاب تھی اور میدان جنگ میں بڑے بڑے سپہ سالاروں کو شکست دینے والا سورما اب اس دھن میں تھا کہ مصر کی اس حسین نوخیز سرمست ملکہ کے دل پر قبضہ کر لے جس کی طاقت اور دولت کا شہرہ دور دور تھا۔

☆☆☆☆☆☆

چھ

قلوپطرہ اور سیزر اسکندریہ کے محصور قصر میں

محل میں قلوپطرہ کا ڈرامائی انداز سے داخل ہونا اور سیزر کا اس سے آدھی رات تک باتیں کرتے رہنا صورت حال کو بدل دینے کا موجب بن گیا اپنے حریف پومپی کا کٹا ہوا سر دیکھنے کے بعد سیزر کی خواہش صرف اتنی تھی کہ اسکندریہ جیسے اہم شہر پر جو مشرق و مغرب کی تجارت کا مرکز تھا۔ اپنے جاہ و جلال کا سکہ بٹھا دے اور کچھ عرصہ یہاں کے پر تکلف قصر میں گلابی جاڑوں کا لطف اٹھا کر اپنے خستہ جسم کو آسودگی بخشے پھر جب روم کے ہنگامے دب جائیں تو اطمینان سے وہاں پہنچ جائے مگر اب یہ شگوفہ کھلا کہ اس اہم ملک کی طرازنوخیز ملکہ اپنی تمام کافر ادائیوں سے اس کا دل مسحور کرنے آ گئی اور خود بھی اس کے مردانہ حسن پر فریفتہ ہوگئی قدرتاً سیزر کو اب یہ فکر تھی کہ اس کی دوستی و محبت سے کس طرح استفادہ کیا جائے۔

غالباً قلوپطرہ نے اس رات صفائی اور خلوص سے سیزر کو بتا دیا ہوگا کہ میرے بھائی نے مرحوم باپ کی وصیت کے برعکس مجھے سلطنت سے محروم اور جلاوطن ہونے پر مجبور کیا ہے اسی رات سیزر کے دل میں یہ تمنا ابھری ہوگی کہ اس طاقتور ملکہ کی محبت سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی مفاد بھی

کیوں نہ حاصل کئے جائیں مصر کا یہ زرخیز ملک بحیرہ روم کی یہ سب سے بڑی تجارتی منڈی، نا قابل تسخیر مشرقی ممالک کا یہ صدر دروازہ، مشرقی سیاسیات کی یہ سنہری کنجی آج رات میرے ہاتھ میں ہے اس سے کیوں نہ فائدہ اٹھایا جائے؟ یورپ فتح کئے کئی مہینے ہو چکے تھے یونان اور ایشیائے کوچک حال ہی میں مسخر ہوئے تھے اب وہی مصر جو پومپی اور اس کے ہواخواہوں کی امید گاہ تھا، اپنی ساری دولت اور اپنی ملکہ کی محبت کے سامنے پیش کر رہا تھا جو مورخ یہ کہتے ہیں کہ قلوپطرہ نے سیزر کو اپنے حسن سے مسحور کر کے دین و دنیا سے کھو دیا تھا مجھے ان سے اتفاق نہیں نوخیز ملکہ کی جوانی اس وقت تک بے داغ تھی اس کے برعکس جولیس سیزر ایک رند ہزار شیوہ تھا، جس کی بدچلنی اور آوارگی دور و نزدیک مشہور تھی۔ اندھی دنیا کا عجیب حال ہے کہ واقعات مابعد کا سارا بوجھ جولیس سیزر کے کاندھے سے اتار کر غریب قلوپطرہ کی گردن پر رکھتے دیتی ہے!

میرا خیال ہے کہ جولیس سیزر نے اسی ہنگامہ پرور رات میں یہ طے کر لیا ہو گا کہ اس شوخ و شنگ عورت کے جذبات شوق کو خوب بھڑکایا جائے جس کا جلال سے ملا ہوا جمال اور سیاسی اہمیت اس کے دل میں گھر کر چکی تھی۔ اسی رات اس نے فیصلہ کر لیا ہو گا کہ شہزادے کو تاج و تخت سے محروم کر کے قلوپطرہ کو مصر کی ملکہ بنا دے۔ دن چڑھتے ہی اس نے شہزادے کو بھلا بھیجا وہ آیا اور یہ دیکھ کر مایوس ہو گیا کہ بڑی بہن، جسے وہ جلاوطن کر چکا ہے اور جو کل شام تک

پیلوشیم کے میدان میں صف آراء تھی آج بے تکلف قصر میں موجود ہے سیزر نے اسے سخت سازش کی کہ جس وصیت کا بجالانا تم پر فرض تھا اور جس کی بجا آوری تمہارے متوفی باپ نے جمہوریہ روم کو سونپی تھی تم نے اس کی خلاف ورزی کس طرح کی اب بھی یہی مناسب ہے کہ تم اپنی بہن سے صلح کرلو سیزر کے دل خراش الفاظ سن کر شہزادہ غم وغصہ میں ڈوب گیا بیتابانہ کمرے سے باہر نکلا اور اپنے رفیقوں اور خادموں سے چلا کر کہا کہ مجھے فریب دے کر تباہ کیا گیا ہے نوجوانی کے غیظ میں تاج شاہی زمین پر ٹپک دیا اور زار زار رونے لگا دیکھنے والوں کے دل سے آہ نکلی اور ذرا سی دیر میں ایک غلغلہ برپا ہوگیا اہل اسکندریہ نے، جو قصر کے آس پاس موجود تھے شہزادے کی فوج کو بھڑکا دیا جس نے خشکی اور سمندر دونوں طرف سے قصر پر حملہ کر دیا۔

اب جولیس سیزر کو موقع کی نزاکت کا احساس ہوا فوراً کمرے سے باہر نکلا اور پر غیظ ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ تمام باتیں ان کی مرضی کے مطابق طے کر دی جائیں گی غرض شورش کچھ کم ہوئی سیزر نے ایک اجلاس طلب کیا جس میں قلوپطرہ اور شہزادے کو بلایا دونوں آئے سیزر نے دونوں کے روبرو متوفی بادشاہ کی وصیت پڑھی جس میں ہدایت کی گئی تھی کہ بھائی بہن مل کر حکومت کریں گے اس نے خود کو رومۃ الکبریٰ ثابت کر کے بتایا کہ اس جھگڑے کا تصفیہ کرنا میرا ذاتی فریضہ ہے غرض بھائی بہن میں مصالحت ہوگئی لوعرشہ کو صاف نظر آ گیا کہ آج میری آزادی وخودمختاری کا خاتمہ ہوگیا ہے اور

اب آئندہ میں ہمیشہ بڑی بہن کا زیر دست رہوں گا ڈوین کیشیس کی رائے ہے شہزادے کو خوب اندازہ ہو چکا تھا کہ جولیس سیزر اور اس کی بہن باہم ساز باز کر چکے ہیں قلوپطرہ کے طوار و انداز خود غمازی کر رہے تھے کہ سیزر نے اسے چڑھا دیا ہے وہی مجبوری و مقہور جلاوطن عورت جو ایک رات پہلے جان بچاتی پھرتی تھی آج رومۃ الکبریٰ کے اس جبار فرمانروا کے دل پر قابض تھی جس کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ قوموں کے قانون بن جاتے تھے اور جس کے ماتھے کی شکن سے حکومتیں کانپ اٹھتی تھیں ظاہر ہے کہ ایسے صاحب سطوت جبار کے حضور میں اپنی کامیاب و کامراں بہن کے سامنے بیٹھنے سے نا شاد شہزادے کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہو گا۔

اب جولیس سیزر کی یہ تمنا تھی کہ نوجوان ملکہ کا دل مٹھی میں لے کر مصر کی سیاسیات پر قبضہ کر لے اسے شہزادے اور اس کے ذلیل رفیقوں کا مطلق خیال نہ تھا کیونکہ متوفی بادشاہ کی وصیت سے منحرف ہو کر اور ذی جاہ پومپی کو غداری سے قتل کر کے وہ اس کی آنکھ سے گر چکے تھے مگر اسے یہ خیال ضرور تھا کہ جس طرح رہنے اسکندریہ کے باشندوں کو مطمئن کر کے ان کی آنکھ کا تارا بن جائے تا کہ تین چار ہفتے بعد یعنی روم جاتے وقت ملک میں مکمل امن و امان ہو اسے اندازہ تھا کہ اہل اسکندریہ قبرص کو (جہاں متوفی بادشاہ کے بھائی کی حکومت تھی) حکومت مصر میں شامل کرنے کے آرزومند ہیں اور اگر یہ آرزو پوری کر دی جائے تو وہ اس کا دم بھرنے لگیں گے روم نے 58 ق م میں قبرص پر قبضہ کر

لیا تھا اور مصر کی رعایا نے برہم ہو کر اسی بنا پر متوفی بطلیموس سیزر دہم سے بغاوت کی تھی کہ اس نے قبرص کی بازیافت کے لئے ذرا ہاتھ پاؤں نہ ہلائے یوں بھی یہ جزیرہ قبرص کو مصر میں شامل کر کے اسے چھوٹے شہزادے اور چھوٹی شہزادی آرسینو کی جاگیر قرار دیا۔ ڈوین کا یہی بیان ہے مگر پختہ ثبوت نہیں ملتا کہ قبرص سے روم کا قبضہ اٹھ کر مصر کا قبضہ ہوا ہاں 24 ق م میں البتہ یہ جزیرہ مصر کی قلمرو میں شامل ہو گیا۔

غرض حالات خوشگوار ہوتے ہی جولیس سیزر دوسرے امور کی طرف متوجہ ہوا متوفی بادشاہ نے 59 ق م میں اپنی بحالی کے سلسلے میں روم کے ارکان کو ملانے کے لئے بے دریغ روپیہ قرض لیا تھا سیزر نے چاہا کہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھائے اس نے ایک طرف تو اہل اسکندریہ پر روم کے اس احسان کا رعب جمایا اور دوسری طرف رومی قرض خواہوں کا نمائندہ بن کر اہل مصر سے یہ قرض ادا کرنے کا مطالبہ کیا اگر چہ شاہ مصر بہت زیادہ مقروض تھا مگر سیزر نے یہ رقم رعایتاً ایک کروڑ دینار یعنی چار لاکھ پونڈ مقرر کی اور اسے ادا کرنے کی یہ صورت ٹھہرائی کہ رومی فوج اور بیڑے کی تنخواہ مصر کے خزانے سے ادا کی جائے اہل مصر پومپی کے ہوا خواہ تھے۔ سیزر ان سے تاوان جنگ طلب کر سکتا تھا مگر نہ کیا غرض ان طریقوں سے اور جزیرہ قبرص واپس کر کے سیزر نے اہل اسکندریہ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر بدقسمتی سے پوتھی نوس کی سازشوں نے اس کی دال نہ گلنے دی چار لاکھ پونڈ کی رقم آسانی سے مل سکتی تھی مگر اس عیار

نے یہ حرکت کی کہ شہزادے کے تمام طلائی برتن جو مندروں میں محفوظ تھے پگھلوا کر اشرفیاں بنوالیں اور شہزادے کی میزوں پر مٹی کے برتن۔۔۔۔۔۔رکھ کر اہل مصر کو بہکا دیا کہ دیکھو سیزر کی طمع زر نے تمہارے بادشاہ کو محتاج بنا کر چھوڑ دیا ہے۔اس کی سرکشی کا یہ عالم تھا کہ رومی سپاہیوں کو بدترین آٹا مہیا کرتا اور جب وہ شکایت کرتے تو کہتا کہ صبر و شکر سے کام لو کیونکہ قوم اس کے بھی مستحق نہیں یہی نہیں بلکہ وہ سیزر سے بھی کہہ دیتا تھا کہ حضور مصر کے حقیر معاملات پر وقت ضائع کرنے کے بجائے روم جانے کی تیاری کریں کیونکہ وہاں بڑے اہم معاملات آپ کی توجہ کے منتظر ہیں سیزر سے اس کا برتاؤ اہانت آمیز تھا وہ برابر ایکیلاس سے ساز باز رکھتا اور سیزر کے خلاف منصوبے بناتا رہا۔

پوتھی نوس کی مخالفت بڑھتی چلی گئی آکر سیزر کو بھی دشمن پر وار کرنا پڑا اسے معلوم تھا کہ شاہی عملہ بندرگاہ کے جہازوں پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہے یہ بھی اندازہ تھا کہ میں خود صرف چند جہازوں پر قبضہ رکھ سکتا ہوں اس لیے طے کیا کہ باقی بیڑا تباہ کر دیا جائے اس مقصد کے لیے اس نے ایک دستہ متعین کیا جس نے سارے بیڑے کو جو بڑی بندرگاہ کے مغربی حصے میں لنگر انداز تھا آگ لگا دی باون جنگی جہاز، بائیس محافظ جہاز اور اڑتیس بجرے جل کر خاک ہو گئے حریف کے قبضے میں وہی چند عدد رہ گئے جو شاہی بندرگاہ میں لنگر ڈالے پڑے تھے اس بے پناہ آگ سے بندرگاہ کے پاس کی کئی عمارتوں کو نقصان پہنچا اور

اسکندریہ کی شہرہ آفاق لائبریری کا ایک حصہ آگ کی لپیٹ میں آ گیا ہمعصر مورخ لائبریری کے متعلق خاموش ہیں اس لیے خیال ہوتا ہے کہ سرسری نقصان ہوا ہو گا بہر حال وہ روایت سراسر غلط معلوم ہوتی ہے کہ اس آتش زدگی میں ساری لائبریری جل کر راکھ ہو گئی سیزر نے دوسرا کام یہ کیا کہ اسکندریہ کے روشنی کے مینار اور اس جزیرے کے مشرقی حصے پر قبضہ کر لیا تا کہ بڑی بندرگاہ کا راستہ اس کے قبضے میں رہے اور حسب ضرورت استعمال کیا جا سکے قصر شاہی کے جتنے کمزور مقامات تھے سب مستحکم کر لیے اور خطروں سے محفوظ ہو گیا۔

ڈوین، پلوٹارک وغیرہ کی رائے ہے کہ جولیس سیزر مصر میں اس لئے مقیم رہا کہ وہاں سے دولت سمیٹ کر اپنی ضروریات پوری کرے مگر جو حقیر رقم اس نے وہاں سے حاصل کی وہ اس نظریے کی تردید کرتی ہے۔

صورت حال اگرچہ پر آشوب تھی مگر سیزر مطلق ہراساں نہ ہوا کہا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات قتل کے خوف سے رات رات بھر جاگتا رہتا تھا یہ بات کسی حد تک ٹھیک ہی سہی مگر یہ بے خوف سپاہی ایسے خطروں سے اپنے عیش میں خلل نہیں پڑنے دیتا تھا۔ قتل ہو جانے کا اندیشہ نوجوانی ہی سے اس کے ساتھ لگا ہوا تھا اس نے کتنے ہی آدمیوں کی بیویوں کو اغوا کیا تھا سینکڑوں حریف تھے جو میدان سیاست میں اس کے ہاتھوں تباہ ہوئے تھے لاکھوں مقتولوں کے وارث اس کی جان کے گاہک تھے بے شمار آدمی اس کی تیغ ستم کے زخم خوردہ تھے یہ سب دشمن اس کے خون کے پیاسے تھے اور ہر لمحہ اس بات کا امکان تھا

کہ کوئی سر پھرا اپنا آبدار خنجر اس کے سینے میں اتار دے سیزر اس دائمی خوف کا عادی ہو چکا تھا اور اب پوتھی نوس کی ریشہ دوانیوں کے باوجود اطمینان سے قصر شاہی میں بیٹھا مصر کی خوش اطوار ملکہ پر ڈورے ڈال رہا تھا۔

الفت کی آگ دونوں طرف برابر لگی ہوئی تھی اگر منیر اس نئی نویلی ملکہ پر فریفتہ تھا تو وہ بھی اس کے مردانہ حسن پر مائل ہو چکی تھی وہی محبت، جسے پہلے دونوں نے سیاسی مفاد حاصل کرنے کا آلہ بنایا تھا، عشق میں تبدیل ہو چکی تھی قلوپطرہ پہلی مرتبہ شراب عشق کے نشے میں سرشار ہوئی تھی ہزار شیوہ سیزر جو عمر سے اتر چکا تھا اس شوخ و شنگ دلربا کی محبت کے خیال میں مست تھا ادھیڑ ہونے کے باوجود اس کے چہرے میں جاذبیت اور اطوار میں وقار آمیز دلکشی تھی اس کی بہادری اور شجاعانہ کارنامے زبان زد خاص و عام تھے موجودہ ناساز گار حالات میں بھی اس کی دلیرانہ بے نیازی قابل داد تھی یہ تمام باتیں قلوپطرہ کا دل چھین لینے کے لئے کافی تھیں۔

جولیس سیزر جسے کشت وخون کا کاروبار کرتے مسلسل کئی سال ہو چکے تھے اب تفریح کا خواہش مند تھا قصر شاہی کی رنگین فضا اسے دعوت عیش ونشاط دے رہی تھی اس نے حسب معمول جہانبانی و سپہگری کے بکھیڑے ایک طرف پھینک دیے اور سکون و راحت کے مزے لینے لگا 25 اکتوبر کو دربار روم سے اطلاع آئی کہ وہ سال آئندہ (74) قم کے لئے آمر بنا دیا گیا ہے اب اسے پورا اطمینان ہو گیا شہزادہ بطلیموس یاس وحرماں کا شکار بنا ہوا تھا اور سیزر اس کی

ہمشیرہ کے ساتھ لطف صحبت اٹھا رہا تھا مست شباب ملکہ صرف بیس سال کی تھی اور سیزر ایک پرانا گھاگ رند ہزار شیوہ تھا قلوپطرہ کا پھنس جانا فطری تھا باپ کی وصیت کے مطابق اس کی شادی شہزادی بطلیموس سے ہونی تھی اگرچہ اس سلسلے میں ایک دو رسمیں ادا بھی ہو چکی تھیں مگر سب خالی رسمیں تھیں اور قلوپطرہ ابھی تک درحقیقت دوشیزہ تھی۔

شاہی محل کی پر کیف فضا میں یہ رنگ رلیاں جاری تھیں کہ ایک بیہودہ واقعہ رونما ہوا جس سے یکا یک خانہ جنگی کا شعلہ بھڑک اٹھا چھوٹی شہزادی آرسینو جسے اپنے خاندان کی اکثر عورتوں کی طرح حوصلہ مندی ورثے میں ملی تھی، اپنے اتالیق گینی میڈ کے ساتھ محل سے نکل کر شاہی فوج میں جا شامل ہوئی جو ایکیلاس کے ماتحت شہر پناہ سے باہر خیمہ زن تھی اس سازش کا محرک خود گینی میڈ تھا مدعا یہ تھا کہ ادھر قلوپطرہ اور دونوں شہزادوں کو بدستور قصر شاہی میں محصور رکھیں اور ادھر شہزادی آرسینو کی بادشاہی کا اعلان کر دیا جائے۔

فوجی ہیڈ کوارٹر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے تمام سرداروں کو رشوتیں دے کر اپنے ساتھ ملانا شروع کیا ایکیلاس سپہ سالار نے جسے کچھ اور ہی منظور تھا یہ سب مناسب سمجھا کہ بدستور سابق شہزادے کا وفادار رہے اور اسے سیزر کے چنگل سے نکالنے کی فکر کرے گینی میڈ اور ایکیلاس میں جلد ہی اختلافات پیش آئے اور موخر الذکر قتل کر دیا گیا گینی میڈ نے سپہ سالاری کا عہدہ خود سنبھالا اور جنگ تازہ جوش و خروش سے پھر شروع ہو گئی ایکیلاس کے قتل سے

پہلے پوتھی نوس اور اس کے درمیان خفیہ مراسلات کا سلسلہ تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح سیزر کو ٹھکانے لگا کر مجھے اور شہزادے کو اس رومی عفریت کی قید بے زنجیر سے آزاد کراؤ اس منصوبے کی اطلاع سیزر کو اپنے حجام سے ملی جو بہت ہی پرکار اور تیز ہوش آدمی تھا مزید تو قف خطرناک تھا ایک دعوت پر، جو بھائی بہن کی صلح میں دی گئی، سیزر نے پوتھی نوس کو گرفتار کیا اور فوراً سر اڑا دیا پوتھی نوس کا قتل بالکل اسی طرح واقع ہوا جس طرح اس نے پومپی اعظم کو قتل کیا تھا اور یہ موت بقول لیوکن شاعر بہت باعزت موت تھی اس بد بخت خواجہ سرا کو راستے سے ہٹانے اور اس کی روز افزوں شرارتوں کا خاتمہ کرنے میں سیزر قطعاً حق بجانب تھا وہ اس ذلیل طبقے کا فرد تھا جو مشرقی درباروں میں ہر جگہ پایا جاتا ہے اور جسے اہل مغرب بجا طور پر نفرت سے دیکھتے ہیں یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ اپنے مفادات کی فکر کے دوش بدوش وہ اپنے شہزادے کا سچا وفادار تھا اور اسے ایک ایسے خونخوار جبار سے نجات دلانا چاہتا تھا جس نے آدھی دنیا کے شاہی خاندان بے چراغ کر دیے تھے رہا پومپی کا قتل سو ایسی حرکتیں بطلیموسی دربار میں بارہا ہوئی تھیں اپنے دونوں غدار ساتھیوں یعنی ایکیلاس اور تھیوڈوٹس کی طرح اسے بھی چند روزہ جاہ و اقتدار کی قیمت اپنے خون سے ادا کرنی پڑی اور اس طرح اس کی خباثتوں کا صحیح کفارہ ادا ہو گیا۔

صورت حال بدستور تھی کہ غنیم نے پہلا وار کیا جس سے سیزر کو کچھ اضطراب ہوا قصر شاہی میں پینے کا پانی زمین دوز نہروں کے ذریعے سے بڑی

جھیل سے آتا تھا غنیم نے نہروں کا پانی بند کر دیا سیزر کو پہلے سے اس بات کا اندیشہ تھا اس نے کوشش کی کہ شاہراہ قینوصص سے لگا لگا جنوب کی طرف کچھ بڑھ جائے، جس کے سرے پر جھیل والی بندرگاہ واقع تھی یہاں غنیم نے جم کر مقابلہ کیا اور اگر جولیس سیزر یہاں سے نہ ہٹتا تو اس کے بے شمار سپاہی کام آتے خوش قسمتی سے شاہی احاطے کے اندر امتحاناً چند کنوئیں کھودے گئے تھے جن سے میٹھا پانی نکلا۔ اگر یہ غیبی مدد نہ ہوتی تو پانی کی قلت کے باعث سیزر کو بیک بینی دو گوش اس شہر سے نکلنا پڑتا جس میں وہ شاہانہ طمطراق سے داخل ہوا تھا مصر کے معاملات سلجھانے کی بیگار جو مول لی تھی چھوڑنی پڑتی اور قلوپطرہ کو روم و مصر کی ملکہ بنانے کا منصور بر خاک میں مل جاتا۔

تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ایک اور خوشخبری ملی سینتیسویں پلٹن کا طاقتور بیڑا رسد، ہتھیار اور قلعہ شکن آلات لئے ایشیائے کوچک سے مصر کے ساحل تک آ پہنچا ہوا مخالف تھی اس لیے قصر شاہی کے گھاٹ تک آنے کے بجائے اسے کھلے ساحل پر لنگر انداز ہونا پڑا سیزر نے فوج کو قصر شاہی میں چھوڑا اور اپنا بیڑا لے کر جس میں صرف ملاح ہی تھے سینتیسویں پلٹن سے جا ملا اب اس سارے بیڑے سے اس نے مصری جہازوں پر حملہ کیا جو جزیرہ فروص کے شمال میں جمع تھے اور انہیں شکست دے کر قصر شاہی کے گھاٹ پر واپس آ گیا۔

اب جولیس سیزر کو اپنی طاقت پر اتنا اعتماد تھا کہ اس نے اپنے جہاز ساتھ لے کر سارے جزیرے کے گرد چکر لگایا اور مصری بیڑے کو، جو بڑے بند کے

پاس اپنے مستقر میں لنگر انداز تھا، شکست فاش دی۔ جزیرہ فیروس ابھی تک غنیم کے ہاتھ میں تھا۔ سیزر اس کے مغربی سرے پر اترا اور اس کے قلعوں کو تابڑ توڑ حملوں سے فتح کر کے جزیرے پر قابض ہو گیا جزیرے کے مشرقی سرے پر روشنی کا مینار پہلے ہی اس کے سپاہیوں کے ہاتھ میں تھا اب اس نے یہ طے کیا کہ بڑے بند اور ٹیلے پر قبضہ کر کے مغربی بندرگاہ پر قابض ہو جائے اور اس طرح شہر کے مغربی حصے کو تسخیر کر لے مگر یہاں اسے سخت نقصان اٹھانا پڑا وہ بند کے جنوبی سرے پر بذات خود حملے کی قیادت کر رہا تھا اور اس کے سپاہی کچھ بڑے بند کے اوپر اور کچھ جہازوں میں مصروف کارزار تھے یکا یک مصریوں نے بند کے شمالی سرے پر اس زور کا ہلہ کیا کہ سیزر کے سپاہی چاروں طرف سے زغے میں آ گئے بہت سے قتل ہوئے باقی پانی میں کود پڑے اور اپنے جہازوں میں چڑھ کر جان بچانے میں کامیاب ہوئے۔

جولیس سیزر نے بھی ایک جہاز پر چڑھ کر جان بچائی مگر اس پر شکست خوردہ سپاہیوں کا اتنا ہجوم ہوا کہ وہ ان کے بوجھ سے ڈوب گیا سیزر جو ابھی غنیم کے پنجے سے جان بچا کر نکلا تھا دوبارہ تیرنے لگا عجب ہیجان خیز منظر تھا کہ آدھی دنیا کا مالک موجوں کے تلاطم میں اس طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا کہ ضروری کاغذات کا پلندا ایک ہاتھ میں اٹھائے ہوئے تھا اور اپنا سرخ لبادہ دانتوں میں پکڑا تھا ادھر ادھر سے اس پر پتھروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی جس سے بچنے کے لئے وہ اپنا نیم گنجا سر پانی میں چھپانے پر مجبور تھا جلد ہی ایک جہاز

نے موقع پر پہنچ کر اسے اٹھالیا سیزر کے ہاتھ پاؤں شل ہو چکے تھے سرخ لبادہ جو اس کے فوجی منصب کا نشان ہونے کی حیثیت سے اسے نہایت عزیز تھا ایسا ڈوبا کہ پھر نظر ہی نہ آیا چار سو سپاہی اور خاصے ملاح اس خونریز معرکے میں کام آئے اور اب جولیس سیزر کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ جنگ جسے اس نے کھیل سمجھ رکھا تھا کوئی سستا سودا نہ تھی۔

قصر شاہی میں رہتے رہتے جولیس سیزر کو چار مہینے گزر گئے وہ دن بھر اپنی قلعہ بند فوج میں گھومتا اور رات بھر قلوپطرہ کے ساتھ داد عیش دیتا۔ روم سے ڈاک کا سلسلہ قائم تھا جہاں اس کا قابل اعتماد نائب الطونی اس کے معاملات کی نگہداشت میں مشغول تھا غرض کوئی بات ایسی نہ تھی جو اسے روم واپس جانے پر مجبور کرتی عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ان دنوں دشمنوں میں محصور تھا مگر میرے نزدیک وہ قطعاً محفوظ اور بالکل آزاد تھا اگر اس کا جی چاہتا تو وہ اپنے طاقتور بیڑے میں بحفاظت روم واپس جا سکتا تھا یا وہاں چند ہفتے گزار کر پھر مصر واپس آ سکتا تھا اس کی فوج قصر شاہی میں بالکل محفوظ تھی بیڑے ایشیائے کوچک سے رسد اور سامان برابر لا رہے تھے اور کھلے سمندر میں مصری بیڑے کو ان سے ٹکر لینے کی جرأت نہ تھی۔

ظاہر ہے کہ مصر میں جولیس سیزر کا قیام کسی مجبوری کی بنا پر نہ تھا وہ اسکندریہ کے نرم گرم جاڑے کا لطف جی بھر کر اٹھانا چاہتا تھا اس کی توجہ مصر کے معاملات میں اور دل مصر کی خوش قامت نازک اندام ملکہ میں پھنسا ہوا تھا عمر

کے تقاضے بھی ساتھ ساتھ تھے آدھی سے زیادہ زندگی جنگ و جدل میں کٹ چکی تھی اور اب پچاس سال کی عمر میں اسے یہ خواہش نہ تھی کہ روم کے الجھے ہوئے سیاسی معاملات میں جان پھنسائے وہ چاہتا تھا کہ رومی معاملات کے بجائے مصر کے موجودہ جھگڑے کا تصفیہ کرے جہاں کی لڑائی بھڑائی اس کے لیے ایک آسان اور دلچسپ مشغلہ تھی اور جس کے پردے میں وہ اس عورت کی صحبت سے لطف اندوز ہو رہا تھا جو اس کے بے قید جذبات پر سوار تھی اسے پہلے سے اندازہ تھا کہ سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر مصر پر قبضہ رکھنا نہایت ضروری ہے اور اب کہ اس کا دل ملکہ کی زلفوں میں اسیر تھا، وہ کسی قیمت پر مصر سے رخصت ہونے اور ملکہ کو بے یار و مددگار چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔

جولیس سیزر کی عادت تھی کہ جنگ کے حالات اپنے روزنامچے میں خود لکھا کرتا تھا مگر اس نے اب یہ کام اپنے ایک رفیق کو سونپ دیا تھا اس مورخ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صورت حال فی الواقع تشویشناک تھی مگر اس کی تحریریں اور یہ بیان کہ ان دنوں باد مخالف کے سبب بیڑا بندرگاہ سے نکلنے کے قابل نہ تھا محتاج تنقید ہیں حقیقت یہ ہے کہ جولیس سیزر رنگ رلیوں میں محو ہو کر روم کے اہم معاملات سے غافل ہو چکا تھا مصری حملے کی شدت باد مخالف کا دور اور قسمت کی ستم ظریفی وغیرہ عذر لنگ ہیں جو بعض مورخوں نے سیزر کی صفائی کے لئے تراش لیے ہیں۔

بڑے بندر پر ذلت آمیز شکست اٹھانے کے بعد اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ

جنگ کا انصرام پوری مستعدی سے کرے اور سرکش مصریوں کو سزا دے اسے خبر مل چکی تھی کہ صحرا کے راستے شام سے زیادہ کمک آ رہی ہے جس کی مشترکہ کمان ایک یہودی اور ایک عرب سردار کے ہاتھ میں ہے اس کمک کے پہنچتے ہی مصری لشکر کو شکست دے دینا اور مصر پر قبضہ کر لینا یقینی تھا چنانچہ اب اس نے بے تامل ایک ایسا قدم اٹھایا جس سے ثابت ہو گیا کہ وہ مصری معاملات کو پوری سختی اور چیرہ دستی سے طے کرنے پر تلا ہوا ہے اور قلوپطرہ کو بہت جلد وہاں کی ملکہ بنا کر حکومت مصر کی طاقت اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہے۔

شہزادی آرسینو جو گینی میڈ کے بہکانے سے قصر سے نکل بھاگی تھی ملکہ بننے میں ناکام رہی گینی میڈ نے بہتیرے جتن کیے مگر مصری فوج نے اسے ملکہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور شہزادہ بطلیموس کو سیزر کے پنجے سے نکالنے کی کوشش کرتی رہی تاکہ اس کے جھنڈے کے نیچے سیزر اور قلوپطرہ سے جنگ کرے۔ سیزر نے یہی فیصلہ کیا کہ شہزادے کو قصر سے نکال کر مصری فوج میں بھیج دے اسے پورا یقین تھا کہ جنگ بدستور جاری رہے گی مگر جیسا کہ سیزر کے سرکاری مورخ کو اعتراف ہے، وہ چاہتا تھا کہ شہزادہ اس کی حراست سے نکل کر آزادانہ شرائط صلح طے کر لے اسی مورخ نے صاف صاف یہ بھی لکھا ہے کہ دراصل سیزر اسکندریہ کے بے قاعدہ بے سرے کمزور عوام سے لڑنے میں اپنی بے عزتی سمجھتا تھا اس کی خواہش تھی کہ لڑنا ہی ٹھہرا تو کم از کم یہ کہنے کی گنجائش تو رہے کہ اس کا مد مقابل ایک شہزادہ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ درحقیقت

سیزر شہزادے کو دفع کر کے قلوپطرہ کو بلا شرکت غیرے ملکہ بنانے کی فکر میں تھا شاہی کمک کی خبر ملنے کے بعد زہادے کو قصر سے نکالنے کا فیصلہ خود اس بات کی غمازی کر رہا ہے سیزر کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ اب جو جنگ ہوگی اس میں مصری فوج کی شکست اور شہزادے کا قتل یقینی ہے بدنصیب شہزادے کو بھی ان سب باتوں کا اندازہ تھا چنانچہ جب سیزر نے اسے قصر سے نکلنے اور مصری فوج میں شامل ہونے کا حکم دیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور بڑی التجائیں کیں کہ مجھے قصر میں رہنے دیا جائے اسے یقین تھا کہ مصری فوج شکست کھائے گی اور اس صورت میں جولیس سیزر مجھ پر ہرگز رحم نہ کرے گا ادھر سیزر جانتا تھا کہ اگر شہزادہ میری حراست میں رہا تو مصری فوج کو شکست دینے کے بعد بادشاہ بطلیموس متوفی کی وصیت پر عمل کرنے یعنی قلوپطرہ اور شہزادے کو مشترکہ بادشاہ بنانے کی ذمہ داری مجھ پر آپڑے گی غرض شہزادے کی دردناک گریہ زاری اور وفاداری کی قسمیں بیکار گئیں اسے قصر سے نکال کر مصری فوج میں بھیج دیا گیا جس نے اپنے فرمانروا کو گرم جوشی سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔

آخر شامی کمک آ پہنچی اس نے پیلوشیم کا قلعہ فتح کر کے اس مصری فوج کو شکست دی جو دریائے نیل کے دہانے پر مزاحمت کے لئے آئی تھی فتحیاب کمک قاہرہ کے نزدیک دریائے نیل کو عبور کر کے اس کے مغربی ساحل پر اتر گئی شہزادہ بطلیموس کو سیزر سے رحم و کرم کی امید باقی نہ تھی اس نے کچھ فوج قصر شاہی کے محاصرے کے لیے چھوڑی اور باقی لشکر لے کر شامی فوج سے نبرد

آزمائی کے لئے مردانہ وار بڑھا اس کے روانہ ہوتے ہی سیزر نے اپنی ساری فوج کو جہازوں پر سوار کیا اور محل کی حفاظت کے لئے تھوڑے سے سپاہی چھوڑ کر جہازوں کا رخ مشرق کی طرف کر دیا گویا وہ پیلوشیم کی طرف جانا چاہتا ہے رات کی تاریکی میں اس نے مغرب کا رخ کیا اور اس طرح مصری بیڑے کو حکم دے کر اس نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ میں جب چاہوں سمندر کے سینے پر نقل و حرکت کر سکتا ہوں اس کے بعد چند میل جنوب کی طرف چل کر وہ قاہرہ کے قریب شامی فوج سے جا ملا اور اس مشترکہ لشکر سے یکا یک مصری فوج کی طرف بڑھا شہزادہ بطلیموس کو یہ خبر ملی تو ایک ٹیلے پر اس طرح قائم ہوا کہ دریائے نیل کو بائیں ہاتھ پر رکھا۔ داہنے بازو پر ایک وسیع دلدل اور سامنے ایک نہر تھی مگر سیزر کی متحدہ فوج نے دو روز کی لڑائی کے بعد شہزادے کو شکست دی آخری حملے کا انصرام کارفولینس جیسے جری سپاہی کے سپرد تھا جو بعد ازاں انطونی کے خلاف لڑتے ہوئے معرکہ موطینا میں کام آیا غرض کارفولینس مصری فوج کے قلب میں آ گھسا شہزادہ جان بچانے کے لئے ایک کشتی میں سوار ہوا، جو اس مقصد کے لئے دریائے نیل میں پڑی تھی مگر اس کے ساتھ اتنے بھگوڑے کشتی میں کود پڑے کہ کشتی ڈوب گئی پھر بھی کسی نے شہزادے کی صورت نہ دیکھی بعد ازاں اس کی لاش سنہری زرہ بکتر سے پہچانی گئی جس کے بوجھ نے اسے تیرنے کا موقع نہ دیا۔

جوانمرگ بدنصیب شہزادے کی موت سے جولیس سیزر کا دل ٹھنڈا ہوا اگر

وہ زندہ رہتا تو متوفی بطلیموس کی وصیت کے بموجب سیزر اسے قلوپطرہ کے ساتھ حکومت میں شریک کرنے پر مجبور ہو جاتا یا جیسے کہ روم کا دستور تھا اسے قید کر کے روم لاتا اور وہاں قتل کرتا۔ چند روز پہلے جب اس بدقسمت شہزادے نے رو رو کر سیزر سے محل میں رہنے کی التماس کی تھی تو گویا اسے اپنا دردناک انجام صاف دکھائی دے رہا تھا اسے خوب اندازہ تھا کہ میرا وجود سیزر کے سنگ دلانہ عزائم کی راہ میں ایک کانٹا ہے جسے وہ راستے سے ہٹانے پر تلا ہوا ہے!

مظفر و منصور جولیس سیزر 28 مارچ 47 ق م کو اپنے رسالوں کے ساتھ اسکندریہ میں داخل ہوا باشندوں نے شہر کے دروازے کھول دیے سیاہ ماتمی لباس پہنا بزرگان شہر کا ایک وفد بھیج کر سیزر سے جان کی امان چاہی اور اپنے دیوتاؤں کے بت اس کی خدمت میں بھیج دیے یہ اس بات کی علامت تھی کہ ہم پورے طور پر مطیع فرماں رہیں گے شہزادی آرسینو اور گینی میڈ بھی گرفتار ہو کر اس کے حوالے کئے گئے غرض سیزر پورے تحمل سے قصر شاہی میں داخل ہوا جہاں قلوپطرہ اپنے نجات دہندہ سے ملنے کے لئے ہمہ تن آغوش تھی!

☆☆☆☆☆

سات

سینزرین کی پیدائش اور سینزر کی مصر سے روانگی

شہزادے کی موتا ور اسکندریہ کی فتح سے جنگ کا خاتمہ ہوگیا اب پھر سینزر تھا اور قصر شاہی کا عیش و راحت جہاں وہ جنگ کے خرخشے سے آزاد ہو کر مصری معاملات کا تصفیہ کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ چھوٹا شہزادہ محل میں موجود تھا مگر اس میں لیاقت یا عزم و حوصلہ کی کوئی علامت نہ تھی، جس سے سینزر یا قلوپطرہ کو کچھ اندیشہ ہوتا غرض یہی طے ہوا کہ شاہ متوفی کی وصیت کے مطابق اسے قلو پطرہ کے ساتھ برائے نام شریک سلطنت قرار دیا جائے کئی ماہ پہلے سینزر نے اس شہزادے اور شہزادی آرسینو کو جزیرہ قبرص کی حکومت دینے کا اعلان کیا تھا مگر اب صورت حال مختلف تھی موخر الذکر ایک مجرم کی حیثیت سے اسیر تھی اور چھوٹا شہزادہ صغیر سنی کی بنا پر حکومت کا اہل نہ تھا اس لئے یہی قرار پایا کہ یہ بے ضرر لڑکا شریک حکومت بنایا جائے سینزر نے اہل اسکندریہ سے کسی قسم کی سختی مناسب نہ سمجھی وہ جنگی کارروائیاں جو انہوں نے دوران جنگ میں کی تھیں سینزر کے لئے ایک دلچسپ مشغلے سے زیادہ نہ تھیں اس نے یہی سوچا کہ جنگ کی تباہی، جو شہر کے بعض حصوں کو برباد کر چکی تھی اہل شہر کے لئے بجائے خود خاصی سزا تھی شامی کمک کے یہودی سپاہیوں کی رعایت سے اس نے

اسکندریہ کے یہودیوں کو خاصی مراعات دیں اور انہیں ہر حیثیت سے یونانیوں کا ہم پلہ بنا دیا۔

شہر میں امن و امان قائم رکھنے اور قلوپطرہ اور نوعمر شہزادے کی حفاظت کے لئے جولیس سیزر نے ایک حفاظتی فوج تیار کی اس کے دو دستے تو ابھی رومی سپاہیوں پر مشتمل تھے جنہوں نے اب تک قصر میں محصور رہ کر اپنی شجاعت کا ثبوت دیا تھا تیسرا دستہ وہی شامی کمک تھی جو ابھی ایشیائے کوچک سے آئی تھی حفاظتی فوج کی کمان جولیس سیزر نے ایک قابل افسر رفیص کو سونپی۔۔۔ یہ افسر سیزر کا آزاد کردہ غلام تھا جس نے محض اپنی لیاقت و شجاعت سے اس درجہ ترقی کی تھی۔۔۔ بالعموم یہی مشہور ہے کہ سیزر نے کسی معزز رومی کے بجائے اپنے آزاد غلام کو اس لئے سپہ سالار بنایا تھا کہ اسے اس پردے میں اہل اسکندریہ کی ذلت منظور تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ سیزر مصر کی حکومت اپنے پنجہ اقتدار میں رکھنا چاہتا تھا اور اس مقصد کے لئے افنیص سے زیادہ قابل اعتماد سردار اور کون ہو سکتا تھا معلوم نہیں کہ سابقہ حفاظتی فوج کا کیا حشر ہوا مگر قیاس کہتا ہے کہ سیزر نے اس فوج کو جو خود اس کے خلاف نبرد آزما ہوئی تھی مختلف حصوں میں تقسیم کر کے سمندر پار بھیج دیا ہو گا۔

اپریل کا مہینا تھا اور مصر رہتے رہتے سیزر کو چھ مہینے ہو چکے تھے اصولاً اسے گزشتہ نومبر میں روم واپس ہو جانا چاہئے تھا مگر مصری معاملات اور اہل شہر کی مزاحمت ایک معقول بہانہ بن گئیں کہ اس پردے میں قلوپطرہ کی صحبت سے

لطف اندوز ہوتا رہے۔ جنگ کے خاتمے اور قلوپطرہ کی تخت نشینی کے بعد اس کے مصر میں رہنے کی کوئی وجہ نہ تھی مگر وہ چونکہ فطرتاً موقع شناس تھا اس لئے سمجھتا تھا کہ فتح کے بعد کچھ عرصہ اور قیام کرنا اس کے مفادات کے لئے از بس ضروری ہے مصر جیسے زرخیز ملک کی دولت اس کے حوصلہ مند دل کو فریفتہ کر چکی تھی اس نے بچشم خود ڈیلٹا اور اس سے اوپر کا علاقہ دیکھا تھا جہاں میلوں تک سر سبز و شاداب کھیت لہلہاتے ہیں قلوپطرہ سے مصر کی لا انتہا دولت کی داستان سنی تھی اسے یہ اطلاعات بھی وصول ہو چکی تھیں کہ جنوبی مصر یعنی نیل کی بالائی وادی بھی نہایت زرخیز ہے جہاں کی امن پسند پابند قانون آبادی اطمینان سے سال بھر میں تین فصلیں کاشت کرنے، دیوتاؤں کے مندر بنانے اور اپنے سرداروں کے محل تعمیر کرنے میں لگی رہتی ہے۔ یہ لوگ مالیہ نقدی کے بجائے جنس کی صورت میں ادا کرتے تھے چنانچہ شاہ آگسٹس کے عہد میں مصر کا سالانہ مالیہ دو کروڑ بوشل غلہ درج ہوا تھا۔ یہ سب باتیں سیزر کی حرص و طمع بھڑکانے کے لئے کافی تھیں۔

مصر کی دولت و وسائل کے علاوہ اور متعدد روشن امکانات بھی تھے مصر کے راستے ہندوستان کے ساتھ تجارت کا سلسلہ پہلے سے قائم تھا اسی مصر کے جنوب میں ایتھوپیا کی طلسماتی سرزمین واقع تھی جہاں نیل کا منبع ہے غرض متعدد وجوہ سے یہ ایک ایسا ملک ہے جو فاتح اور منتظم دونوں کی تمناؤں کا مرکز ہے تین صدی پہلے اسی مصر نے سکندر اعظم کی روح کو گدگدایا تھا اور اب یہ سیزر

کی بے تاب تمناؤں کا گہوارہ تھا سپین و فرانس کی تسخیر کے بعد ایتھوپیا کی فتح کا تصور اس کے لئے نہایت خوش آئند تھا بحیرہ قلزم کو پار کر کے بحیرہ عرب میں داخل ہونا اور سکندر اعظم کی طرح ہندوستان اور دیگر مشرقی ممالک کو تسخیر کرنے کی آرزو خاصی دل فریب تھی اسی آرزو نے اٹھارہ صدیوں کے بعد نپولین بونا پارٹ کے سینے میں کروٹ لی تھی اور یہی تمنا حکومت برطانیہ کے دل میں پچھلی صدی میں موج زن تھی جسے یقین تھا کہ ہندوستان پر قبضہ رکھنے کے لئے وادی نیل کی تسخیر ناگزیر ہے۔

یونانیوں کا خیال تھا کہ دریائے نیل ہندوستان سے نکلتا ہے سیزر کے عہد میں بھی مصر کو مشرقی ممالک کا صدر دروازہ سمجھا جاتا تھا۔ بلاشبہ یہ ملک روز افزوں ہندوستانی یورپی تجارت کا مرکز تھا۔ بڑے بڑے تاجر اسکندریہ سے بالائی نیل کے شہر کوپٹس تک سفر کرتے اور وہاں سے کاروان کی صورت میں مشرقی افریقہ کی بندرگاہ برنیس تک پہنچ کر جہازوں کے ذریعے سے تجارتی ہواؤں کے سہارے بہ سہولت ہندوستان کے مغربی ساحل پر جا اترتے جہاں آج کل کالی کٹ واقع ہے سیزر جسے فتوحات کا جنون تھا، عالم تصور میں ان سوداگروں کے قافلوں کے ساتھ مشرقی ممالک کی تسخیر کے منصوبے باندھتا رہتا تھا۔ جغرافیائی محل وقوع کے سبب مصر ہر فاتح کی تمناؤں کا مرکز بنا رہا ہے۔ خشکی کے راستے ہندوستان تک پہنچنا نہایت مشکل بلکہ خطرناک تھا کیونکہ درمیان میں پارتھیا کی غیر مفتوح طاقتور سلطنت موجود تھی مگر اب وہ ایک اور

طریقے سے سکندر اعظم کی فاتحانہ روایت قائم رکھ سکتا تھا مصر اپنے وسائل اور تجارتی راستوں سے بہ سہولت مشرقی ممالک کی تسخیر کے نقشے دکھا رہا تھا وسط جولائی میں جب ستارہ شعریٰ آفتاب کے ساتھ طلوع ہوتا ہے مصری تاجر مذکورہ بالا تجارتی راستے سے مصر سے روانہ ہوا کرتے تھے اور وسط ستمبر تک ہندوستان جا پہنچے تھے ممکن ہے کہ سیزر کے دل میں جو سکندر اعظم کے حالات پڑھنے کا شائق اور مقلد تھا اس راستے فوج کشی کرنے کا خیال پیدا ہوا ہو۔

غرض متعدد توقعات تھیں جو رہ رہ کر سیزر کا دامن کھینچتیں اور اسے مصر میں مزید قیام کرنے پر مجبور کرتی تھیں مگر ان کے علاوہ ایک اور دلچسپ وجہ بھی تھی جو اسے چند ہفتے اور مصر میں ٹھہرنے پر مائل کر رہی تھی قلوپطرہ حاملہ تھی اور کچھ دنوں بعد ایک بچے کی ماں بننے والی تھی سیزر اکتوبر میں اسکندریہ آیا تھا اور آتے ہی اس نوخیز ملکہ پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیے تھے دونوں کی محبت کا نتیجہ ایک بچے کی صورت میں ظاہر ہونے والا تھا اگرچہ سیزر اول درجے کا ہرجائی تماش بین تھا مگر طبعی ناآشنائی کے باوجود قلوپطرہ کے دام الفت میں اسیر ہو چکا تھا ملکہ کی تیز دماغی، حاضر جوابی، بلند ہمتی اور خوش ادائی نے اس کے دل پر قبضہ کر لیا تھا رندی و عیاشی کے بجائے مہر پدری کا شریف جذبہ سیزر کے سینے میں روشن تھا اور یہ خواہش تھی کہ موضع حمل کے زمانے میں قلوپطرہ کے پاس رہے اسے بڑی آرزو تھی کہ چند ہفتے بعد وہ نومولود اس کی گود میں دیا جائے جو اس کی جائیداد اور جاہ و منصب کا وارث ہو غرض زندگی کے انقلاب آفریں

تغیرات کا تصور اس کے دماغ پر چھایا ہوا تھا۔

قلوپطرہ کی خواہش کے مطابق اب سیزر نے اہل مصر کے دل پر یہ نقش جمانا شروع کیا تھا کہ وہ ملکہ کا مقدس رفیق زندگی اور زمین پر مشتری (عمین) دیوتا کا اوتار ہے اسکندریہ کے تیز طرار باشندے خواہ کچھ سمجھتے ہوں مگر اہل مصر بالعموم یہی خیال کرتے تھے کہ ملکہ اور سیزر کا باقاعدہ عقد ہوا ہے قلوپطرہ نے اس خیال سے کہ میں مہینے دو مہینے کے بعد ایک بچے کی ماں بننے والی ہوں سیزر کے ساتھ اپنی شادی کی خبر چاروں طرف پھیلا دی تھی اس نے سیزر کو ایک رومی فاتح کے طور پر نہیں بلکہ مقدس آسمانی اوتار کی حیثیت سے پیش کیا جو آسمان سے مصر پر نازل ہوا تھا اور جس کے ساتھ عقد کر لینے کے بعد وہ ایک بچے کی ماں بننے والی تھی مصر کے مندروں بالخصوص شہر تھیبز کے مندر کی دیواروں پر ایسی تصویریں کندہ کی گئیں جن میں قلوپطرہ کو عمین دیوتا سے ہمکلام ہوتے اور آسمانی دیوتاؤں کو اس کے زچہ خانے میں اہتمام کرتے دکھایا گیا ہے اگرچہ اس قسم کے قصے ڈیڑھ ہزار سال پہلے مصری بادشاہوں کے متعلق بھی مشہور تھے مگر قلوپطرہ نے اہل مصر کی زبانیں بند کرنے کے لئے بالخصوص اپنے آسمانی سنجوگ کا اعلان کیا یہاں تک کہ مصر کے ضعیف الاعتقاد لوگوں نے اس آسمانی رشتے کو حق الیقین کی حد تک تسلیم کر لیا سب کے دل میں اس واقعے کی عظمت بیٹھ گئی انتہا یہ ہے کہ اہل مصر نے اس سال سے ایک نیا سمت جاری کیا جس کی تاریخیں بعض نوشتوں پر پائی گئی ہیں!

سیر ہو اس خرافات پہ کیا اعتراض ہو سکتا تھا وہ خدا سے چاہتا تھا کہ لوگ مجھے بھی دیوتا تسلیم کریں بالکل اسی طرح جیسے ذوالقرنین عمین دیوتا کا فرزند تصور کیا گیا تھا، سیزر خود دیوتاؤں کے وجود کا منکر تھا مگر فخریہ کہا کرتا تھا کہ میں لولص اور زہرہ کی نسل سے ہوں قلوپطرہ نے اسے شہ دے کر یہ سوچنے پر مائل کر دیا تھا کہ فی الواقع وہ فوق البشر ہے وہ خود مقدس آسمانی حقوق کے دعوے سے حکومت کرتی تھی اسکندریہ کے تیز طرار باشندے تو اس کی پرستش کے قائل نہ تھے مگر اہل مصر کا یہ عالم تھا کہ اس کی صورت دیکھتے ہی سربسجود ہو جاتے اور اسے عبد و معبود کی درمیانی ہستی سمجھتے لوگ اسے بچپن ہی سے غیر فانی اور مقدس مانتے تھے انتہا یہ ہے کہ اس کے خدم و حشم اور سہیلیوں تک کو مقدس سمجھا جاتا تھا غرض جونہی قلوپطرہ اور سیزر کی شادی کا اعلان ہوا لوگوں نے سیزر کو ملکہ کا رفیق سمجھ کر بے چون و چرا دیوتا تسلیم کر لیا۔

معلوم نہیں ان دنوں سیزر کو اپنے متعلق کیا گمان تھا مگر یہ تحقیق ہے کہ کچھ عرصے بعد اس نے روم میں اپنے آپ کو فوق البشر کہنا شروع کر دیا خود دیوتاؤں کی ہستی کا منکر تھا مگر اپنے آپ کو آسمانی دیوتا سمجھتا قلوپطرہ نے اس کے دماغ میں عجیب و غریب خیالات بھر دیے تھے اور نادانستہ اس کی خود پسندی کو اتنی شہ دی کہ وہ اپنے آپ کو عالم بالا کی ہستی سمجھنے لگا جسے اس خاکدان سے کچھ تعلق نہ ہو قلوپطرہ اپنے آپ کو مقدس ہستی سمجھتی تھی فطرتاً اسے یہ خواہش ہو گی کہ اس کا شوہر جو دیوتاؤں کی نسل سے بتایا جاتا تھا فوق البشر سمجھا جائے

غرض ان خیالات کے تحت اس نے سیزر کو رفتہ رفتہ اتنا چڑھایا کہ وہ خود کو مقدس اور فوق البشر سمجھنے لگا۔

ارفع و اعلیٰ ہستی ہونے کا خیال سیزر کے دماغ میں بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ جمہوریت بلکہ ریاست و امارت کو اپنی شان سے پست سمجھ کر مطلق العنان بادشاہت کی خواہش کرنے لگا اہل مصر اسے اپنی ملکہ کا شوہر تسلیم کرتے تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ صحیح معنی میں مصر کا بادشاہ تھا رہی یہ بات کہ وہ فراعنہ مصر کی طرح تاج شاہی نہ پہنتا تھا سو یہ اس کی مصلحت تھی ورنہ عوام اسے تاج شاہی پہنانے کے لئے تیار تھے ان کے لئے یہ تصور انتہائی دلکش تھا کہ ان کی ملکہ کا عقد روم کی عظیم ترین ہستی سے ہو جائے چند سال پہلے جب پومپی اعظم کا لڑکا مصر آیا تھا تو یہ تحریک ہوئی تھی کہ قلوپطرہ کی شادی اس سے ہو جائے مگر بعض وجوہ سے یہ خیال لباس عمل نہ پہن سکا اب کہ ملکہ ایک بچے کی ماں تھی اس کی باقاعدہ شادی کا یقین اہل مصر کے لئے قطعاً غلط ہی تھا یہ سوال کہ سیزر بیاہا ہوا ہے خارج از بحث تھا یہ درست ہے کہ اس کی منکوحہ روم میں موجود تھی مگر وہ بے اولاد تھی اور قلوپطرہ کا حق اس کی نسبت مقدم تھا قلوپطرہ کی تیز نگاہیں صاف دیکھ رہی تھیں کہ سیزر روم کا مطلق العنان آمر ہے جس کی بیوی کی حیثیت سے وہ تمام رومی مقبوضات کی ملکہ کہلائے گی اس سے پہلے اس کی سوتیلی بہن کے شوہر یعنی استقف آرکیلاس نے تاج شاہی پہنا ہی تھا قلوپطرہ کی یقیناً یہ خواہش ہوگی کہ سیزر اگر مصر کا تاج شاہی اپنے سر پر رکھ لے تو بعد ازاں

روم پہنچ کر وہ یہ کوشش کرے گا کہ وہاں کے عوام اس کی شریک زندگی کو رومۃ الکبریٰ کی ملکہ تسلیم کریں پومپی اعظم کی کوشش سے اہل روم جمہوریت کے بجائے شخصی بادشاہی کے حامی ہو چکے تھے قلوپطرہ اور سیزر کو خوب اندازہ تھا کہ اگر انہوں نے ذرا حکمت سے کام لیا تو روم کا تخت ان کے پاؤں چومے گا۔

قلوپطرہ پکی وطن پرست تھی یا یوں کہو کہ اسے اپنے شاہی خاندان کی سر بلندی حد درجہ عزیز تھی موجودہ صورت حال اس کے لئے طمانیت بخش تھی اسے صاف نظر آ رہا تھا کہ اس کا محبوب عنقریب رومۃ الکبریٰ اور اس کے مقبوضات کا بادشاہ بننے والا ہے اس صورت میں اگر اس کے لڑکا ہوا تو یہ نومولود اپنے باپ کے بعد آدھی دنیا کا مالک ہوگا اب تک بطلیموسی خاندان کو ہر لحظہ یہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ کہیں حکومت روم ہمیں نیست و نابود کر کے مصر کو اپنے مقبوضات میں نہ شامل کر لے مگر اب اس کے بجائے ایسے امکانات پیدا ہو چکے تھے کہ مصر تمام مشرقی ممالک کا سرتاج بن کر روم کا مد مقابل بن جائے۔ مصر نہایت دولت مند ملک تھا جس کے باشندے اپنی تہذیب پر نازاں اور علوم و فنون میں اپنے آپ کو دنیا سے بڑھا ہوا سمجھتے تھے اس لحاظ سے قلوپطرہ کا یہ خیال کہ مصر و روم کی مشترکہ حکومت میں مصر شریک غالب ہوگا بے جا نہ تھا۔

قلوپطرہ کا طرز عمل بالکل واضح تھا وہ ہر طریقے سے سیزر کو اپنے دام عشق میں اسیر رکھنا چاہتی تھی ایک عظیم الشان حکومت کا نقشہ اس کے ذہن میں ابھر رہا تھا وہ سیزر کو اپنی ذات سے وابستہ رکھنے کی دھن میں محو تھی کہ جب یہ عظیم

ہستی روئے زمین کے فرمانروا کی حیثیت سے تخت سلطنت پر جلوس کرے تو وہ اس کے برابر میں تخت پر متمکن ہو وہ سیزر کے دل پر اپنے موروثی شاہانہ تجمل و احتشام کا نقش جمانے کی مسلسل کوشش سے اس کے ذہن نشین کرنا چاہتی تھی کہ دنیا میں صرف وہی ایسی خاتون ہے جس کا شاہی خون اس کے خون سے مل کر ایک ایسے شاہی خانوادے کی بنیاد ڈالنے کا شایاں ہوگا جو روئے زمین کی فرماں روائی کا استحقاق رکھ سکے۔

عنقریب ماں بننے کے خیال نے اس میں سنجیدگی پیدا کر دی تھی آئندہ عزائم کی رفعت نے اس کی ذہنی سطح اتنی بلند کر دی تھی کہ وہ متوفی شہزادے اور اس کے نالائق مشیروں یعنی پوتھی نوس، ایکیلاس وغیرہ کے ساتھ اپنی گزشتہ کشمکش کے خیالات پر نفرت آمیز غلط اندازہ ڈال کر گزر جاتی تھی آخر وہ آسمانی دیوتاؤں کی اولاد، سورج کی بیٹی اور چاند کی بہن تھی اور اس شخص سے بیاہی گئی تھی جو اولمپین دیوتاؤں اور زہرہ کی نسل سے تھا ساتھ ساتھ یہ امید کتنی حوصلہ افزا تھی کہ اس کا ہونے والا بیٹا حقیقی معنی میں آسمان و زمین کا بادشاہ ہوگا!

قدیم تاریخ نویس اور جدید مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ یہ دختر مصر غیر معمولی دماغی صلاحیت کی مالک تھی وہ جس قدر حسین و جمیل تھی اتنی ہی صاحب وسطوت و شوکت تھی۔ اسے اس ذی حوصلہ رومی کے عزائم کی تسکین میں کوئی دقت پیش نہ آئی ہوگی وہ شاہانہ وقار، جو اسے ایک قدیم شاہی دودمان سے ورثے میں ملا تھا، قدم قدم پر اس کی حرکات سے مترشح ہوتا تھا حتیٰ کہ انتہائی

نازک مواقع پر بھی اس کی ذات شاہی جاہ وجلال کا مرقع تھی اس کے شاہانہ تجمل کا نقش آج بھی دنیا کے دل پر باقی ہے اور یقیناً سیزر بھی اس سے مستثنیٰ ہوگا یہ عاشق ہر جاتی یہ رند ہزار شیوہ اس کے شاہانہ تجمل و احتشام سے مسحور ہو چکا تھا ورنہ اس سیماب وش ہستی کا نو دس مہینے تک کسی ایک عورت کا پابند رہنا محال تھا اس مطلق العنان ملکہ نے جس کا ہر لفظ اہل مصر کے لئے قانون تھا اپنی شاہانہ معاشرت سے سیزر جیسے نا قابل تسخیر انسان کو اتنا فریفتہ کرلیا تھا کہ وہ اس کی پر شوکت حرکات وسکنات کو رشک کی نظر سے دیکھتا تھا وہ دوران بطلیموس اور فراعنہ قدیم کے قصے سنا کرتا اور غیر شعوری طور پر اس دختر شاہان وسلاطین کے نقطہ نظر کا قائل ہوتا جارہا تھا جو شاہانہ تجمل کا مجسم پیکر تھی!

''دلکش ہے ہند قدیم کے چھتری راجہ اپنے آپ کو سورج بنسی اور چندر بنسی کہتے تھے'' (مترجم)

کچھ تو اپنے بے چین عزائم کے زیر اثر اور کچھ اس ذی جاہ ملکہ کے ایما سے اب سیزر دن رات اس عالمگیر سلطنت کے نقشے بنانے میں محو تھا جس پر وہ اس کی اولاد مدتوں حکومت کرتی سیزر کو یقیناً یہ خیال ہوگا کہ حکومت کی شرطوں میں سے ایک باوقعت شرط یہ بھی ہے کہ بادشاہ کی رگوں میں پشتینی شاہی خون ہو وہ جانتا تھا کہ دیوتاؤں کی اولاد ہونے اور ذاتی امارت کے باوجود وہ اس شرط پر پورا نہ اترتا تھا ایک فاتح خواہ کتنا ہی عالی خاندان کیوں نہ ہو۔ ایک شہزادے کی برابری نہیں کرسکتا۔ اسی خیال نے نپولین اعظم کے دل کو بے چین کر کے اسے

پروشیا کی شہزادی سے شادی کرنے پر مائل کیا تھا تا کہ اس طرح اس کی نسل میں شاہی خون کی آمیزش ہو جائے اسی خیال کے تحت سیزر بھی کسی شاہی خاندان سے پیوند کرنے کا خواہش مند تھا روم میں کوئی شاہی خانوادہ نہ تھا اس لئے اس مقصد کے لئے بطلیموسی خاندان کی ملکہ اس کی نظر انتخاب میں سب سے موزون تھی اس خاندان کی اصل مقدونیہ (شمالی یونان) سے تھی اور خواہ غلط ہی سہی مگر عوام کا عقیدہ تھا کہ یہ خاندان سکندر اعظم کی نسل سے ہے غرض ایک طرف سیزر یہ منصوبے باندھتا تھا کہ قلوپطرہ کے بطن سے اس کی اولاد روم اور مقدونی مصر کے مشترکہ تخت کی وارث ہوگی اور دوسری طرف قلوپطرہ سوچتی تھی کہ میرے بطن سے پیدا ہونے والا لڑکا روم اور فراعنہ مصر کے تخت و تاج کا وارث ہوگا۔

قلوپطرہ مدت سے شادی کے قابل تھی اسے شوہر کی تلاش تھی جس نے سیزر کی صورت میں ظاہر ہو کر اس کے دل پر قبضہ کیا اور اسے ایک بچے کی ماں بنا دیا۔ وہ قدرتاً اسے اپنا شریک زندگی بنانا چاہتی تھی تا کہ بطلیموسی نسل میں بہتریں رومی خون کا اضافہ ہو جائے صحیح اندازہ نہیں کہ وہ اپنے شوہر کو فراعنہ مصر کا جانشین بنا سکتی تھی یا نہیں مگر اتنا یقینی ہے کہ وہ اپنے متوقع نور نظر کو مصر کے تخت و تاج کا مالک بنانے اور بطلیموسی خاندان کے تاج میں قیصریت کے طرہ افتخار کا اضافہ کرنے کی آرزومند تھی میری رائے بادی النظر میں عجیب معلوم ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ رومتہ الکبریٰ کی عظیم الشان سلطنت کے قیام میں اس ذی

حوصلہ ملکہ کا بڑا ہاتھ ہے کیونکہ روم کی سلطنت قلوپطرہ اور سیزر کے سنجوگ ہی سے وجود میں آئی۔

غرض انہیں منصوبوں اور امیدوں کے سبب سیزر کو یہ جاننے کا اشتیاق تھا کہ ہونے والا بچہ لڑکی ہوگی یا وارث تخت و تاج لڑکا وہ زیادہ تر مصر میں اسی لئے ٹھہرا رہا کہ یہ بچہ اس کے سامنے پیدا ہو لے تو وہ اطمینان سے روم واپس جائے وہ قلوپطرہ وک اپنی بیاہتا بیوی سمجھنے لگا تھا اور فرط الفت کے سبب چاہتا تھا کہ وقت ولادت اپنی نازک اندام ملکہ کے قریب ہی ہو اکثر مورخوں کی رائے ہے کہ حسین نوخیز ملکہ نے اپنی نفسانی خواہشات کی تسکین کے لئے سیزر کو روم جانے سے روکے رکھا مگر یہ لوگ اس فطری اصول سے بے خبر ہیں کہ حمل کے آخری ایام میں عورت کو نہ مرد کی خواہش ہوتی ہے نہ وہ اس کے دل میں جنون خیز جذبات بھڑکانے کے قابل رہتی ہے وہ اس مرحلے پر مامتا کا فطری فریضہ ادا کرنے اور نوع انسانی کی سب سے بڑی خدمت انجام دینے پر مائل ہوتی ہے اس کے دوش بدوش مرد ذمہ داری ہمدردی و اہتمام کا فرض ادا کرنے کی تیاری کرتا ہے یہ سوچنا قطعاً لغو ہے کہ اس نازک وقت میں جولیس سیزر حیوانی جذبات سے مغلوب تھا اگر اس کے دل میں کوئی جذبہ تھا تو وہی جو مرد کو اس نازک مرحلے پر اپنی رفیقہ حیات کا ساتھ دینے پر راغب کرتا ہے سیزر کا مصر میں پڑے رہنا نفسانی خواہشات کی بنا پر نہ تھا بلکہ الفت و حوصلہ مندی، جہانگیری و کشور کشائی کے منصوبوں اور ایک ایسے خاندان کی بنیاد رکھنے

کی بنا پر تھا جو اس کے بعد اس کی تخلیق کردہ سلطنت کا وارث ہو۔

مگر سیزر اس عرصے میں قصر شاہی کے اندر بیکار نہ بیٹھا وہ اپنی بیوی کے مقبوضات یعنی وسائل کا جائزہ لینا چاہتا تھا چنانچہ شاہی بجرا آراستہ کیا گیا تا کہ وہ ملکہ کو ساتھ لے کر دریائے نیل کے راستے جنوبی مصر تک سفر کرے جس سے ملکہ کی صحت کو فائدہ پہنچنے کی امید نہ تھی رومی دستوں اور تھوڑی سی مصری فوج کو جلو میں رہنے کا حکم ہوا سپاہیوں کی مجموعی تعداد کئی ہزار ہوگی کیونکہ چار سو کشتیاں ان کیلئے مخصوص ہوئی تھیں شاہی بجرا اپنی نفاست وسعت کے لحاظ سے بے مثال تھا اس میں مسقف عرشہ، طعام خانے، نشست کے کمرے، شبستان پائیں باغ اور زہرہ کا معبد غرض سبھی کچھ تھا اس میں سرتاسر دیوار کی لکڑی لگی تھی جسے جا بجا رنگ و روغن، تصویروں اور سونے کے پتروں سے آراستہ کیا گیا تھا فرنیچر تمام و کمال یونانی وضع کا تھا لیکن طعام خانے کے سامان میں مصری طرز کی جھلک تھی پیچھے پیچھے سپاہیوں کی کشتیاں اور سامان رسد کے لواڑے تھے جن کی معمولی ساخت تھی۔

بعض مورخوں کا یہ بیان ہے کہ سیزر اپنے بیٹے کی ولادت سے پہلے ہی مصر سے چلا آیا تھا، قطعاً غلط ہے جیسا کہ پلوٹارک لکھتا ہے سیزر اس بچے کی ولادت کے بعد مصر سے سپین گیا سسرو نے بھی اپنے ایک خط میں جو جون میں لکھا یہ اشارہ کیا ہے کہ سیزر ایک خاص مجبوری کی بنا پر مصر میں رکا ہوا ہے مطلب یہی تھا کہ وہ بچے کی ولادت کا منتظر ہے۔

یہ بیڑا اسکندریہ سے نکل کر نیل کے ڈیلٹے کی قریب ترین شاخ میں داخل ہوا اور دھار کے اوپر قاہرہ تک پہنچا جہاں سے قلوپطرہ نے پہلی بار اہرام مصر اور ابوالہول کی عظمت کا اندازہ کیا۔ تین ہفتے کے سفر کے بعد شہر تھیبز دکھائی دیا جو کبھی مصر کا دارالسلطنت تھا مگر اب بے رونق و ویران پڑا تھا دریا کے دونوں طرف جابجا عظیم الشان مندر اور مقبرے نظر آتے تھے، جنہیں دیکھ کر سیزر یقیناً متاثر ہوا ہوگا غالباً اسی موقع پر سیزر کے ایما سے قلوپطرہ نے اپنے کسی مورث اعلیٰ کا تعمیر کردہ مینار تھیبز سے دریا کے راستے اسکندریہ منتقل کرایا تھا وہاں یہ چوک میں نصب ہوا تھا اس کے قاعدے پر ایک کتبہ لگایا گیا جس پر اس کے دوبارہ نصب کرنے کی تاریخ کندہ ہوئی۔

بہرحال سیزر یہاں سے واپس چلا۔ وادی نیل کی دولت اور زرخیزی بچشم خود دیکھ کر اسے نہ اطمینان ہوا دوران سفر میں مقامی آدمیوں سے بات چیت کر کے ان تجارتی شاہراہوں کی ہر ممکن تفصیل معلوم کی جو اندرون ملک سے مختلف اہم شہروں کو ایتھوپیا اور برنیص کی اس بندرگاہ تک جاتی ہیں جہاں سے ہندوستان کا بحری سفر شروع ہوتا ہے۔ روانگی سے لے کر اسکندریہ واپس آنے تک شاہی بیڑے کی نو یا دس ہفتے لگے اسی طرح جون کے آخر میں بیڑا واپس پہنچا اور جولائی کے پہلے ہفتے میں قلوپطرہ کے لڑکا پیدا ہوا۔

حکومت مصر نے یہ مینار اس صدی کے آغاز میں حکومت برطانیہ کی نذر کر دیا تھا اور آج کل یہ ٹیمز کے پشتے پر (لندن) قلوپطرہ کی سوئی کے نام سے

مشہور ہے۔

جولیس سیزر کی دلی مراد بر آئی اہل مصر نے بھی اس نومولود کو نجیب الطرفین تسلیم کیا کیونکہ وہ ان کی ملکہ اور عیمن دیوتا کے ارضی مظہر یعنی جولیس سیزر کے سنجوگ کا ثمر پیش رش تھا۔ اس کا نام سیزارین یعنی ننھا سیزر رکھا گیا البتہ درباری نام بطلیموس شانزدہم تھا (جس پر خاندان بطلیموس کا خاتمہ ہو گیا) مصر میں وہ بطلیموس المعروف سیزر کے نام سے مشہور تھا اور ایک تحریر میں، جو ٹیورن کے عجائب گھر میں موجود ہے، اس کا یہی نام درج ہے۔

اب سیزر کو مصر میں مزید قیام کی ضرورت نہ تھی۔ پچھلے چند ماہ میں اس نے رومی معاملات سے یک قلم غفلت اختیار کر لی تھی حد یہ ہے کہ حکومت روم کو دو سطریں لکھنے کی زحمت تک گوارا نہ کی تھی مگر اب ان عظیم منصوبوں کی تکمیل کا وقت آ چکا تھا جن کا خواب وہ جاڑوں بھر قصر شاہی میں پڑا دیکھتا رہا بحیرہ روم کے کنارے کسی مصر کے درپیش تھے پارتھیا کی خودسر حکومت کو مسخر کر کے ہندوستان پر حملہ کرنا تھا اس کے بعد میدان صاف تھا پھر وہ ڈنکے کی چوٹ ملکہ مصر سے اپنی شادی کا اعلان کر کے اور اس کے ملک کو رومی مقبوضات کا جزو بنا کر روئے زمین کی فرمانروائی کا دعویٰ کر سکتا تھا یہ منصوبے عظیم الشان تھے اور ایک عظیم ہستی کے شایان شان اس میں شک بھی نہیں کہ اگر اس کے قاتل عین وقت پر قتل نہ کر دیتے تو وہ اپنی تجاویز کو لباس عمل پہنا دیتا۔

موجودہ مورخوں کی رائے ہے کہ جولیس سیزر نے مصر میں جو وقت ضائع

کیا وہ نہایت قیمتی تھا۔ اور وہ عشقبازی کے چکر میں پھنس کر جہانگیری اور جہانبانی کے فرائض سے غافل ہو گیا مگر حقیقت یہ ہے کہ سیزر نے ان نو مہینے میں حکومت روما کی بنیاد رکھ دی یہ صحیح ہے کہ قاتلوں کی تلواروں نے اس کی زندگی کے ساتھ اس کے منصوبوں کو بھی ختم کر دیا مگر سیزر کے بعد انطونی کی مدد سے قلوپطرہ ان منصوبوں کی تکمیل میں سرگرم رہی اور آخر آکیٹوین نے انہیں پورا کیا۔

غرض سیزر نے جہاز میں سوار ہو کر روم کا رخ کیا یقین ہے کہ اسکندریہ سے رخصت ہوتے وقت اس نے قصر شاہی کے در و دیوار پر دلچسپی اور پر جوش سرگرمی سے نظر کی ہو گی اس کے سختی سے پیوست لبوں پر عجیب انداز کا تبسم کھیلنے لگا ہو گا اور دل میں اس عظیم منصوبے کا خیال چٹکیاں لے رہا ہو گا جو اسے اب انجام دینا تھا مگر ان تمام خیالات و جذبات پر اس خلوت گاہ کا تصور غالب آ رہا ہو گا جہاں اس کی ملکہ اس نومولود بچے کو سینے سے لگائے پڑی تھی جو روئے زمین کی حکومت کا وارث بننے والا تھا!

☆☆☆☆☆

آٹھ

قلوپطرہ اور جولیس سیزر روم میں

مصر سے واپس آ کر سیزر سال بھر تک جن فتوحات میں مشغول رہا ان کا اس کتاب سے چنداں تعلق نہیں۔ غرض وہ جولائی کے پہلے ہفتے میں ایک تیز رفتار جہاز میں سوار ہوا اور کھلے سمندر کے پانچ سو میل طے کر کے اطالیہ پہنچا۔ ایک دو دن میں وہاں کے معاملات درست کرنے کے بعد فوراً ایفیسس روانہ ہو گیا جو وہاں سے چھ سو میل ہے جولائی کا تیسرا ہفتہ ختم ہوتے ہوتے وہاں پہنچا اطالیہ میں سیزر کو یہ خبر ملی تھی کہ فارنیکس نے اس کے ایک جنرل ڈومیش کو شکست دے کر پونٹس سے مار بھگایا تھا اس نے شکست خوردہ جنرل کی امداد کے لئے تین دستے روانہ کئے اور یہ ہدایت کی کہ تمام شمالی مغربی گیلشیا میں میرا انتظار کرنا ایفیسس میں ایک دو روز قیام کے بعد سیزر نے صرف ایک ہزار سوار ساتھ لیے اور کمال برق رفتاری کے ساتھ 2 اگست کو اپنے تین دستوں سے بمقام زیلا جا ملا۔ اور غنیم پر اس طرح گرا کہ پہلے ہی حملے میں اسے شکست فاش دی۔

سیزر نقل و حرکت میں تیز رفتاری ملحوظ رکھتا تھا فرانس کی مہمات میں وہ اکثر سو میل یومیہ کی رفتار سے چلتا۔ انتہائی گرانبار فوج کو بھی وہ چالیس میل یومیہ کی

رفتار سے لے چلتا تھا مثلاً روم سے سپین تک کا فاصلہ اس نے صرف ستائیس دن میں طے کر کے رکھ دیا تھا معرکہ زیلا میں بھی اس کی برق رفتاری کام آئی اتنے بڑے دشمن کو اس طرح شکست دینا ایسا کارنامہ تھا کہ اس پر وہ جتنا ناز کرتا کم تھا اس کی سرخوشی کا یہ عالم تھا کہ روم میں اپنے دوست کو اس فتح عظیم کی خوشخبری بھیجتے ہوئے اس نے یہ مختصر عبارت خط میں لکھی ''آیا دیکھا، شکست دی'' اعتماد و مسرت کا یہ جوش ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان دنوں اپنے آپ کو دیوتا سمجھنے لگا تھا، جس کی سرعت اور طاقت بے پناہ تھی۔

ان ہنگاموں سے فارغ ہو کر اس نے روم کا رخ کیا اور ٹھیک ایک سال کی غیر حاضری کے بعد ستمبر میں وہاں پہنچا۔ یہاں صرف اڑھائی مہینے رہا، دسمبر میں وہ شمالی افریقہ میں تھا۔ جہاں متوفی پومپی کے ہوا خواہ کیٹو، سیپیو وغیرہ کی سرکردگی میں جوبا شاہ نومیڈیا کی اعانت سے ایک عارضی حکومت تشکیل کر کے اپنی طاقت بڑھا رہے تھے 28 دسمبر کو یہ قہرمان وہاں پہنچا اور بے تامل حملہ آور ہوا تین چار مہینے کی جنگ کے بعد 6 اپریل کو غنیم کی طاقت بالکل برباد ہو گئی۔ متوفی پومپی کے چیدہ چیدہ سردار مثلاً سلا، افری کینس اور لوشس جولیس قتل کر دیئے گئے کیٹو اور سیپیو نے خودکشی کر لی پچاس ہزار قیدیوں کی بے دریغ گردن ماردی گئی۔ غرض سیزر مظفر و منصور 25 جولائی کو روم میں پہنچا اور اپنے جشن فتوحات کی تیاریوں میں مصروف ہوا، جو اگست میں ہونے والا تھا قلوپطرہ ان دنوں مجسم مامتا بنی اپنے شیر خوار کو پال پوس رہی تھی۔ اسے بھی پیغام بھیجا کہ آؤ

اور جشن کی تقریب سعید میں شرکت کرو۔

ڈوین کا خیال ہے کہ قلوپطرہ جشن کے بعد روم پہنچی مگر اکثر مورخوں کی طرح میری بھی یہی رائے ہے کہ وہ مصر کے شاہی قیدیوں یعنی شہزادی آرسینو، گینی میڈ وغیرہ کے ساتھ جشن سے کچھ پہلے روم پہنچ گئی تھی۔ یوں بھی یہ فطری ہے کہ قلوپطرہ نے بخوشی اس جشن میں شرکت کی ہوگی جس میں اس کے جانی دشمن یعنی اسکندریہ کے غدار کیفر کردار کو پہنچے پوتھی نوس ایکیلاس، آرسینو، گینی میڈ وغیرہ آخر اس کے دشمن ہی تھے جن کی ذلت کا تماشا دیکھنا اسے منظور و مرغوب تھا۔ وہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ یہ ذلت اور شکست مصر کی نہیں بلکہ مصری غداروں کی ہے سیزر اس کی شکست کا اس لئے آرزومند تھا کہ اسے اپنی مقبولیت اور جاہ و جلال کا منظر دکھا کر متاثر کرے۔ یہ تیسری بار تھی کہ وہ روم کا مختار مطلق بنایا گیا تھا یہی مطلق العنانی اس شہنشاہی کا پیش خیمہ تھی جس میں آگے چل کر قلوپطرہ اور اس کا لڑکا نمایاں حصہ لینے والے تھے سیزر اپنے آپ کو ہر قسم کی تنقید و اعتراض سے بالاتر سمجھتا تھا اسکندریہ کے قصر شاہی میں نو مہینے تک شہزادوں کی زندگی سے کھیلنے اور پونٹس و نومیڈیا کی فتوحات کے بعد وہ بادہ نخوت سے اتنا سرشار ہو گیا تھا کہ مصلحت اندیشی کو بالائے طاق رکھ دیا اور اپنی ملکہ کو اہل روم سے روشناس کرایا دراصل اسے لازم تھا کہ رومتہ الکبریٰ کے تخت پر ملکہ کو ساتھ لے کر بیٹھنے سے پہلے میدان ہموار کر لیتا مگر خودنمائی کا جذبہ مصلحت پر غالب آیا میری رائے یہ ہے کہ قلوپطرہ کو اپنی رفیقہ حیات بنا کر

دکھانے سے سیزر کا مدعا یہ تھا کہ مصر میں اس کی قابل فخر نبرد آزمائیاں صرف ملکہ کے دشمنوں سے تھیں۔

قیاس ہے کہ روم میں قلوپطرہ کے آنے سے بڑا ہیجان پھیلا ہوگا گاڑیوں سامان، سینکڑوں غلام، متعدد خواجہ سرا اس کی جلو میں تھے چھوٹا شہزادہ بطلیموس بھی ساتھ تھا کیونکہ قلوپطرہ ایسی کچی گولیاں کھیلنے کی قائل نہ تھی کہ شہزادے کو وہاں چھوڑ کر مفت کے فتنہ وفساد کو دعوت دیتی عین ممکن تھا کہ خاندانی روایات کی تقلید میں وہ وہاں آزادی و خودمختاری کا جھنڈا بلند کر دیتا۔ غرض اسے بھی ساتھ چلنے پر مجبور کیا۔ سال بھر کا شیر خوار بچہ سیزارین فوجی پہرے اور پرشور وائیوں کے ہجوم میں اہل روم کی نگاہوں کا مرکز بن گیا تیز طرار اہل روم جو ریذلم یزل جولیس سیزر کی طبیعت سے خوب واقف تھے بتائے بغیر بچے کا نسب جان گئے دریائے ٹائبر کے پار سیزر کی ایک دیہاتی اقامت گاہ تھی دریا کے داہنے کنارے پر گنجوں اور باغوں کے درمیان اس دلفروز خوش منظر منزل میں قلوپطرہ اور اس کے حذم وحشم نے قیام کیا سیزر کی بیاہتا بیوی کلپورینا اپنے متعلقین کے ساتھ شہر ہی میں مقیم رہی۔

ٹھیک اندازہ نہیں کہ ان دنوں قلوپطرہ کے ساتھ سیزر کا رویہ کیا تھا غالباً اس کی سابقہ گرم جوشی ٹھنڈی پڑ چکی تھی سیزر جیسی بے قرار طبیعت کے آدمی کسی ایک محبوب کے پابند نہیں ہوا کرتے گزشتہ جاڑوں میں، جب وہ شمالی افریقہ میں مقیم تھا، اسے شاہ موریطانیہ کی بیوی یونو سے الفت ہوگئی تھی بایں ہمہ اس کا

دل قلوپطرہ کے دام عشق سے آزاد نہ تھا قیاس کہتا ہے کہ جن دنوں قلوپطرہ دریائے ٹائبر کے کنارے دیہاتی اقامت گاہ میں مقیم تھی سیزر نے ملکہ مصر کی صحبت میں محفل عشرت کے وہی لطف اٹھائے ہوں گے جو اسے اسکندریہ کے شاہی قصر میں میسر آئے تھے نئی نویلی محبت کے چونچلے ختم ہو چکے تھے مگر اب اس سے بھی زیادہ استوار رشتہ قائم ہو گیا تھا دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کے رفیق حیات تھے اور دونوں کی متفقہ خواہش تھی کہ جیسے اسکندریہ میں ان کی شادی کا اعلان ہو چکا تھا روم میں بھی اسے تسلیم کرالیا جائے۔

سیزر اپنی شوخ و شنگ بذلہ سنج ملکہ کے ساتھ رہنے میں فرحت محسوس کرتا تھا اب کہ وہ دیہاتی اقامت گاہ میں مقیم تھی، وہ جب چاہتا وہاں پہنچ جاتا اور اس کی مسرت بخش صحبت کا لطف اٹھاتا۔ علاوہ بریں اس کا بیٹا سیزارین جواب سوا سال کا ہو چکا تھا اپنے معصوم تماشوں سے اسے خوش کرتا تھا اس میں اپنے باپ کی کامل شباہت تھی بڑا ہو کر تو وہ سیزر سے اتنا مشابہ نکلا کہ اس کا ناک نقشہ بالخصوص انداز رفتار صاف کہے دیتا تھا کہ وہ کس باپ کا بیٹا ہے غرض اس سوا سال کی جان نے دونوں کی باہمی محبت میں اور اضافہ کر دیا تھا قلوپطرہ سیزر کو مردانہ وجاہت اور خوش اطواری کا بہترین نمونہ سمجھتی اور اس کی صحبت میں مسرت محسوس کرتی۔ وہ اس کی تیز دماغی، رئیسانہ خود اعتمادی اور عظیم شخصیت سے مسحور تھی سیزر کی صحت خراب ہونے لگی تھی اور چہرہ عمر سے آگے نکل گیا تھا اس میں نوجوان عاشقوں کی سی گرم جوشی باقی نہ تھی پھر بھی قلوپطرہ اسے اپنا

محبوب رفیق زندگی سمجھتی اور اس کے ساتھ رہ کر مسرور رہتی دونوں میں بہت سی باتیں مشترک تھیں دونوں حوصلہ مند اور ایک دوسرے کے مزاج داں تھے دونوں کے مفاد مشترک تھے سب سے بڑھ کر یہ اس بچے نے دونوں کا رشتہ الفت اور محکم کر دیا تھا۔

قلوپطرہ کے روم میں آتے ہی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ مگر سیزر نے ان کے جواب میں بے نیازانہ خاموشی اختیار کر لی عوام کو سیزر کی بیاہتا بیوی کلپورینا سے ہمدردی تھی جو بارہ سال سے اپنے شوہر سے جدا پڑی ہوئی تھی سیزر کی اہالی موالی ملکہ کی چاپلوسی کرتے تھے، جسے دیکھ کر عوام کو صدمہ ہوتا۔ یہ خیال غلط ہے کہ وہ قلوپطرہ کو مصری ہونے کی حیثیت سے غیر سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ وہ مقدونی یونانی خاندان کی چشم و چراغ ہے با ایں ہمہ انہیں اس سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ اس کے برعکس انہیں اس کی بہن آرسینو پر ترس آتا تھا جسے قلوپطرہ نے سیزر کی مدد سے اس حال تباہ کو پہنچا دیا تھا ان تمام باتوں کے باوجود قلوپطرہ نے سنجیدگی و متانت سے کام لیا اور کسی خدشے کے بغیر روم میں رہتی رہی۔

یہ جشن فتح و فیروزی جسے سیزر نے اپنی اور عوام کی تفریح کے لئے منعقد کیا تھا، چار روز جاری رہا پہلے دن فاتح فرانس کی حیثیت سے اس کا جلوس نکلا۔ شہر کی شاہراہوں سے گزر کر جب یہ جلوس ایوان حکومت کی طرف بڑھا تو شام پڑ چکی تھی چالیس ہاتھیوں پر بے شمار آدمی مشعلیں روشن کئے اس کی رتھ کے داہنے بائیں چل رہے تھے جلوس کے اختتام پر بدنصیب ورسنج ٹورکس کی

گردن ماری گئی، جو چھ سال تک اسیر رہنے کے بعد سیزر کی قید اور قید حیات دونوں سے آزاد ہوا۔ یہ وہ قابل احترام سورما تھا جس نے جنگ فرانس میں محض اس لئے ہتھیار ڈالے تھے کہ مزید بے نتیجہ لڑائی سے ملک کو برباد کرنا اسے منظور نہ تھا۔

دوسرے دن سیزر کا جلوس فاتح مصر کی حیثیت سے نکلا شہزادی آرسینو اور غدار گینی میڈ کو پابجولاں شہر کی سڑکوں پر پھرایا گیا آخر میں گینی میڈ کا سر قلم کیا گیا اور شہزادی آرسینو کو قلوپطرہ کی بہن ہونے کی نسبت سے معاف کیا گیا ایکیلاس اور پوتھی نوس پہلے ہی قتل ہو چکے تھے مگر ان کے مجسمے اس جلوس میں موجود تھے جن پر لوگ طرح طرح کے آوازے کستے رہے۔ جلوس میں دریائے نیل اور فرعون کے مجسمے بھی تھے جن سے یہ دکھانا مقصود تھا کہ مصر جیسا عظیم الشان ملک آج رومتہ الکبریٰ کے قبضہ اقتدار میں ہے لوگوں کی تفریح کے لئے مصر کے جنگلی جانور مثلاً زرافہ، زیبرا وغیرہ اور مصر و حبش کے عجائبات بھی جلوس میں موجود تھے۔

تیسرے روز فتح پونطلس کا جلوس نکلا جس میں سیزر کے آگے آگے ایک بڑی تختی لوگ اٹھائے ہوئے تھے اس پر ''آیا'' دکھایا، شکست دی کی عبارت جلی حروف میں لکھی ہوئی تھی چوتھے روز شمالی افریقہ کی فتح کا جشن منایا گیا اس میں رومی حریفوں سے چھینے ہوئے ہتھیار اور جھنڈے تھے جنہیں دیکھ کر اہل روم کچھ برہم ہوئے مگر انہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا گیا کہ یہ جنگ دراصل جو بیا

شاہ نومیڈیا سے لڑی گئی تھی جو پومپی اعظم کے ہوا خواہوں کا مددگار تھا۔ مگر جب لوگوں نے دیکھا کہ جلوس میں کیٹو جیسے ذی جاہ رومیوں اور سیزر کے دیگر حالی مرتبت حریفوں کے تمسخر انگیز مجسمے بھی موجود ہیں تو انہیں تاب ضبط نہ رہی اور انہوں نے اس بیہودہ مذاق پر اظہار غیظ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سال جب سیزر کی فوجی فتوحات اور اقتدار حکومت نقطۂ عروج پر پہنچ چکے تھے، اس کی متانت و ہوش مندی میں فرق آ گیا تھا وہ خود کو فوق البشر سمجھتا اور اپنے دشمنوں کی حد درجہ تذلیل کرتا ایسا انسان جو مختار مطلق بننے کا آرزومند ہو، جو خود کو دیوتا اور اپنے دشمنوں کو حقیر و ذلیل سمجھے اس کے متعلق بجز اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ وہ دماغی توازن کھو چکا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دنوں سیزر کا دماغی توازن کسی قدر خراب ہو گیا تھا چند سال سے اسے مرگی کے دورے پڑنے لگے تھے جن کی شدت اور تعداد ان دنوں خاصی بڑھ گئی تھی جنگ تھاپسس میں بھی اسے مرگی کا دورہ پڑا تھا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فرائض منصبی ادا کرتے کرتے اسے دورہ پڑ جاتا۔ غالباً اسی نامراد مرض نے اس کے دماغ میں دیوتا ہونے کا خبط بھی بھر دیا تھا اکثر مذہبی قائد اس مرض میں گرفتار پائے گئے ہیں دورہ پڑنے سے سیزر پر مخبوط الحواسی چھا جاتی تھی مگر لطف یہ تھا کہ قلوپطرہ اس حالت کو روحانی معراج سمجھتی وہ خود کو دیوتاؤں کی دختر سمجھتی تھی اور سیزر کو پیہم سمجھایا کرتی تھی کہ زہرہ کی اولاد اور میرے شوہر ہونے کی حیثیت سے تم بھی دیوتا ہو!

غلط اندیشی اور کج فہمی کی یہ حالت بڑھتی ہی رہی تا اینکہ آخر ستمبر میں سیزر ایک ایسی حرکت کر گزرا جس سے روم میں سنسنی سی پھیل گئی اس نے اپنی جدہ ماجدہ زہرہ کی یادگار میں ایک عالی شان مندر بنوایا ساتھ ساتھ قلوپطرہ کا ایک مجسمہ بھی تیار کرایا اور جس روز مندر کا افتتاح ہو رہا تھا اسے مندر کے مرمریں شہر نشین میں نصب کرا دیا زہرہ کے مندر میں قلوپطرہ کا بت رکھنے سے سیزر اہل روم کے دل پر یہ نقش کرنا چاہتا تھا کہ اس کی نیر فیقہ حیات جو آج کل دریائے ٹائبر کے کنارے محو گلگشت ہے اور جس کی اہل مصر پرستش کرتے ہیں، عام دنیوی مخلوق نہیں بلکہ خود زہرہ کی اولاد ہے جو پردہ خاک پر اس کا ارضی مظہر بن کر عالم بالا سے اتر آئی ہے۔

معلوم نہیں کہ قلوپطرہ کے متعلق سیزر کا یہ کہنا محض زبانی تھا یا وہ فی الواقع اسے آسمانی مخلوق سمجھتا تھا ممکن ہے کہ مرگی کے اثر سے اس کی سابقہ سنجیدگی اور ذکاوت پر اوس پڑ گئی ہو مگر غالباً وہ دانستہ خود فریبی میں مبتلا اور عوام فریبی پر تلا ہوا تھا وہ چاہتا تھا کہ لوگ اسے اور قلوپطرہ کو فوق البشر سمجھنے لگیں اور وہ مطلق العنان شہنشاہی کے منصوبے کو لباس عمل پہنا سکے۔ عوام فریبی کا مرض اکثر بادشاہوں کو لگا ہے سکندر اعظم اگرچہ تمام باتوں میں اپنے آپ کو فانی مخلوق سمجھتا تھا مگر دعویٰ یہی کرتا کہ میں مشتری کی اولاد ہوں نپولین کے دماغ میں بھی مصر کے دوران میں پیغمبری کا سودا سمایا تھا جس کا اظہار اس نے اپنے ایک دوست سے بطور تمسخر کیا تھا۔

زہرہ کے نئے مندر کی (جسے قلوپطرہ کا مندر سمجھنا چاہئے) رسم افتتاح بڑے ترک واحتشام سے ادا ہوئی تیغ زنوں کے کئی اکھاڑے قائم ہوئے ایک جھیل پر بحری لڑائی کا مظاہرہ بھی کیا گیا روم جیسے ہنگامہ پسند شہر کے باشندے جوش طرب سے مست ہو گئے وہ کسی غیر ملکی یا کسی نئے دیوتا کی پرستش سے کوسوں دور بھاگتے تھے مگر قلوپطرہ کہ زہرہ (آئی سس) کی نسل سے بتائی جاتی تھی اس لئے بڑے ذوق وشوق سے اس کی تعظیم کرنے لگے۔ آئی سس یعنی مصری ستارہ زہرہ کی پرستش عام ہوگئی ادنیٰ طبقہ تو آئی سس کا ایسا پجاری بنا کہ جب ایک رومی قونصل لوشس پالس نے ازروئے قانون آئی سس کے ایک مخور کو گرانا چاہا تو ایک بھی مزدور اسے ڈھانے کے لئے تیار نہ ہوا غرض اس رسم افتتاح پر سیزر نے بڑا اہتمام اور خرچ کیا۔ وہ ہر موقع پر لوگوں کو خوش کرنے کے لئے دولت کو پانی کی طرح بہا دیتا ایک بار فقط ایک دعوت میں بائیس ہار رومیوں نے اس کے دسترخوان پر کھانا کھایا۔

ان مواقع پر بے دریغ خرچ کرنا ایک اعتبار سے ضروری تھا۔ اگرچہ سیزر اتنا ہر دل عزیز ہو چکا تھا کہ لوگ اسے دس سال کے لئے رومتہ الکبریٰ کا مختار مطلق بنانا چاہتے تھے پھر بھی اس کی پارٹی بہت مضبوط نہ تھی انطونی، جو اس پارٹی کی روح رواں تھا ایک مرتبہ سیزر سے جھگڑ کر اپنا وقار کھو بیٹھا تھا لوگ تو یہاں تک کہنے لگے تھے کہ وہ سیزر کو قتل کرنے کی فکر میں ہے فارسیلیا اور تھاسپس کی جنگ میں متوفی پومپی کی پارٹی تباہ ہو چکی تھی مگر اس کی کھرچن ابھی

باقی تھی سیزر نے بیباکانہ حرکتوں سے خاصے آدمیوں کو دشمن بنالیا تھا جو اسے بدنام کرنے کے موقعے تلاش کرتے رہتے تھے جنگ تھاسپس کے بعد کیٹو جیسے ذیجاہ رومی کی حسرتناک موت اور بعد ازآں جشن میں اس کے مجسمے کی تذلیل کے باعث اکثر آدمی برہم تھے سسرو نے کیٹو کی حمایت میں ایک نظم کہی جس کا سیزر نے بہت تلخ جواب لکھا اونچی سوسائٹی میں قلوپطرہ پر آوازے کسے جاتے تھے پھر جب سیزر نے اس کے بطن سے پیدا ہونے والے لڑکے کو اپنا خاندانی نام دیا تو اکابر میں زیرلب چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ بس اب قلوپطرہ سے شادی کا اعلان بھی ہوا رکھا ہے۔

اہل روم کو سیاسی کشتیاں دیکھنے میں لطف آتا تھا اگرچہ اب سیزر کی ذات ہر قسم کے حملے سے بالاتر ہو چکی تھی لیکن اب بھی بہت سے آدمی تھے جو اس کی پگڑی اڑانے سے نہ چوکتے ایوان حکومت میں اکثر ہلڑ مچتا تھا شہر کے گلی کوچوں میں ایک ہمہ گیر بے چینی محسوس ہوتی تھیٹروں میں واقعات حاضرہ کی کوئی تلمیح بیان کی جاتی تو تماشائی آسمان سر پر اٹھا لیتے ایوان وزراء میں بھی اکثر ہنگامے برپا ہو جاتے تھے غرض سیزر کو ان تمام عناصر پر قابو پانے کے لئے خاصی توجہ کرنی پڑتی تھی خوش قسمتی سے (بقول اومان) وہ اپنی خوبیوں کا ڈھنڈورا پیٹنے میں یکتا تھا۔ اس کی خوش اطواری اور دلکش شخصیت بھی عوام کے دل اپنی طرف کھینچتی تھی۔ رہا قلوپطرہ کا معاملہ سو اس سے بھی سیزر بحیثیت مجموعی کچھ نفع ہی میں تھا روم کے امراء اگرچہ کچھ بدظن تھے مگر عوام، جو یہ دیکھ چکے تھے کہ اس

نے فرانس کی کتنی عورتوں کو خراب کیا ہے، اب یہ دیکھ کر مطمئن تھے کہ ان کا محبوب جنرل سمندر پار سے ایک ملکہ کو کھینچ لایا ہے، جو اصل اور نسب کے رو سے خالص یونانی ہے روم کے عوام کا بڑا حصہ غیر ملکی کھچڑی تھا جو مختلف ملکوں سے آ آ کر یہاں جمع ہو گئے تھے سیزر ان کی تفریح کے لئے مختلف زبانوں مثلاً یونانی، شامی، عبرانی، اندلسی میں تھیٹر اور ڈرامے اپنے خرچ پر کراتا تھا جن میں یہ لوگ جوق در جوق جمع ہوتے تھے غرض عوام کے لئے قلوپطرہ کی ذات احترام اور دلچسپی کا مجموعہ بن گئی وہ سیزر کی سیاست میں یہ رومانی عنصر دیکھ دیکھ کر خوش ہوئے۔

روم واپس آ کر سیزر نے جو اصلاحات کیں ان میں سے ایک اہم اصلاح مصر کی مرہون منت ہے رومی تقویم (کیلنڈر) خاصی مدت سے بے ترتیب چلی آ رہی تھی رواسس سے بہت بے قاعدگی واقع ہو رہی تھی غالباً قلوپطرہ کے اشارے سے سیزر نے فیصلہ کیا کہ روم میں مصری تقویم رائج کی جائے ان دنوں کندیہ میں صوصی جینس جیسا شہرہ آفاق ہیئت داں موجود تھا سیزر نے اسے اسکندریہ سے طلب کیا رومی تقویم میں موسم کے لحاظ سے نوے دن کا فرق نکلا سیزر نے اعلان کر دیا کہ موجودہ 46 ق م بارہ مہینے کے بجائے پندرہ مہینے یعنی چار سو پچتالیس دن کا ہے اس طرح روم میں جولیس سیزر کی وہ تقویم رائج ہوئی جو آج تک شمسی تقویم کے نام سے رائج ہے یہ خیال بہت پر لطف ہے کہ اگر قلوپطرہ روم آ کر تقویم میں اصلاح نہ کراتی تو آج دو ہزار سال بعد کی دنیا

میں ایک عجیب بے ڈھنگی تقویم کا رواج ہوتا جس کے مہینے بالکل مختلف اور بے جوڑ ہوتے۔

ان دنوں سیزر مشرق کے منصوبے باندھ رہا تھا 65 ق م میں پومپی اعظم نے خشکی کے راستے مشرق تک پہنچنے کی تفصیلات تیار کر لی تھیں یہ راستہ بحیرہ اسود کی بندرگاہ فاصص سے ہو کر بحیرہ کیسپین، وسط ایشیا اور کشمیر ہوتا ہوا ہندوستان جاتا تھا جن دنوں سیزر مصر میں تھا اس نے مصر کے بری اور بحری تجارتی راستوں سے ہندوستان تک پہنچنے کی تفصیلات حاصل کر لی تھیں غرض یہ تجویز زیر غور تھی کہ رومی پرچم مشرق میں لہرا دیا جائے سیزر کی رائے تھی کہ حملہ کرنے کے لئے وسط ایشیا والا راستہ اور کمک یا رسد بھیجنے کے لئے مصر کا تجارتی راستہ موزوں ہے مگر وسط ایشیا والی تجویز میں یہ قباحت تھی کہ ایران کی جنگجو سلطنت راستے میں حائل تھی آخر سیزر نے اعلان کر دیا کہ وہ سب سے پہلے ایران سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اگر چہ کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ سیزر ایران سے گزر کر ہندوستان تک پہنچنے کا عزم رکھتا تھا مگر میری رائے ہے کہ چند در چند وجوہ سے اس کا منصوبہ یہی تھا اس نے سکندر اعظم کے کارنامے بڑے شوق سے پڑھے تھے اور اعلانیہ کہا کرتا تھا کہ میں بھی اس کی ہمسری کر کے دکھاؤں گا اس نے پومپی اعظم سے خشکی کے راستے ہندوستان پہنچنے کی تفصیلات سنی تھیں عالمگیر فتوحات کا شوق اس کے سر پر سوار تھا قیام مصر کے دوران میں اس نے ہندوستان کے تجارتی راستے کی

تفصیلات تیار کی تھیں ہند کی بے اندازہ دولت کا تصور اس کے خیالات میں ہیجان برپا کیے ہوئے تھا خود قلوپطرہ ہندوستان اور مشرق بعید تک پہنچنے کی آرزو مند تھی یورپ میں سوا فاقہ سخت جان جرمنی کے اور تمام ممالک فتح ہو چکے تھے غرض ان تمام وجوہ کے پیش نظر میری رائے ہے کہ سیزر فتح ہندوستان کا مصمم ارادہ رکھتا تھا اور ایران پر حملے کی تیاری سے اس کا مقصد یہی تھا کہ ہندوستان تک پہنچنے کا راستہ ہموار کرلیا جائے۔

ان دنوں مشرق بعید کی بے اندازہ دولت کا تذکرہ لوگوں کی زبان پر تھا حوصلہ مند اشخاص دیکھ رہے تھے کہ مشرق سے جواہرات، ریشم، عطر گرم مسالے وغیرہ روم میں آکر فروخت ہو رہے ہیں پلینی کا بیان مبالغہ آمز سہی مگر وہ لکھتا ہے کہ ان دنوں ہر سال روم سے چار لاکھ پونڈ کا سونا چاندی ان چیزوں کی قیمت کے طور پر ہندوستان بھیجا جاتا تھا روم میں یہ سو مان سونگی قیمت پر فروخت ہوتا تھا ان تمام باتوں کے پیش نظر یہ قیاس صحیح معلوم ہوتا ہے کہ سیزر نے جو دنیا کا سب سے بڑا فضول خرچ اور اپنے وقت کا سب سے بڑا لٹیرا تھا ایران سے گزر کر ہندوستان کی دولت سمیٹنے کا تہیہ کر رکھا تھا یقیناً اس کا یہی منصوبہ تھا اور وہ اپنی حوصلہ مند ملکہ سے جو مشرق کے پھاٹک یعنی **ملک** مصر کی فرمانروا تھی، فتح ہندوستان کے مشورے کیا کرتا ہوگا رہا یہ سوال کہ اس نے اس منصوبے کا اعلان نہیں کیا یہ الگ بات ہے کہ نپولین سے یعنی 1798ء میں مصر پر حملہ کر کے ہندوستان کی تسخیر کا ارادہ کیا تھا تو اپنے عزائم مخفی رکھے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ وادی نیل کو ہر زمانے میں مشرق کی کنجی سمجھا گیا ہے وینس اور فرانس کے جہاندیدہ سرداروں نے بارہا اپنے بادشاہوں کو مصر پر قبضہ کرنے کی ترغیب دی ہے نپولین نے اپنی سوانح میں خود لکھا ہے، مصر پر قبضہ کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ اسی راستے ساٹھ ہزار فوج لے کر ہندوستان پر حملہ کردوں دور حاضر میں برطانیہ کو مصر سے محض اس لئے دلچسپی رہی کہ یہ ملک مشرق بعید کا پھاٹک ہے یہی اہمیت ایران کو بھی حاصل ہے روس اس تاک میں ہے کہ جس طرح ہو سکے شمالی ایران و افغانستان پر قبضہ کرے تاکہ مشرق کا راستہ ہموار ہو جائے ان تمام باتوں کے پیش نظر یہ فیصلہ درست ہو گا کہ قیام مصر کے زمانے میں سیزر نے وقت فضول ضائع نہیں کیا تاجروں کی اطلاعات کے علاوہ اس کی فراست اسے مصر کی اہمیت سے آگاہ کر چکی تھی قلوپطرہ کو اپنی رفیقہ حیات بنا کر وہ مصر پر قبضہ کر چکا تھا اب اس کی نظریں ایران پر جمی ہوئی تھیں تاکہ ان دونوں بری اور بحری راستوں پر قبضہ کر کے مشرق بعید کی تسخیر کا بندوبست کرے نپولین اعظم کی طرح جس کے بے پایاں دلی منصوبے کبھی کبھی اس کی زبان سے ابل پڑتے تھے جولیس سیزر بھی دریائے مائبر کے کنارے اپنی خوش منظر اقامت گاہ کے صحن میں قلوپطرہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے گلگشت کرتا ہوا اس عظیم منصوبے کا خاکہ اسے سمجھایا کرتا ہو گا!

جولیس سیزر فتح مشرق کا سہانا خواب دیکھ ہی رہا تھا کہ ناگہاں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا اسے خبر ملی کہ متوفی پومپی اعظم کی پارٹی نے سپین میں

بغاوت کا جھنڈا بلند کیا ہے اپنے عظیم منصوبے میں رکاوٹ پڑ جانے سے سیزر بے تاب ہو گیا مگر مجبوراً سپین کا رخ کیا وہ چاہتا تھا کہ اس غیر حاضری کے دوران میں روم کے اندر کوئی خلفشار پیدا نہ ہو اس لئے چلنے سے پہلے اگلے سال یعنی 45 ق م کے لئے مختار مطلق کی حیثیت سے اپنے تقرر کا اعلان کروالیا پورے آمرانہ اختیارات حاصل کرنے کے بعد وہ سپین کو روانہ ہوا راستے میں سے ایک فرمان بھیجا جس کی رو سے روم کا انتظام آٹھ ناظموں کے سپرد کیا گیا تھا یہ ناظم عملی اعتبار سے سیزر کے نائب تھے جنہیں ایوان حکومت یا رائے عامہ سے رجوع کرنے کے بجائے خود اپنی رائے سے ملکی معاملات کا انتظام کرنے کا اختیار حاصل تھا اہل روم سیزر کی اس چیرہ دستی سے بہت برہم ہوئے مگر سیزر اپنے منصوبوں کی تاخیر سے جھنجھلایا ہوا تھا سپین کی مہم سامنے تھی اسے اپنے مخالفوں کی برہمی کا احساس ہوتا تو کیونکر

17 مارچ 45 ق م کی صبح کو منڈا کے خونیں میدان میں سیزر کی مڈبھیڑ فوج مخالف سے ہوئی متوفی پومپی کے دونوں بیٹے اس فوج کے سردار تھے بڑی خونریز جنگ ہوئی شام کے وقت دشمن کو شکست فاش ہوئی اس کے تیس ہزار سپاہی کام آئے پومپی کا بڑا لڑکا کینس پومپیس، جو چند سال پہلے قلوپطرہ سے شادی کا خواستگار رہا تھا، اس لڑائی میں کام آیا چھوٹا لڑکا سکیسٹس جان بچا کر بھاگ نکلا سیزر فتح و فیروزی کے جھنڈے اڑاتا دارالسلطنت روم واپس آیا مئی کے مہینے میں جشن فتح منایا مگر اہل روم سیزر کی اس حرکت سے بہت بگڑے یہ

جنگ خود رومیوں کی دو پارٹیوں میں ہوئی تھی اور اہل روم کی رائے میں فتح مند فریق کو اتنا حق ہرگز حاصل نہ تھا کہ خاموش مسرت کے بجائے باقاعدہ جشن منائے وہ خونریز جنگ بقول پلوٹارک، سیزر کے لئے باعث مسرت نہیں بلکہ وجہ ندامت ہونی چاہئے تھی مگر اب سیزر کے دل میں نخوت سما چکی تھی وہ اپنی ذات کو رومتہ الکبریٰ سمجھنے لگا تھا اور اپنے رومی مخالفوں کو غداران وطن سمجھا تھا۔ جو کچھ کرتا تھوڑا تھا۔

پومپی اعظم کی جماعت کو نیست و نابود کرنے کے بعد سیزر نے ضروری سمجھا کہ اپنے مخالفوں کی کچھ دل جوئی کرے اس نے پومپی اعظم کے بت، جو کچھ عرصہ پہلے ہٹا دیے گئے تھے، دوبارہ نصب کرائے پومپی کے ہوا خواہوں کو معاف کیا بلکہ بروٹس اور کیشیس کو جو آگے چل کر اس کے قاتل بنے، بڑے بڑے عہدے دیے روم کے قوانین میں مناسب اصلاحات کیں اور کچھ عرصے کے لئے اپنی زوجہ کلپورینا کے ساتھ رہ کر خانگی سکون کا لطف اٹھایا اس عرصے میں وہ حسب مرضی قلوپطرہ کی اقامت گاہ پر بھی ہو آتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

نو

مصری رومی ملوکیت کی بنیاد

سیزر نے اطمینان سے روم کا نظم ونسق سنبھالا اس کی حکومت اتنی منظم ثابت ہوئی کہ عوام نے پر اس اعزازات کی بارش کر دی وہ دس سال کے لئے روم کا قونصل مقرر کیا گیا یہ بھی افواہ تھی کہ وہ عمر بھر کے لئے مختار مطلق بنا دیا جائے گا سینیٹ کے ارکان عضو معطل کی طرح بے تعلق ہو کر سیزر کے احکام بجالا نے کا آلہ بن کر رہ گئے البتہ بعض ارکان بذلہ سنجی کے انداز میں اپنی بے بسی کا ذکر کرنے سے نہ چوکتے سیزر ایک کار آزمودہ و جہاندیدہ سپہ سالار تھا ارکان حکومت اس کے اشاروں پر چلتے تھے بالکل اسی طرح جیسے کسی کمپنی کے منتظمین اپنے سفری گماشتے کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں ملکی مہمات کے سلسلے میں اس نے دنیا کا کونا کونا چھان مارا تھا مدتوں باہر رہ چکا تھا قلوپطرہ جیسی ملکہ کے شریک زندگی بننے کے بعد اس کی نظر اور وسیع ہو گئی تھی وہ دار السلطنت روم کو ایک انتظامی مرکز بلکہ ایک معمولی صدر مقام سمجھتا تھا اس کے دماغ میں جہانبانی کے منصوبے تھے دوسرے ملکوں کے دار السلطنت روم کو ایک انتظامی مرکز بلکہ ایک معمولی صدر مقام سمجھتا تھا اس کے دماغ میں جہانبانی کے منصوبے تھے دوسرے ملکوں کے دار السلطنت اس کی نگاہوں میں خود اپنی ہی

حکومت کے مختلف صدر مقام تھے وہ جہاں گیری و جہاں بانی کے منصوبے باندھتا ہوا ایک ایسے بلند و رفیع تخت شاہی پر چڑھ رہا تھا جس کی بلندی سے وہ روئے زمین کی مفتوحہ قوموں پر نظر رکھ سکے۔

بلاشبہہ سیزر میں اقوام عالم پر حکومت کرنے کا جوہر موجود تھا مگر اس کار عظیم کو اپنے ذمے لے کر وہ ایسی ذمہ داریوں کا بار اٹھانا چاہتا تھا جو انسانی طاقت سے بالاتر تھیں بایں ہمہ خود رائی و خود پسندی کے ہاتھوں وہ کسی کی نصیحت سننے یا یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ اب میری گرتی ہوئی صحت جہانبانی کا بار سنبھالنے کے قابل نہیں رہی اس کے قریبی دوست مثلاً بلبس اور لوپیس صاف محسوس کر رہے تھے کہ اس کی خود رائی، تند خوئی اور اقتدار پرستی بڑھتی چلی جا رہی ہے وہ دنیا بھر کے ملکوں کی زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتا تھا یہ حالت تھی کہ ابھی شمالی افریقہ اور کورنتھ میں نو آبادیاں قائم کرنے کے منصوبے باندھتا ابھی ایشیائے کوچک کا بندوبست کرنے لگتا ابھی اٹلی کے معاملات سلجھانے میں محو ہو جاتا کبھی کبھی یہ عالمگیر مسائل اسے بدحواس کر دیتے اور وہ چلا اٹھتا کہ میں اس دنیا میں بہت رہ چکا اگر اس کے دوست اسے قتل ہو جانے کے خطرے سے متنبہ کرتے تو وہ بیدلی سے کہہ دیتا کہ موت اتنی خوفناک چیز نہیں اسے اب مرگی کے دورے زیادہ پڑنے لگے تھے، یہ البتہ ایسا معاملہ تھا جس سے وہ ہر وقت دل شکستہ رہتا تھا احباب اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کر اندازہ کر رہے تھے کہ جہاں بانی کا بار اس کی صحت کو تباہ کر رہا ہے بایں

ہمہ ہوس اقتدار اسے مستعد بنائے رکھتی تھی اور اس کی خارا شگاف نگاہ اپنے نصب العین یعنی روئے زمین کی بادشاہی پر جمی ہوئی تھی۔

ان دنوں عموماً لوگوں کا موضوع سخن یہی تھا کہ سیزر کو بادشاہ بنا دیا جائے، ان کا خیال تھا کہ سیزر بادشاہ اور قلوپطرہ کو ملکہ بنانا چاہتا ہے علاوہ بریں وہ روم کے بجائے کسی اور شہر کو دارالسلطنت بنانے کا خیال رکھتا ہے کئی اعتبار سے روم اچھا شہر نہ تھا سمندر سے دور ہونے کے باعث وہ عمدہ تجارتی مرکز نہ تھا آس پاس کی سرزمین زرخیز نہ تھی شہر کی سڑکیں اور گلیاں تنگ تھیں جو اکثر تیز رفتار دریائے مائبر کے سیلاب میں ڈوب جاتی تھیں آب وہوا میں سمیت تھی موسن کا بیان ہے کہ قرون وسطیٰ میں بارہا جرمن فوجیں اس شہر پر حملہ آور ہوئیں مگر سب کی سب اس کی دیواروں کے نیچے مرکھپ گئیں غرض کچھ بعد نہیں کہ روم کے بجائے کسی اور شہر کو دارالسلطنت بنانے کا منصوبہ سیزر کے دماغ میں ہو ان دنوں روم تھا بھی کچھ بے ڈھنگا سا پر پیچ سڑکوں میں قدم قدم پر اتار چڑھاؤ تھے وہ اتنی تنگ تھیں کہ سیزر کو یہ قانون بنانا پڑا کہ دن کے وقت سڑکوں پر کوئی گاڑی نہ آئے اور بوجھ ڈھونے کا سارا کام آدمیوں یا جانوروں سے لیا جائے عالی شان سرکاری عمارتیں اور امراء کے محلات ان سڑکوں اور آس پاس کے ٹوٹے پھوٹے مکانوں کے درمیان ایسے معلوم ہوتے تھے گویا سرو صنوبر کے پودے خودرو گھاس پھوس کے درمیان کھڑے ہیں کیا تعجب ہے کہ سیزر نے اسکندریہ کو دارالسلطنت بنانے کا منصوبہ سوچا ہو جس کے باغ دراغ اور وسیع شاہراہیں

ان دنوں جنت نگاہ بنی ہوئی تھیں۔

جن اشخاص نے سیزر اور قلوپطرہ کی باہمی زندگی کا مطالعہ کیا ہے وہ ضرور سوچتے ہوں گے کہ ان دنوں قلوپطرہ کا ذاتی اثر اس شخص پر کتنا ہوگا جو ہر طرح اس کا شریک زندگی تھا کوئی شخص سیزر کی روح سے اتنا قریب نہ تھا جتنی وہ تھی وہ یقیناً اپنے ملک، اپنی اور سیزر کی ذات اور اپنے مشترکہ بیٹے سیزارین کی فلاح و بہبود سے غافل نہ تھی یہ سوچنا سراسر غلط ہے کہ وہ ان دنوں سیزر سے امور مملکت پر مبادلہ خیالات نہ کرتی ہوگی وہ سخت جاہ پرست حوصلہ مند عورت تھی اور آگے چل کر اس نے ثابت کر دیا کہ حکومتوں اور فوجوں سے کھیلنا اس کے لئے اتنا ہی معمولی مشغلہ ہے جیسے ایک خاتون اپنے خانگی امور یا ملازموں کا بندوبست کرتی ہے بظاہر صورت حال یہ ہے کہ سیزر بہت جلد قتل ہو گیا اور قلوپطرہ کو روم سے نکلنا پڑا اس کے بعد وہ انطونی کی شریک زندگی بن گئی مگر تھوڑے ہی عرصے میں دونوں کا خاتمہ ہو گیا اس طرح اگرچہ بظاہر جمہوریہ روم پر قلوپطرہ نے نمایاں اثرات نہیں چھوڑے مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کی بے پناہ اور دلآویز شخصیت اس دور کی سیاسیات پر یقیناً اثر انداز ہوئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قلوپطرہ کی عظیم شخصیت ان دنوں بھی سیاسیات حاضرہ پر اپنا نقش جما رہی تھی آگے چل کر معرکہ ایکشیم میں اس کی شخصیت اور نمایاں ہو گئی لیکن اس کی ذات بجائے خود اتنی اثر انگیز ہے کہ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو بھی اس دور کی تاریخ میں اس کا نام نمایاں رہتا قصر اسکندریہ میں اس کا سیزر کے

ساتھ رہنا، اسکندریہ کے معرکے، سیزر کے قتل کے بعد انطونی سے اس کی تباہ کن آشنائی اور معرکہ ایکشیم وغیرہ ایسے نمایاں واقعات ہیں کہ مورخ کی نظر ان پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہے اسے یہ سوچنے کا موقع ہی نہیں ملتا کہ جن دنوں وہ دریائے ٹائبر کے کنارے سیزر کے محل میں مقیم تھی وہ مقامی سیاسیات پر کیا اثر ڈال رہی تھی بایں ہمہ فریرو ان دنوں کے واقعات پر بحث کرتا ہوا سرسری اشارہ کر کے لکھتا ہے:

''جمہوریہ روم کی تباہی میں ملکہ مصر کا حصہ بہت عجیب اور نہایت اہم ہے وہ چاہتی تھی کہ سیزر کی ملکہ بن جائے اور اسے امید تھی کہ وہ سیزر کے سینے میں ملوکیت کی آرزو مشتعل کر سکے گی۔''

غرض کوئی سمجھدار شخص یہ ماننے کو تیار نہیں ہو سکتا کہ قلوپطرہ جیسی ذی جاہ ملکہ جو سیزر کے انتہائی عروج کے وقت اس کی ہمدم و ہمراز تھی، روم کی سیاسیات پر اثر ڈالنے سے باز رہی ہو گی قلوپطرہ کے خاندان میں بادشاہی موروثی تھی وہ روم آئی تو یہاں ملوکیت کے بجائے جمہوریت دیکھی اہل روم اپنے پرانے بادشاہوں کو بھول چکے تھے اور ملوکیت ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی ان کے تصورات نے قلوپطرہ کے ملوکانہ خیالات میں تھوڑا بہت اعتدال ضرور پیدا کیا ہو گا مگر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنی موروثی بادشاہی کی روایات سراسر بھول گئی ہو اس کی پرورش ایسے ماحول میں ہوئی تھی کہ مطلق العنان حکومت کا جذبہ اس کے سینے میں ہر وقت مشتعل رہتا تھا سیزر اپنے وقت کا خاصا حصہ اس کی

صحبت میں گزارتا تھا اور اس کے لئے ممکن ہی نہ تھا کہ اس ذی شان ملکہ کے خیالات سے متاثر نہ ہوا گرچہ سیزر جاہ پرست تھا اور روز بروز عروج وعظمت کی بلندیوں پر چڑھ رہا تھا مگر یہ خیالات اور اس کی جاہ وطلب طبیعت اسے ملوکیت کی ترغیب دینے میں ہرگز کامیاب نہ ہوتے یہ **قلوپطرہ** کی ملوکیت پرست طبیعت تھی جس نے سیزر کے دل میں بادشاہ اور دیوتا بننے کا جذبہ بھڑکا دیا۔

اپنی زندگی کے آخری دس مہینوں میں یعنی معرکہ پیین کے بعد سے واقعہ قتل تک (جو مارچ 44 ق م میں ہوا) سیزر بادشاہی منصوبوں کی تکمیل کرتا رہا اول اول اس کا خیال تھا کہ ایران کی مہم سر کرنے کے بعد تاج شاہی سر پر رکھے مگر ابھی اس مہم کی تیاریوں میں خاصی دیر تھی سیزر کی بے قرار طبیعت اس تاخیر کا تحمل کہاں تک کرتی علاوہ بریں یہ پیش گوئی بھی مشہور تھی کہ ایران کی سلطنت ایک رومی بادشاہ کے ہاتھ سے ختم ہوگی سیزر اتنا ضعیف الاعتقاد تو نہ تھا کہ پیش گوئیوں کو سچ سمجھتا مگر اپنی تجاویز پوری کرنے کی تمنا اس کے دل کو بے تاب کر رہی تھی وہ روز بروز اپنی شان وشوکت اور ذاتی اختیارات میں شاہانہ طمطراق اور ملوکانہ انداز پیدا کر رہا تھا۔

جلد ہی سیزر نے اپنے لئے کمانڈر انچیف کا عہدہ منظور کرالیا۔ سینٹ نے یہ بھی منظور کرلیا کہ یہ عہدہ اس کی نسل میں موروثی ہوگا اگرچہ اس منصب کو بادشاہی سے کوئی نسبت نہ تھی مگر اس کے موروثی ہونے کی شرط بڑی اہمیت رکھتی تھی ارکان حکومت خوب جانتے ہوں گے کہ سیزر کے بعد یہ عہدہ اس

لڑکے کو ملے گا جو آج کل دریائے ٹائبر کے کنارے سیزر کے دیہاتی قصر میں پرورش پا رہا ہے ہر شخص جانتا تھا کہ عنقریب سیزر اور قلوپطرہ کی باقاعدہ شادی کا اعلان ہونے والا ہے بظاہر یہ صورت حال عجیب تھی کہ روم کے ارکان حکومت کمانڈر انچیف جیسے منصب کو موروثی کر کے اس لڑکے کو اس کا مستحق بنا رہے تھے جو آگے چل کر مصر کا بادشاہ بننے والا تھا، پھر بھی ان باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اہل روم قلوپطرہ کو غیر ملکی یا مشرقی ملکہ نہیں سمجھتے تھے معاصر مورخ لاکھ کہیں کہ قلوپطرہ غیر ملکی خاتون تھی مگر واقعات شاہد ہیں کہ اہل روم اسے یونانی نسل کی ملکہ سمجھتے تھے جس کا دارالسلطنت اسکندریہ شان و شوکت، تمول اور تہذیب میں ہر لحاظ سے روم کا حریف تھا ایک افواہ یہ بھی تھی کہ روم کے جج ایک ایسا قانون بنانے والے ہیں جس کے رو سے سیزر، کلپورنیا اور قلوپطرہ دونوں کو بیک وقت بیوی کی حیثیت سے رکھ سکے گا۔

اہل روم کو خوب اندازہ تھا کہ سیزر عنقریب ان کا بادشاہ بننے والا ہے وہ سیزارین کو اس کا وارث سمجھتے تھے اور ان کا تصور یہ تھا کہ قلوپطرہ سے شادی کر کے سیزر پر امن طریقے سے مصر کو روم کے ممالک محروسہ میں شامل کر لے گا اس طرح سیزر اور اس کی نسل اس قدیم شاندار حکومت کی بھی وارث ہو گی جو اب تک روم کے تسلط سے آزاد تھی اور جس کی تہذیب، دولت وسائل و ذرائع رومی حکومت میں قابل قدر اضافہ ہوں گے بے شک سیزر کے مرنے کے بعد جب قلوپطرہ انطونی کی رفیقہ حیات بن گئی تو اہل روم اس کے دشمن ہوں گے

مگر سیزر کی زندگی میں وہ اسے اپنے فرمانروا کی ملکہ اور اس کے بیٹے سیزارین کی والدہ سمجھتے تھے۔۔۔۔ وہی شیر خوار سیزارین جو آگے چل کر اپنے باپ کے عہدے اور اعزازات کا وارث بننے والا تھا۔

پورفاخر جو کئی صدی بعد کا مورخ ہے لکھتا ہے کہ شہزادہ بطلیموس کی موت میں قلوپطرہ کا ہاتھ تھا مگر اس کو یہ بیان جو زینفس کے بیان پر مبنی ہے ان بیانات سے پروفیسر پیٹری کی یادداشتوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ شہزادے کی موت قلوپطرہ کے آٹھویں یا نویں سال جلوس میں واقع ہوئی۔

انہیں دنوں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ شیر خوار بچہ مصر کا بادشاہ بن گیا شہزادہ بطلیموس یا نزدہم یعنی قلوپطرہ کا چھوٹا بھائی یکا یک صفحہ ہستی سے محو ہو گیا ان ہنگامہ خیز ایام میں اس کا وجود سایے کی طرح نظر آتا تھا اور سایے کی طرح غائب ہو گیا کچھ معلوم نہیں کہ وہ اپنی موت مرا یا قلوپطرہ نے اسے زہر دے کر مار ڈالا اس قسم کے الزامات قدرتی ہیں اگر شہزادہ کسی بیماری میں مبتلا ہو کر نا گہانی موت کا شکار ہوا ہو تو بھی کہنے والے یہی کہیں گے غرض قلوپطرہ کو نوجوان شہزادے کا قاتل ٹھہرانا قرین انصاف نہیں اگر چہ یہ بھی بعید نہیں کہ قلوپطرہ نے اپنی مصلحتوں کے لئے اس فعل قبیح کا ارتکاب کیا ہو پھر بھی بغیر کسی ثبوت کے اسے قاتل ٹھہرانا مناسب نہیں۔

انہیں دنوں سیزر نے اپنا بت بنوا کر ایوان حکومت میں نصب کرا دیا۔ اس سے پہلے سات قدیم بادشاہوں کے مجسمے وہاں نصب تھے یہ مجسمہ آٹھواں تھا

اس نے منقش کشیدہ کاری کی پوشاک بھی پہنی شروع کر دی جو شاہان البا کا دستور تھا رومی سکوں پر شاہی انداز میں سیزر کے چہرے کا ٹھپا لگنے لگا ایوان حکومت میں وہ شاہی تخت پر بیٹھتا۔ ہاتھ میں ہاتھی دانت کا عصا، سر پر تاج نما زریں ٹوپی، سرکاری تقریبوں میں وہ شاہان مصر کی طرح ایک مقدس رتھ میں سوار ہو کر نکلتا گرد و پیش ارکان حکومت اور امرا کا باڈی گارڈ ہوتا از روئے قانون اسے یہ حق بھی عطا ہو چکا تھا کہ سکندر اعظم کی طرح، جو اسکندریہ کی شہر پناہ کے اندر دفن ہوا تھا، اسے بھی روم کے اندر دفن کیا جائے گا کمانڈر انچیف کا عہدہ نسلاً بعد نسل اسے مل ہی چکا تھا مختار مطلق کا عہدہ اسے ملنے والا تھا غرض تمام شاہی لوازم تیار ہو چکے تھے اور بادشاہی کے خواب کی تعبیر ملنے والی تھی۔

ان دنوں سیزر اور قلوپطرہ کی زندگی ارمانوں اور ولولوں سے بھری ہوئی تھی عوام میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہوتی تھیں سیزر کو سسرو نے ایک طولانی خط لکھا جس میں اسے سمجھایا کہ بادشاہی ہرگز قبول نہ کرنا مگر بعد ازآں دوستوں نے اسے سمجھایا کہ ایسا خط بھیجنا مناسب نہیں کوشش کوٹا ایک سابق قونصل نے یہ شوشہ چھوڑا کہ سیزر کو اٹلی سے باہر تمام بیرونی مقبوضات کا بادشاہ بنا دیا جائے مگر اس تجویز کی چنداں تائید نہ ہوئی خود سیزر بھی تذبذب تھا کہ شاہی کا عہدہ ابھی قبول کرنے یا اسے ایرانی مہم کے خاتمے تک ملتوی رکھے بہت غور و خوض کیا مگر کچھ طے نہ کر سکا۔

سیزر کو اب چنداں ضرورت نہ تھی کہ اپنے عزائم احتیاط سے مخفی رکھے تمہیداً

اس نے یہ اعلان کر ہی دیا کہ میں اپنے آپ کو مقدس و ملکوتی سمجھتا ہوں، چنانچہ اپنا ایک مجسمہ دیوتاؤں کے مجسموں کے درمیان بھی رکھوا دیا۔ اس نے مشتری کے نام پر ایک مندر تعمیر کرایا۔ قیرینس کے مندر میں بھی اپنا ایک مجسمہ نصب کرایا جس پر غیر قانونی دیوتا کندہ تھا روم کے بڑے بڑے مندروں میں اس کی نشست گاہ مقرر ہوگئی فراعنہ مصر کی طرح اس کے لئے بھی پراہتوں کی ایک جماعت مقرر ہوئی جو اس کے مجسمے کا احترام کرنے کے لئے وقف تھی سیاسی حلف ناموں میں جہاں دیوتاؤں کا نام لے کر قسم کھائی جاتی تھی وہاں شاہان مصر کے دستور کے مطابق نیز رکا نام بھی شامل کرلیا گیا بقول مومسن اہل روم کا مذہب نیز رکی اجارہ داری بن کر رہ گیا تھا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان دنوں از روئے مذہب نیز رکو دیوتا سمجھا جانے لگا۔

44 ق م کے آغاز میں لوگوں کو قطعاً یقین ہوگیا کہ نیز ر بادشاہ بننا چاہتا ہے اب صرف یہ سوال باقی تھا کہ شاہی کا اعلان ایرانی مہم شروع کرنے سے پہلے کیا جائے یا اس کے خاتمے پر آغاز فروری میں اسے زندگی بھر کے لئے مختار مطلق یا آمر پر جلال عہدہ عطا کر دیا گیا کمانڈر انچیف موروثی عہدہ پہلے ہی مل چکا تھا اب شاہی میں بس تھوڑی سی کسر رہ گئی تھی ایک خیال یہ بھی ہے کہ شاہان روم کا لباس، عصا اور دیگر شاہی ساز و سامان سنبھال لینے کے باوجود، نیز ر بادشاہ کا لقب اختیار کرنے کے لئے تیار نہ تھا ظن غالب یہ ہے کہ وہ کوئی نیا خطاب اختیار کرنا چاہتا تھا انہیں دنوں اس نے ایک موقع پر کہا ''میں بادشاہ

نہیں بلکہ سیزر رہوں'' یعنی لفظ سیزر جیسا کہ آج کل بھی اس لفظ قیصر سے مترشح ہوتا ہے بادشاہ کے خطاب سے ارفع واعلیٰ ہے۔

ان دنوں سیزر کی روز افزوں خود پسندی نمایاں ہوتی جا رہی تھی ہوس اقتدار اتنی بڑھ گئی کہ روئے زمین کا طول وعرض اس کے لئے تنگ ہو چلا تھا جاہ طلبی کا یہ حال تھا کہ جب ایک مرتبہ ججوں کی نشست گاہ کے سامنے سے گزرا اور ایک جج پونطس اکیلہ اس کی تعظیم کو نہ اٹھا تو اسے خوب جھاڑا۔ بعد ازآں اکثر دوران تقریر اس پر طنز کیا کرتا اس کے برعکس جب ایک مرتبہ ارکان حکومت اعزازات پیش کرنے کے لئے اس کے پاس آئے تو ان کی تعظیم کے لئے اپنی جگہ اٹھنا گوارا نہ کیا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ قریب ترین دوست ملنے آتے اور وہ انہیں گھنٹوں تک برابر کے کمرے میں منتظر رکھتا سسرو کو اس امر کی خاص شکایت ہے اگر کوئی شخص اس کے اختیارات پر نکتہ چینی کرتا تو وہ آپے سے باہر ہو جاتا اور انتہائی غیظ وغضب میں قسمیں کھانے لگتا ٹائی لئس امپیس کا بیان ہے کہ ایک بار اس نے یہاں تک کہ دیا لوگوں کو لازم ہے کہ میرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ کو قانون تصور کریں'' روم میں ایسے دلیر بہت کم تھے جو اسے ٹوک دینے کی ہمت رکھتے ہوں جو ایسا کرتے سخت نقصان اٹھاتے ایک مرتبہ کسی ہوا خواہ نے سیزر کے مجسمے کے سر پر شاہی تاج رکھ دیا شہر کے دو ججوں نے از روئے قانون اس شخص کو قید کر دیا اور تاج اٹھوا دیا سیزر نے اسے اپنی توہین سمجھا اور ان ججوں سے بدلا لینے کی فکر میں رہا ایک روز جب اس کا جلوس بازار

سے گزر رہا تھا تو کسی شخص نے سیزر کو بادشاہ سلامت کہہ کر سلام کیا وہی دونوں جج موجود تھے کہ انہوں نے اس شخص کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا سیزر کو تاب ضبط نہ رہی وہیں ایک ہنگامہ برپا کر دیا اور دونوں ججوں کو ان کے عہدے سے معزول کرا کے دم لیا۔''

سیزر کے اس رویے کا اثر قلوپطرہ پر بھی پڑ رہا تھا بعض اوقات اہل دربار قلوپطرہ کی بد دماغی سے آزردہ ہو جاتے تھے اس کے مصری امرا اور ارکان دولت اپنی خود پسندگی کو دبانے سے قاصر تھے اور اکثر رومی امرا ان سے کبیدہ خاطر ہو جاتے تھے سیزر کے دوستوں کو ان مصری حشم و جذم سے نفرت سی ہو چلی تھی قلوپطرہ سسرو پر مہربان تھی مگر سسرو اپنے دوست ایٹی کس کو خط لکھتے ہوئے اپنی کراہت کا اظہار ان لفظوں میں کرتا ہے:

''مجھے ملکہ اور ملکہ کے انعامات سے نفرت ہے یقین مانو میں ایسا کرنے میں حق بجانب ہوں اگر چہ ملکہ نے مجھے جو انعامات دینے کا وعدہ کیا ہے وہ میری حیثیت اور مرتبے کے شایان ہیں صارافیون (ایک مصری امیر) بے اصول اور کمینہ ہے وہ ایک بار میرے گھر آیا تھا میں نے اخلاقاً پوچھا کہ کوئی خدمت میرے لائق ہو تو کہیے بولا کہ میں تو یہاں آپ کے دوست ایٹی کس سے ملنے کی امید میں آیا تھا خود ملکہ کی صحبت میں بھی مجھے کوفت کے سوا کچھ نہیں ملتا میں نے طے کر لیا ہے کہ ان مصری لوگوں سے کوئی تعلق نہ رکھوں گا۔''

ان دنوں لوگوں کو سیزر سے بد دلی ہوگئی تھی جس کے نتیجے میں وہ قلوپطرہ سے بھی نفرت کرنے لگے اس بد دلی کا اصلی سبب شک وحسد تھا سیزر سے ہر بات میں مصر کی تقلید شروع کر دی تھی اس کے احباب دیکھ رہے تھے کہ وہ بطلیموسی خاندان کی طرح بادشاہ اور دیوتا بننے کا آرزومند ہے۔ اپنے اکثر منصوبوں کی تکمیل مصری امرا کے حوالے کرتا ہے تقویم میں اصلاح کے لیے مصری ہیئت دانوں کی جماعت بلائی گئی ہے ٹکسال کی ترمیم کے لئے مصری سکہ ساز طلب کئے جارہے ہیں محکمہ مال مصری عہدہ داروں کے ہاتھ میں ہے زہرہ مندر کا افتتاح کرتے وقت جو بحری مشقیں کوائی گئی تھیں ان میں سراسر اہل مصر نے کام کیا تھا یہ بھی افواہ تھی کہ روم کے بجائے اسکندریہ کو دار السلطنت بنایا جائے گا ان تمام باتوں نے اہل روم کے دلوں میں آگ لگا رکھی تھی اگر چہ ان سب باتوں سے سیزر کا مدعا صرف یہ تھا کہ رومی اور مصری ایک دوستے سے شیر وشکر ہو جائیں تا کہ جہانبانی کے منصوبوں میں دونوں قوموں کی ہم آہنگی مفید نتائج پیدا کر سکے۔

لاریب سیزر عظیم دماغی صلاحیتوں کا مالک تھا وہ ہر روز سینٹ میں ایک نئی تجویز نیا منصوبہ پیش کرتا۔ ہر روز کسی نہ کسی قانون کی ترمیم ہوتی ایک مرتبہ اس نے یہ تجویز پیش کی کہ دریائے ٹائبر کا رخ پھیر کر اس کی گزرگاہ بدل دی جائے ایک بار خا کنائے کو نہر کاٹ کر دونوں سمندروں کو ملانے کی تجویز پیش کی ایک بار کوہ اپی نائن پر سڑک بنانے کا خاکہ تیار کیا یا ک دفعہ اوشیا کی بندرگاہ تعمیر

کرنے کا ارادہ کیا روم میں متعدد لائبریاں قائم کرنے کی تجویز سنائی روم اور اسکندریہ میں مزید سرکاری عمارتیں تیار ہونی تھیں ان کے نقشے اس کے ملاحظے کے لئے آتے مگر ان تمام منصوبوں سے عظیم تر ایران کی مہم تھی جس کے بندوبست پر اس کی توجہ مرکوز تھی اسے یقین تھا کہ یہ مہم تین چار سال لے گی اس لئے ایک قانون کے ذریعے سے آئندہ تین سال تک کے لئے نئے عمال مجسٹریٹوں اور عہدہ داروں کا تقرر کر دیا اس دور دراز کی مہم میں دارالسلطنت سے باقاعدہ رابطہ رکھنا غیر ممکن تھا اس لئے سیزر نے ضروری سمجھا کہ روانگی سے پہلے ایسا بندوبست کر دے کہ بعد میں کوئی بدنظمی نہ پیدا ہو۔

ان عظیم تیاریوں سے یہ اندازہ کرنا آسان ہے کہ سیزر کے پیش نظر صرف ایران کی فتح نہ تھی کسی ملک کا فتح کرنا اس کے لئے صرف چند ہفتے یا چند ماہ کا کام تھا ایک مہم کی فتح کے بعد اپنے دوست کو اس کی اطلاع دیتے ہوئے یہ مختصر عبارت لکھتا کہ آیا دیکھا، شکست دی اس کی تیز دستی اور خود اعتمادی کا بین ثبوت ہے تین سال تک کی تیاریوں کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ سکندر اعظم کی طرح ایران سے گزر کر ہندوستان اور مشرق کے تمام ممالک فتح کرنے اور ان کی دولت سمیٹنے کا ارادہ رکھتا تھا اس کے ذہن میں یہ خوش آئند تصور تھا کہ تین سال بعد ملک ملک کی دولت سمیٹے ہوئے روم میں قدم رکھوں گا عوام جوش مسرت مجھے فاتح مشرق کا خطاب دیں گے اور یک زبان ہو کر کہیں گے کہ ہاں یہ بہادر تخت شاہی کا حقدار ہے۔

چند ہفتے اسی طرح گزر گئے اگر چہ سیزر کی دلی تمنائیں لوگوں کو معلوم تھیں مگر وہ چند مصلحتوں کے پیش نظر بادشاہی کا لقب اختیار کرنا خلاف اختیار سمجھتا تھا ایران کی مہم سامنے تھی سوچتا تھا کہ اگر روانگی سے پہلے بادشاہی کا اعلان کر دوں تو میری غیر موجودگی میں دشمن کیا جانے کیا کیا فتنے اٹھائیں گے پلوٹارک کا بیان ہے کہ یہی تمنا سیزر کی تباہی کا سبب بنی اس کے پوشیدہ دشمنوں نے اسی بات کو ہوا دے دے کر لوگوں کو اس سے برگشتہ کر دیا ابھی چند ہفتے پہلے جب وہ سینیٹ کے ارکان کے اعزاز میں کھڑا نہیں ہوا تھا تو بڑی لے دے ہوئی تھی اور سیزر نے یہ کہہ کر پیچھا چھڑایا تھا کہ اس وقت مجھے دورہ پڑ رہا تھا یہ افواہ بھی پھیلائی گئی کہ سیزر تو اٹھنا چاہتا تھا مگر بلیس نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ اعزاز تو تمہارا حق ہے اٹھنے اور تعظیم دینے کی کیا ضرورت ہے یہ بھی مشہور کیا گیا کہ جب سیزر کو عوام کی ناراضی کا احساس ہوا تو اس نے گردن جھکا کر دوستوں سے کہہ دیا کہ اگر عوام مجھ سے ناخوش ہیں تو میں اپنا گلا کٹوا دینے کے لئے تیار ہوں۔

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ بادشاہی کا اعلان کرنے کے لئے ابھی فضا سازگار نہ تھی یہی وجہ تھی کہ سیزر نے اس ارادے کو ملتوی کر دینے کا خیال کیا اس کے دوش بدوش بعض وجوہ تھیں کہ اگر وہ ایران کی طرف کوچ کرنے سے پہلے شاہی کا اعلان کر دیتا تو مناسب تھا بالخصوص اگر عوام خود اسے شاہی تاج پہنانے کا اصرار کرتے اسے قلوپطرہ کے معاملے میں خاص

اضطراب تھا وہ اس کے لئے ایک موزوں رفیقہ حیات اور اس کے بیٹے کی والدہ تھی سوچتا تھا کہ اگر ایران روانہ ہونے سے پہلے اپنے بادشاہ ہونے اور قلوپطرہ کو ملکہ بنانے کا اعلان کر دوں تو معلوم نہیں کہ میری سہ سالہ غیر حاضری کے دوران قلوپطرہ امور مملکت کو سنبھال سکے گی یا نہیں روم میں اور کوئی خاتون اس پائے کی نہ تھی جو اس کی ملکہ بن کر قلوپطرہ کی طرح سیزر کے شاہی خاندان کی بنیاد رکھ سکے غرض ان حالات میں یہی ہو سکتا تھا کہ سیزر قلوپطرہ کو مصر بھیج دے تا کہ اس کی غیر حاضری میں وہاں رہے اور اس کی واپسی پر پھر روم آ جائے تا کہ سیزر اپنی بادشاہی اور اس کے ملکہ ہونے کا بہ یک وقت اعلان کر سکے رہی کلپورینا بے شک وہ سیزر کی منکوحہ بیوی تھی مگر بانجھ ہونے کے سبب اس کے مقاصد کی تکمیل نہ کر سکتی تھی اسے راستے سے ہٹانے کا سہل طریقہ یہ تھا کہ ایک روز اس کی سخت علالت کا اعلان کر کے کچھ دنوں بعد اس کے مرنے کی خبر سنا دی جائے کسے خبر ہو گی کہ اس بیماری اور موت کی تہ میں سیزر کی عیاری اور زہر فروش کا ہاتھ ہے!

روانگی سے پہلے سیزر نے اپنے وصیت نامے کا اعلان کیا اور مہر توثیق لگا دی وصیت نامے کی عبارت سے صاف ظاہر تھا کہ وہ بادشاہی کے ساتھ قلوپطرہ کو اپنی ملکہ اور سیزارین کو ولی عہد بنانے کا بھی آرزومند تھا۔ از روئے قانون کمانڈر انچیف کا عہدہ سیزر کے مرنے کے بعد ننھے سیزارین کو ملنا ہی تھا مگر سیزر کی تمنائیں اس پر قناعت کرنے کے لئے تیار نہ تھیں اس وصیت نامے

کے رو سے سیزر کی موت واقع ہونے کی صورت میں اس کی املاک و جائداد کا کچھ حصہ عوام کے لئے اور باقی اس کے اعزہ و اقربا کے لئے وقف کیا گیا تھا جس میں اس کے بھانجے آکیٹوین کا خاصا حصہ نکلتا تھا ایک شق یہ بھی تھی کہ اگر ایران کی مہم پر روانگی کے بعد کلپورینا کے اولاد ہوتو فلاں فلاں اشخاص میرے بچے کے نگراں ہوں گے مگر خود سیزر کے نزدیک یہ امکان اتنا ضعیف تھا کہ اس کے مصارف وغیرہ کا کوئی انتظام نہ کیا سیزارین کے لئے کسی بندوبست کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ قلوپطرہ خاصی دولت مند تھی یوں بھی بادشاہ بنے بغیر قلوپطرہ یا سیزارین کے متعلق کوئی وصیت کرنا لاحاصل تھی۔ اگر وہ مختار مطلق کی حیثیت سے ایران یا ہندوستان کی مہم میں مر جاتا تو قلوپطرہ کو ملکہ اور سیزارین کو ولی عہد بنانے اور ایک شاہی خاندان کی داغ بیل ڈالنے کی تمنائیں خواب پریشاں ہو کر رہ جاتیں البتہ اگر روانگی سے پہلے عوام سیزر کو تاج شاہی پہنا دیتے تو وہ اس وصیت نامے کو منسوخ کر دیتا عوام میں تو یہ بھی مشہور تھا کہ سیزر نے اس وصیت نامے کے علاوہ ایک اور وصیت نامہ الگ تیار کر رکھا ہے جس کا اعلان تاج پوشی کے بعد کیا جائے گا۔

دراصل سیزر کو اپنے منصوبوں کے سوا کسی اور چیز سے دلی لگاؤ نہ تھا اسے قلوپطرہ سے جو محبت تھی وہ صرف اس لئے کہ وہ اس کے مقاصد کا بہترین آلہ کار تھی اگر وہ ایران کی مہم میں مارا جاتا تو اسے مرتے وقت یہ خیال تک نہ آتا کہ میرے بعد اس غریب پر کیا گزرے گی پر جوش محبت کے چونچلے کبھی کے ختم ہو

چکے تھے یہ صحیح ہے کہ اس کی صحبت میں رہ کر محظوظ ہو جاتا اور اس کا اثر قبول کرتا تھا مگر واقعہ یہی ہے کہ سیزر قلوپطرہ کو ایک پیاری بیوی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک موزوں ملکہ سمجھ کر چاہتا تھا جو اس کا شاہی خاندان قائم کرنے کے لئے موزوں ترین عورت تھی۔ اس کے برعکس قلوپطرہ کی محبت میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا تھا وہ سیزر کو اسی احترام سے دیکھتی تھی جس سے کوئی محبت بھری جوان ورت اپنے بوڑھے مگر عظیم المرتبت شوہر کو دیکھتی ہے!

ان دنوں سیزر کی صحت گر چکی تھی نو در کے عجائب گھر میں اس کی جو تصویر آج تک محفوظ ہے اس سے لاغری و اضمحلال کے آثار نمایاں ہیں عمر ابھی ساٹھ سال سے کم ہی تھی مگر چہرے کی دلکشی ختم ہو چکی تھی مسلسل محنت اور بیماری کی شدت نے اس کے دبلے پتلے جسم کو چور چور کر دیا تھا یہ اس کی بے قرار روح اور پر جوش طبیعت تھی جو اسے اپنے فرائض و عزائم پورے کرنے کے لئے اڑائے پھرتی تھی قلوپطرہ کو اس کی گرتی ہوئی صحت کے خیال سے سخت تشویش تھی سوچتی تھی کہ خدا جانے سیزر کی صحت اس مہم کی سختیوں کا تحمل کر سکے گی یا نہیں وہ اس کی امیدوں کا مرکز تھا یہ تصور کہ سیزر کی بادشاہی کا منصوبہ تین چار سال کے لئے ملتوی ہوا جا رہا ہے اس کے لئے وہاں روح بن گیا تھا وہ خود بھی سمجھتی تھی کہ سیزر کا اس وقت بادشاہ بن کر تین چار سال کے لئے باہر نکل جانا سراسر خلاف مصلحت ہے روم کے عوام اس کی جاہ طلبی کے خلاف اور دشمن نئے شگوفے کھلانے کی فکر میں ہیں کپورینا کا وجود بھی سد سکندری کی طرح

حائل ہے۔مگر تمنا۔۔۔۔بیتاب تمنا ان دلائل کو سننے کے لئے تیار نہ تھی یہ آرزو قلوپطرہ کا حاصل حیات تھی اس نے پچھلے تین سال اسی تمنا کا تانا بانا بننے میں بسر کیے تھے کہ سیزر بادشاہ بن جائے ،وہ اس کی ملکہ کہلائے اور اس طرح اپنے بیٹے کے لئے نصف دنیا کا تخت حکومت یا کم از کم مصر کا تخت شاہی محفوظ کرنے ورنہ ظاہر تھا کہ اگر حالات نے پلٹا کھایا تو مصری حکومت بھی رومی مقبوضات کی بڑھتی ہوئی لہروں کا لقمہ بن جائے گی۔

مگر سیزر کا تذبذب بھی بے جا نہ تھا بقول سسرو وہ ایک مدت سے اپنے عزائم کی تیاریاں کر رہا تھا شاہی کے منصوبے کی تکمیل اس نے سینکڑوں خطرے مول لیے اور ہزاروں جتن کیے دوستوں کو عنایت سے خوش کرنا دشمنوں سے فیاضی کے مظاہرے،عوام کے لئے کھیل تماشے اور بہترین تفریحات مہیا کرنا، بائیس بائیس ہزار رومیوں کو بیک وقت دسترخوان پر کھانا کھلانا، انعامات، رشوت،نمائشیں،سرکاری عمارات کی تعمیر،غرض کون سی تدبیر تھی جو سیزر نے عوام کا دل موہ لینے کے لئے نہ کی تھی اب اس کا مقصد حاصل ہونے میں بس ایک مرحلہ باقی تھا جلدی کرنے اور قبل از وقت عوام کے سر پر بادشاہ بن کر مسلط ہو جانے میں کوئی خوبی نہ تھی وہ اس لمحے کا تصور کر رہا تھا جب تین سال بعد مشرقی ممالک کی تسخیر کا اعزاز سنبھالنے ایران و ہندوستان کی دولت سمیٹے اور پر اسرار مشرق کے بادشاہوں کو پابجولاں اپنی جلو میں لیے روم میں داخل ہوگا عوام جوش مسرت میں تالیاں بجا بجا کر فاتح مشرق کا استقبال کریں گے اور اپنی شکر

گزاری کا اظہار کرنے کے لئے اسے بہت خود تخت شاہی پر بٹھا دیں گے یہ سب صحیح مگر قلوپطرہ کو اس صبر آزما تاخیر کی تاب نہ تھی اس نے سیزر اور انطونی کی مدد سے جوان دنوں سیزر کا دست راست تھا، یہ بندوبست کیا کہ فروری کی کسی موزوں تاریخ پر شاہی کا اعلان کر دیا جائے۔

فروری کی پندرھویں تاریخ تھی اور لوپرکیلیا کی عید جس روز لوپرکس دیوتا کی نیاز کرتے تھے اس عید کی رسموں کا سراغ نہیں ملتا مگر اتنا معلوم ہے کہ اہل روم بلا امتیاز نسل اس تہوار کو بڑی گرم جوشی سے مناتے تھے جس طرح مصر میں عمین کو تخلیق کا دیوتا مانا جاتا تھا اسی طرح روم میں لوپرکس کو جو فونس کا مظہر تھا تخلیق کا دیوتا سمجھتے تھے وہ معزز پروہت (پجاری) ایک بکرے اور ایک کتے کو قربان گاہ پر بھینٹ چڑھاتے تھے، ان کی کھال کے تسمے بنا کر چابک تیار کرتے اور یہ چابک ہاتھوں میں لیے سارے شہر میں دوڑے پھرتے۔ جہاں کہیں کوئی عورت نظر آتی اس پر بے تحاشا چابکوں کی بارش کر دیتے مراد یہ تھی کہ ان چابکوں کی مار سے بری ارواح غائب ہو جائیں گی اور وہ عورت صاحب اولاد ہو گی جو عورتیں اولاد کی متمنی ہوتی تھیں وہ 15 فروری کو گھر سے باہر آ جاتیں اور چابکوں کی مار کھایا کرتیں اس چابک کو فرورا کہتے تھے جس کے معنی خالص کنندہ ہیں اس لفظ سے فروری بنا جو اس تقریب کے مہینے کا نام ہے یہی تہوار منصر میں بھی منایا جاتا تھا اگرچہ دونوں ملکوں کی رسوم میں مکمل مطابقت کا سراغ نہیں ملتا مگر اتنا معلوم ہے کہ اہل مصر عمین کو توالد و تناسل کا دیوتا مانتے

تھے اور عمین کی نیاز کے دن ایک گیدڑ اور ایک مینڈھے کی قربانی چڑھایا کرتے تھے۔

جن دنوں سیزر مصر میں مقیم تھا، اہل اسکندریہ اسے یمن کا اوتار سمجھنے لگے تھے (قلوپطرہ کے حاملہ ہونے کے باعث) خود قلوپطرہ، زہرہ کی اوتار مشہور تھی کہ وہ بھی تو الدوتناصل کی دیوی ہے اس مرتبہ جو اس تہوار کی تاریخ آئی تو سیزر نے از خود قلوپطرہ کے ایما سے بڑی دھوم دھام کے ساتھ یہ تقریب منائی وہ خود کو عمین اور لوپرکس کا اوتار سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو مگر اس سال خود ہی تقریب کا مہتمم بنا انطونی، جو سیزر کا دست راست تھا، ان دو پروہتوں میں سے ایک تھا جو چابک سنبھالے سارے شہر کی عورتوں کی خبر لیتے پھر رہے تھے جوش اور محنت کے سبب انطونی کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا یہ دونوں پروہت جب چوک میں تقریب کے صدر یا مہتمم یعنی سیزر کے سامنے آئے تو اسے تخلیق کا دیوتا کہہ کر سلام کیا پر جوش عوام نے بھی جو دونوں پجاریوں کے پیچھے چلے آرہے تھے اسی نام سے سیزر کو سلام کیا جوش اور تعظیم کا ہیجان چاروں طرف پھیل گیا انطونی نے یا تو عوام کے اس جوش سے فائدہ اٹھانے کے لئے یا کسی سوچی سمجھی تجویز کے مطابق اپنی بغل سے ایک سنہری تاج نکالا اور پوری تعظیم سے کہہ کہہ کر سیزر کو پیش کیا ''اے آسمانی دیوتا حقیر دنیا کی حکومت کا تاج قبول کیجئے'' انطونی کے یہ کہتے ہی بہت سے آدمیوں نے جو اس انبوہ کے مختلف حصوں میں موجود تھے یا قصداً کھڑے کیے گئے تھے، رضا مندی کے نعرے بلند کئے مگر عوام کی اکثریت خاموش رہی، سیزر جو عوام کا مزاج

شناس تھا، صورت حال سمجھ گیا اور بیدلی سے بولا کہ مجھے تاج کی تمنا نہیں اس کے الفاظ سن کر عوام الباس نے تحسین و آفرین کے نعرے بلند کیے اب کے انطونی نے دوبارہ تاج پیش کیا اور سینر نے لوگوں کی خاموشی کا اندازہ کر کے بڑے وقار سے دوبارہ اسے نامنظور کر دیا اہل روم نے اپنے مختار مطلق کی ادائے بے نیازی پر جی بھر کر تحسین و آفریں کے نعرے لگائے سینر نے حکم دیا کہ یہ تاج ایوان حکومت میں رکھ دیا جائے اور اس پر لکھ دیا جائے کہ سینر نے اسے منظور نہ کیا اب انطونی کو اپنی غلط حرکت کا احساس ہوا مگر تھا صاحب تدبیر دوبارہ چابک سنبھالا اور اس طرح جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہ تھی دوسرے پروہت کو ساتھ لیے داہنے بائیں چابک برساتا آگے بڑھ گیا۔

اس واقعے نے فیصلہ کر دیا کہ سر دست بادشاہی کا اعلان نا مناسب ہے سینر کو اگلے مہینے ایران کی مہم پر روانہ ہونا تھا اس نے قلوپطرہ کو بیش بہا تحفے دیے اور بہتر دنوں کی امید دلا کر ہدایت کی کہ میری غیر حاضری تک کے لئے اسکندریہ جا کر اپنی حکومت کا کاروبار سنبھالو اگر چہ انطونی اب بھی کوشش کر رہا تھا کہ مارچ کی کسی تاریخ پر سینر کو دوبارہ تاج شاہی پیش کرے مگر قلوپطرہ جو اس واقعے سے عوام کے مزاج کا اندازہ کر چکی تھی پر امید نہ تھی اپنی تمام آرزوؤں کو غیر معین مدت کے لئے ملتوی کر کے اس نے رخت سفر باندھنے کا حکم دیا اور بادل نخواستہ اس طولانی بحری سفر کے لئے تیار ہو گئی جسے طے کر کے اسے اپنے پر سکون دار السلطنت میں پہنچنا تھا۔

دس

سیزر کا قتل اور قلوپطرہ کی مراجعت مصر

بلاشبہہ انطونی جو اس عہد کی تاریخ میں آگے چل کر ایک اہم کردار ثابت ہوگا، مختلف موقعوں پر قلوپطرہ کو دیکھ چکا تھا سال گزشتہ کے آغاز سے جب سیزر سے اس کی مصالحت ہو چکی تھی وہ متعدد بار آمر کی فردگاہ پر گیا ہوگا اور قلوپطرہ سے ملا ہوگا سیزر کی وصیت کی تکمیل میں اس کی سرگرمی کا ایک بڑا سبب قلوپطرہ کی دلفریب شخصیت بھی تھی یہ بھی ثابت ہے کہ تقریباً دس سال پہلے جب وہ گیبی نیس کے ساتھ شاہ بطلیموس سیزدہم کو مصر کے تخت پر بحال کرنے کے لئے گیا تھا قلوپطرہ کے حسن و جمال سے مسحور ہو گیا تھا اس کے مزاج میں تلون اور جذباتیت تھی اور یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ ان دنوں سیزر سے اس کا تعلق کس نوعیت کا تھا سیزر کے تسلیم مصر کے دوران وہ اس کا جانشین تھا بعد ازآں دونوں میں اختلافات ہو گئے یہاں تک کہ سیزر نے اسے معزول کر دیا انطونی اس واقعے سے سخت برہم ہوا یہاں تک مشہور ہو گیا کہ وہ سیزر کو ٹھکانے لگانے کی فکر میں ہے فتح سپین کے بعد دونوں میں مصالحت ہو گئی وہ سیزر کی جماعت کا رکن رکین اور اس کا پرجوش حامی بن گیا حتی کہ گزشتہ تہوار پر اسے تاج شاہی بھی پیش کیا بایں ہمہ سیزر کو اس پر مکمل اعتماد ہرگز نہ تھا۔

سیزر بے شک عظیم دماغی صلاحیت کا مالک تھا مگر خوشامد پسند تھا اور مردم شناسی کے جوہر سے عاری اس کے معتمد و مقرب وہ لوگ تھے جو لیاقت سے نہیں بلکہ رومی قہرمان کے صحیح یا غلط منصوبوں کی حمایت سے اس کی خوشنودی حاصل کر کے جاہ و عظمت کی بلندی تک پہنچے تھے بلیس اور اوپیس جو سیزر کے خاص معتمد تھے، معمولی لیاقت کے آدمی تھے ڈولا بیلا جس نے حال ہی میں کچھ اعزازات حاصل کیے تھے، سخت طامع شخص تھا سیزر نے اسے یہاں تک بڑھایا کہ اس کی روانگی ایران کے سبب کونسل کا جو عہدہ خالی ہونیوالا تھا اس کے لئے نامزد کر دیا سیزر اس 25 سالہ نوجوان پر جو عنایت کر رہا تھا اس سے یقیناً انطونی کو صدمہ پہنچتا ہوگا کیونکہ یہ بدمعاش انطونی کی سابقہ بیوی انطونیا پر عاشق تھا اس لئے انطونی نے اسے طلاق دے کر اس موجودہ بیوی فکریا سے شادی کی تھی ظاہر ہے کہ انطونی سیزر کا دل سے بہی خواہ نہ ہو سکتا تھا ایک بار پھر یہ افواہ اڑی کہ انطونی ڈولا بیلا سے ساز باز کر کے سیزر کی فکر میں ہے شیر دل سیزر یہ سن کر بولا ''مجھے ان دنوں موٹے مسٹنڈوں سے کوئی اندیشہ نہیں البتہ بعض دبلے زرد رو لوگوں کی طرف سے کچھ فکر ہے''

سیزر کی بات کو چاہے لطیفہ سمجھیے مگر یہ بات بالکل ٹھیک تھی تند خو، رز درد، نحیف الجثہ، کیشیس اسی دوسری قسم کا آدمی تھا یہ شخص جو ایک اچھا سپاہی اور جوڑ توڑ کرنے والا سیاست داں تھا جنگ فارسیلیا میں متوفی پومپی کے ساتھ سیزر کے مقابلے پر آیا تھا مگر فتح کے بعد سیزر نے اسے معاف کر دیا کیشیس بچپن ہی

سے امارت و بادشاہی کے خلاف تھا ایک مرتبہ سکول میں جب سلا کے بیٹے فاسٹن نے فخر سے اپنے باپ کے امیرانہ جاہ وجلال کا ذکر کیا تو نوعمر کیشیس نے نفرت میں اس کا سر پھوڑ دیا تھا اب جو سیزر کی بادشاہی کے چرچے سنے تو کیشیس غصے کے مارے دیوانہ ہو گیا فروری 44 ق م میں کیشیس اور اس کے دوستوں نے سیزر کے قتل کی سازش کی کسی طرح بروٹس کو بھی اپنا شریک بنالیا رفتہ رفتہ یہ سازش وسیع تر ہو گئی انہیں دنوں ایک بار سیزر نے یہ الفاظ کہے'' کیشیس کا چہرہ زرد ہے معلوم نہیں آج کل وہ کس فکر میں ہے۔''

سیزر بروٹس کی بہت عزت کرتا تھا یہاں تک کہ ایک بار اسے اپنا جانشین بنانے کی بھی تجویز کی تھی آج بھی یہ دیکھ کر صدمہ سا محسوس ہوتا ہے کہ روم کا مختار (سیزر) اسی فاضل وہوش مند نوجوان پر مہربان تھا جو اس کی شمع زندگی گل کرنے کے لئے کیشیس سے ساز باز کر رہا تھا متعدد خامیوں کے باوجود سیزر میں ایسے اوصاف موجود تھے کہ ہم اس کی عزت اور اس سے ہمدردی کرنے پر مائل ہیں ایک مرتبہ جب اسے کسی نے جتایا کہ بروٹس تمہیں قتل کرنے کی فکر میں ہے تو سیزر کا جواب تھا'' چہ خوش! کیا تم بروٹس کو اتنا بے صبر سمجھتے ہو کہ وہ میری موت تک انتظار کرنے کے بجائے جلد بازی سے کام لے گا۔''

گمان غالب ہے کہ بروٹس سیزر کا صلبی بیٹا تھا جس سال بروٹس پیدا ہوا اس سال اور اس کے مدتوں بعد تک سیزر کی آشنائی سرویلیا سے رہی جو بروٹس کی والدہ تھی اس کے برعکس بروٹس کا دعویٰ تھا کہ میں اپنی ماں سرویلیا کے جائز

شوہر کی اولاد ہوں جس کا سلسلہ نسب جونیس بروٹس تک پہنچتا ہے بروٹس کی والدہ کیٹو کی بہن تھی جس نے شمالی افریقہ میں سیزر سے شکست کھانے کے بعد خودکشی کر لی تھی کیٹو کی دختر پورشیا، بروٹس کی بیوی تھی اس لحاظ سے بروٹس کو سیزر سے یقیناً عداوت ہو گی۔۔۔اس سیزر سے جس نے سسرو کے جواب میں ایک نظم لکھ کر متوفی کیٹو پر حملے کیے تھے۔

مگر ایک لحاظ سے بروٹس کو سیزر سے ہمدردی ہو سکتی تھی بروٹس کا باپ پومپی کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا اس اعتبار سے سیزر وہ شخص تھا جس نے اس کے باپ کے قاتل کو شکست دے کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بروٹس نہایت حق پرست، با اصول نوجوان تھا۔ یہ معاملات کہ سیزر اس کے سسر کا قاتل، اس کی ماں کا آشنا یا اس کے باپ کے قاتل سے انتقام لینے والا تھا اس کے حق پرست دماغ میں راہ نہ پا سکتے تھے باپ کے قتل کے بعد اس نے پومپی سے قطع کلام کر لیا تھا مگر بعد ازاں اس کی ایمانداری سے اتنا متاثر ہوا کہ جب پومپی اور سیزر میں جنگ چھڑی تو وہ کسی ترغیب کے بغیر پومپی کی فوج میں شامل ہو گیا اسے اپنے کیمپ میں دیکھ کر پومپی فرط حیرت سے بے خود سا ہو گیا اٹھ کر اسے گلے لگایا اور بڑا عہدہ دیا پومپی کی شکست کے بعد بروٹس کو بھی بھاگنا پڑا سیزر نے سرویلیا کی محبت کی یاد میں اپنے سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ کوئی شخص لڑائی یا تعاقب میں بروٹس پر ہاتھ نہ اٹھائے بھاگنے کے بعد بروٹس نے سیزر کو لکھا کہ میں چند مناسب اور باعزت شرطوں پر آپ سے ملنے کے لئے تیار ہوں

سیزر نے یہ شرطیں منظور کر لیں بروٹس کو عزت سے لیا اور اعزازات عطا کئے قول اور اصول ہی کی خاطر بروٹس نے سیزر کو بتایا کہ پومپی بھاگ کر مصر پہنچا ہے سیزر اسی نشان دہی پر اس کے تعاقب میں وہاں پہنچا۔

بروٹس ایک عالم فاضل نوجوان تھا جو تحریر و تقریر میں حکیمانہ اقوال، اخلاقی اصول اور پر جوش الفاظ سے آتش نوائی کیا کرتا تھا ایک مرتبہ سیزر نے اس کی پر جوش تقریر سن کر بے ساختہ کہا ''معلوم نہیں یہ نوجوان مقرر کیا کہنا چاہتا ہے مگر اسے جو کچھ کہنا ہے انتہائی جوش سے کہہ رہا ہے'' وہ خود کو ایماندار اور با اصول کہا کرتا تھا اور فی الواقع ایسا ہی تھا ممکن ہی نہ تھا کہ کوئی شخص خوشامد یا کسی ذلیل طریقے سے اسے اپنی طرف مائل کر لے وہ کہا کرتا تھا کہ اگر کوئی شخص پختہ عمر ہی میں بھی اپنے دوستوں کی غلط درخواستوں کو رد کرنے کی ہمت نہیں رکھتا تو سمجھ لو کہ وہ نوجوانی میں بالکل بے اصول رہا ہوگا کیشیس نے جو بروٹس کا نسبتی بھائی تھا، ضروری سمجھا کہ اس شخص کو جس کی اصول پرستی ضرب المثل تھی، اپنی طرف ملا لے ایک روز باتوں باتوں میں بولا کہ بروٹس! سنتے ہیں اگلے مہینے ایوان حکومت میں سیزر کی بادشاہی کا اعلان کیا جائے گا بروٹس بولا کہ میں اس روز ہرگز ہرگز قدم نہ رکھوں گا کیشیس نے پوچھا کہ اگر سیزر تمہیں ایوان میں طلب کرا لے تو؟ بروٹس نے بانکپن سے جواب دیا ''تو میں خاموش نہ رہوں گا بلکہ مردانہ وار سیزر کی مخالفت کروں گا اور آزادی ملک کے لئے جان دے دوں گا۔''

کیشیس جانتا تھا کہ ایسے اصول پرست آدمی کو ملا لینا اور سیزر کے قتل پر آمادہ کر لینا کچھ مشکل نہیں یہ صحیح ہے کہ سیزر نے جنگ فارسیلیا میں اس کی جان بخشی کی تھی، وہ اس کا محسن سہی مگر عوامی مفاد کا دشمن تھا عوامی آزادی کے نام پر بروٹس کو بھڑکا دینا آسان تھا چنانچہ سازش کے ارکان نے کاغذ کے ٹکڑوں پر طرح طرح کے ہیجان خیز فقرے لکھ کر اس کی کرسی پر ڈال دیے ''بروٹس! تیری سچائی کہاں گئی؟ بروٹس! حق و باطل میں تمیز کر'' وغیرہ اسے مزید برافروختہ کرنے کے لئے کسی نے اس کے مورث اعلیٰ یعنی جونیس بروٹس کے مجسمے پر یہ الفاظ لکھ دیے '' کاش آج تم موجود ہوتے'' غرض قاتلوں نے بروٹس کے جذبات میں ہیجان برپا کر دیا اور کئی دن تک سوچنے کے بعد اس نے یہ فیصلہ کیا کہ سیزر کو ختم کر دینا میرا اندوہناک فرض ہے!

یکم مارچ تک سازشی جماعت نے ستر اسی ارکان حکومت کو اپنے ساتھ ملا لیا اگر ان دنوں سیزر بادشاہی کا اعلان کرتا تو یقیناً اہل سازش کے خنجر کا شکار ہو جاتا مگر اس کے خلاف سازش کی افواہ اتنی گرم تھی کہ اسے اس اقدام کی جرأت نہ ہوئی 17 مارچ کو اسے ایران کی مہم پر روانہ ہونا تھا اور یہ سننے میں آ رہا تھا کہ دو دن پہلے یعنی 15 مارچ کو اس کی ہر دل عزیزی کے شاندار مظاہرے کئے جائیں گے اور روانگی سے پہلے اسے تاج شاہی پیش کیا جائے گا سازشی جماعت نے فیصلہ کیا کہ اسی تاریخ کو جب وہ ایوان حکومت میں آخری بار آئے اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جائے۔

15 مارچ کی خونیں صبح طلوع ہوئی اس روز بروٹس کے دل میں غضب کا اضطراب تھا وہ فطرتاً نیک اور قابل احترام تھا مگر طبیعت کی کمزوری اور صداقت و اصول کے راستے سے بال بھر نہ ہٹنے کی شدید خواہش اسے اکثر اپنے دوستوں اور آقاؤں سے غداری پر مائل کر دیتی تھی۔ فی الحقیقت حب وطن اور اصول پرستی نے اسے یہ فرض انجام دینے پر آمادہ کیا تھا مگر اسے اس اقدام سے پہلے اچھی طرح سوچ لینا چاہیے تھا کہ جس چیز کو وہ حب وطن یا فرض شناسی سمجھ رہا تھا وہ صریحی محسن کشی اور غداری بھی ہے بروٹس کے ذہن میں اس رات اتنا اضطراب و ہیجان تھا کہ بستر پر کباب تیخ کی طرح کروٹیں بدلتا رہا اس کی بیوی پورشیا نے بڑی منت سے اس کی بے چینی کا سبب پوچھا بروٹس نے آخر اسے راز سے آگاہ کر دیا اور اس طرح تمام رفیقوں کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا۔

اس روز سارے شہر پر اندوہ و اضطراب چھایا ہوا تھا غالباً اس وجہ سے کہ سیزر کے خلاف سازشوں کی افواہیں بہت گرم تھیں مگر سیزر بدستور مہم کی تیاریوں میں مصروف تھا حسب معمول بڑی بڑی رقمیں بے تامل قرض لیں پھر بھی اس روز سیزر اور اس کے رفیقوں کو ایک طرح کا اضطراب تھا ضرور اہل سازش کی اکثریت ان امرا پر مشتمل تھی جنہیں سیزر نے ان کی سابقہ دشمنی کے باوجود معاف کر کے بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیا تھا غالباً اس روز سیزر شہر میں اپنی بیوی کلپورینا کے گھر مقیم تھا اور اتنا مشغول تھا کہ قلوپطرہ سے ملنے کے

لئے وقت نہ نکال سکا اضطراب و تعطل کی حالت میں اس غریب کے لئے پہاڑ سا دن کاٹنا مشکل ہو گیا ہو گا یکم مارچ کو بادشاہی کے اعلان کی جو امید تھی وہ کبھی کی مر چکی تھی سیزر کو اب صاف نظر آ رہا تھا کہ اگر تاج شاہی قبول کر کے دور دراز کی مہم پر فوراً روانہ ہو جاؤں تو نتیجہ اچھا نہ ہو گا سکندر اعظم کے کم عمر بیٹے کا دردناک انجام اس کی نظر میں تھا جسے سکندر کے مرتے ہی غداروں نے ٹھکانے لگا دیا تھا وہ اپنے لخت جگر کو اس طرح موت کے منہ میں نہ دینا چاہتا تھا ان حالات میں اسے لازم تھا کہ قلوپطرہ کو نشیب و فراز سے آگاہ کر کے سمجھا دیتا کہ بادشاہی کا اعلان سراسر نامناسب ہے کیونکہ اگر ایران کی مہم میں میرا خاتمہ ہو جائے تو میرا تیز طرار بھانجا آکٹیوین میرا جانشین ہو جائے گا مگر قلوپطرہ کے دل میں امید کی کرنا بھی باقی تھی سوچتی تھی کہ شاید 15 مارچ کا دن مبارک ثابت ہو اور بادشاہی کا اعلان ہو جائے تو میں اطمینان کے ساتھ ملکہ روم کی حیثیت سے مصر کو واپس جاؤں۔

اس روز لوگوں کے دل پر غم و اندوہ طاری تھا جا بجا منحوس علامات ڈراؤنے خیالات اور بھیانک واقعات کے افسانے سننے میں آ رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ کل رات آسمان میں خوفناک آوازیں اور روشنیاں محسوس ہوئیں کوئی کہتا تھا انسان کے بھیس میں چھلاوے رات بھر شیطانی جنگ کرتے رہے ہیں کسی کا بیان تھا کہ رات کے وقت منحوس صورت پرندے چوک میں اترتے دیکھے گئے ایک نجومی نے جسے غالباً اس سازش کی ہوا لگ گئی ہو گی، پیش گوئی کی کہ آج کا

دن سیزر کے لئے منحوس ہے مگر سیزر جسے خطرات میں لطف آتا تھا ان باتوں سے متاثر نہ ہوا۔

اس نامراد صبح کی سابقہ رات کو سیزر نے اپنے دوست مارکس لیپی ڈس کے ساتھ کھانا کھایا باتوں باتوں میں یہ ذکر چل نکلا کہ موت کی کونسی صورت سب سے اچھی ہے سیزر کے سامنے اس وقت کچھ کاغذات دستخط کے لئے آئے تھے کاغذوں سے سر اٹھا کر سیزر بے اختیار بولا ''مرگ ناگہاں'' بات آئی گئی ہوگئی مگر اس کے دوستوں نے اگلی صبح اس فال بد کو پورا ہوتے دیکھا پلوٹارک کا بیان ہے کہ اس رات ہوا نہ تھی مگر سیزر کی خواب گاہ کے دروازے یکا یک کھل گئے اور چاند کی روشنی اندر داخل ہوئی برابر میں کلپورنیا سو رہی تھی سیزر نے دیکھا کہ وہ سوتے سوتے بڑبڑا رہی اور سسکیاں بھر رہی ہے جیسے اس کی روح پر ایذا گزر رہی ہو سیزر نے اسے جگا کر سبب پوچھا تو بولی کہ میں خواب میں تمہیں قتل ہوتے دیکھ رہی تھی سیزر سمجھ گیا کہ نجومی کی پیش گوئی نے خواب وخیال کا رنگ اختیار کیا ہے پھر بھی جب صبح کے وقت کلپورنیا نے گڑگڑا کر منت کی کہ آج گھر سے باہر نہ نکلو تو سیزر ایک حد تک اس کی بات مان گیا۔

15 مارچ کی صبح کو سازشی جماعت ایوان وزراء میں جمع ہوئی قتل کے لئے ایوان کا وہ برآمدہ منتخب کیا گیا جس کے پیچھے متوفی پومپی کا مجسمہ کھڑا تھا قاتلوں میں بعض مجسٹریٹ بھی تھے جنہیں اس روز مقدمات کا فیصلہ کرنا تھا ان لوگوں نے کامل سکون سے مقدمات کی سماعت کی۔

سوٹونیس کا بیان ہے کہ قلوپطرہ مصر واپس جا چکی تھی مگر سسرو کے ایک خط سے جو اگلے مہینے لکھا گیا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس وقت تک روم میں مقیم تھی

کسی کے چہرے سے اضطراب کی علامت مترشح نہ ہوئی بروٹس بالخصوص مطمئن تھا کہا جاتا ہے کہ ایک مجرم نے اس کا فیصلہ تسلیم کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں سینر کے سامنے اپیل کروں گا بروٹس نے اطمینان سے جواب دیا'' سینر نے میرے صحیح فیصلوں کی تردید نہ کبھی کی ہے نہ کرے گا۔''

مگر جب سینر وقت معینہ پر ایوان میں نہ آیا تو قاتلوں کا سکون و اطمینان رخصت ہونے لگا لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آج سینر ایوان میں نہ آئے گا قاتل سمجھے کہ شاید اسے ہماری سازش کا پتہ چل گیا ہے پھر بھی انہوں نے سینر کے ایک معتبر و معتمد دوست ڈی مس البینس سے کہا کہ تم سینر کے گھر جا کر اس سے جلد آنے کا تقاضا کرو یہ شخص پہنچا تو دیکھا کہ کلپورنیا کی پہیہ التجاؤں اور پجاریوں کے اس بیان سے کہ آج کی قربانیاں نحس ثابت ہوئی ہیں سینر نے ایوان میں آنے کا ارادہ فسخ کر دیا ہے اس نازک موقع پر ڈیسی مس نے بیان کیا کہ آج ارکان حکومت نے بالاتفاق آپ کا رومی مقبوضات کا بادشاہ تسلیم کر لیا ہے اور یہ طے کیا ہے کہ آپ کو تاج شاہی پیش کریں جسے آپ روم کے سوا ہر جگہ پہننے کے مجاز ہوں گے اس بات کی تحقیق کہ یہ بیان صحیح تھا یا غلط، اب کبھی نہ ہو سکے گی بہر حال سینر کو اس شخص نے سمجھایا کہ اگر آپ آج ایوان حکومت میں نہ پہنچے تو تمام امراء یہ شکایت کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ سینر نے

محض ایک عورت کے خواب سے خوفزدہ ہو کر ایسے اہم اجلاس میں شرکت نہ کر کے ہماری توہین کی ہے!

اس بیان نے سیزر پر جادو کا کام کیا جوش انبساط میں سوچنے لگا کہ آخر وہ مبارک گھڑی آ ہی گئی آج مجھے بادشاہ تسلیم کر لیا جائے گا موجودہ رومی مقبوضات اور کیا جانے کتنے آئندہ مفتوحہ ممالک میرے دست اختیار میں آئیں گے روم میں تاج نہ پہنا تو کیا ہوا، نصف دنیا کی حکومت ہاتھ میں آ جانا کیا کم ہے میں اسکندریہ، ٹرائے یا کسی اور شہر کو دارالسلطنت بنا کر مزے سے حکومت کروں گا قلوپطرہ میری ملکہ ہو گی اور مصر میری حکومت کا ایک حصہ روم میں کلپورنیا میری زوجہ کی حیثیت سے اور میرا بھانجا آکیٹوین میرے جانشین کی حیثیت سے رہیں گے قلوپطرہ میری ملکہ اور سیزارین ولی عہد ہو گا کچھ عرصے بعد مجھے روم کا تاج شاہی خود بخود مل جائے گا ایوان حکومت کا یہ فیصلہ بے تکا سہی مگر قلوپطرہ اس غیر متوقع خوش خبری سے باغ باغ ہو جائے گی، کیونکہ میں اس سے اب تک اسی موضوع پر گفتگو کرتا رہا ہوں رومی مقبوضات اور ملک مصر کے باہم مل جانے سے میری حکومت اتنی زبردست ہو گی کہ اہل روم مجھے خود ہی اٹلی کا تاج پیش کر دیں گے قلوپطرہ اس خیال سے کتنی مسرور ہو گی کہ وہی روم، جو اب تک مصر کو ہڑپ کر لینے کی دھمکیاں دیتا رہا ہے، ہماری طویل و عریض حکومت میں جذب ہو جائے گا۔۔۔۔۔

سیزر، تقدیر کی بازیگری سے غافل سیزر، انہیں خوش آئند خیالات میں

غلطان و پیچاں اپنی جگہ سے اٹھا۔ ایک ہفتے سے جو باتیں سننے میں آ رہی تھیں انہیں دل سے نکال، اعتماد و مسرت کے نشے میں چور، ڈیسی مس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر فوراً ایوان کی طرف چل پڑا راستے میں دو آدمی ملے جنہوں نے اسے خطرے سے آگاہ کرنا چاہا نجومی بھی سامنے آیا اور اپنی منحوس پیش گوئی دہرائی مگر سیزر نشہ مسرت میں چور تھا، قتل کی افواہیں بجائے خود اس کے لئے باعث مسرت بن گئی تھیں کیونکہ وہ فطرتاً خطرات کے ہجوم میں خوش ہوا کرتا تھا موت، سفاک موت، اسے امیدوں کے سبز باغ دکھاتی، تخت کے بجائے تختے کی طرف کشاں کشاں لئے جا رہی تھی!

اس سارے عرصے میں قاتل انتہائی اضطراب سے برآمدے میں پھرتے رہے۔ انہیں ہر لمحہ یہی گمان ہوتا تھا کہ ہماری سازش طشت از بام ہونے والی ہے یقیناً قاتلوں کے علاوہ بعض غیر متعلق اشخاص بھی اس منصوبے کی بھنک سن چکے تھے انتہا یہ ہوئی کہ ایک امیر پوپلیس لینا نے جو سازش میں شریک نہ ہونے کے باوجود اس جماعت کا ہمدرد تھا جھک کر بروٹس اور کیشیس کے کان میں کہا کہ تمہارا راز فاش ہو چکا ہے اب گویا اس ٹولی کی جان ہی نکل گئی اتنے میں خبر آئی کہ بروٹس کی بیوی پورشیا کو تشویش و اضطراب کے سبب غشی کا دورہ پڑ گیا ہے بروٹس کو بھی اضطراب ہوا کہ عورت ہے، بیہوشی کے عالم میں اس کے منہ سے کوئی بات نکل گئی تو غضب ہو جائے گا!

آخر سیزر ایوان میں داخل ہوا اور قاتلوں کی جان میں جان آئی اتنے میں

پوپلیس لینا جس کا ابھی ذکر ہوا سیزر سے باتیں کرنے لگا جس سے قاتلوں کو پھر اضطراب ہوا مگر ان کا اندیشہ غلط نکلا انہوں نے ایک رفیق ٹربی نیس کو اس کام پر مامور کیا کہ انطونی کو باتوں میں لگا کر باہر روکے رکھے کیونکہ سیزر کا دست راست ہونے کے باوجود اس کا قتل کر دینا نامناسب تھا۔ صحیح طریق کار یہی تھا کہ سیزر کے قتل کے بعد اسے حب وطن کے نام پر اپنی ٹولی میں شامل کر لیا جائے۔

سیزر کے داخل ہوتے ہی سارا ایوان تعظیم کے لئے کھڑا ہوا جب وہ اپنے تخت پر بیٹھ گیا تو ٹولیس سیمر نامی ایک سازشی اس التجا سے سیزر کی طرف بڑھا کہ میرے بھائی کو جلاوطنی کی جو سزا دی گئی ہے اسے منسوخ کیا جائے۔ اس کے ساتھ اور کئی قاتل سیزر کی طرف اس قدر بڑھ گئے کہ مجبوراً اس نے انہیں کچھ فاصلے پر کھڑے ہونے کا حکم دیا اتنے میں شاید سیزر کو ان لوگوں کے سفاکانہ عزائم کا کچھ اندازہ ہوا وہ اپنی جگہ سے اچھلا مگر فوراً ٹولیس نے اس کا چغہ پکڑ کر کھینچ لیا اب ایک امیر کیسکا نے، جسے سیزر نے حال ہی میں ترقی دی تھی، بڑھ کر اس کے کاندھے پر خنجر کا وار کیا کیشیس نے، جس کی جان بخشی سیزر نے جنگ فارسیلیا میں کی تھی، چہرے پر خنجر مارا مگر لینس نے پشت میں چھری بھونک دی ڈیسی مس نے جو اجل گرفتہ سیزر کو بہلا پھسلا کر لایا تھا، ران میں تلوار گھونپی سیزر نے بھی اگرچہ بدن سے خون کے فوارے ابل رہے تھے اپنا خنجر نکال کر دیوانہ وار حملے کیے اور زخمی شیر کی طرح ان کے دائرے سے نکل

گیا ایک بار پھر کسکا سے الجھتا الجھاتا اس مقام تک پہنچا جہاں اس کے متوفی حریف پومپی کا مجسمہ نصب تھا یہاں اس نے ایک نا قابل اعتبار معتمد منظر دیکھا اس کا محبوب معتمد بروٹس بھی تلوار تولے سر پر موجود تھا یہ جگر خراش منظر دیکھ کر سیزر کا دل ڈوب گیا دنیائے دنی کی بیوفائی آئینہ ہوگئی ''میرے بیٹے بروٹس، تو بھی!'' یہ الفاظ منہ سے نکلے اور وہیں گر کر ڈھیر ہوگیا فوراً باقی تمام قاتل ٹوٹ پڑے اور نیم جان بلکہ بے جان جسم پر تلواروں کی بارش کر دی ہیجان کا یہ حال تھا کہ خود بھی ایک دوسرے کی تلواروں سے زخمی ہو گئے۔

سیزر کو ٹھنڈا کر کے ان لوگوں نے ایوان سے خطاب کرنا چاہا بروٹس نے اس موقع کے لئے ایک تقریر تیار کی تھی مگر تقریر سنائے تو کسے سنائے ایوان کے تمام رکن یہ خونیں ہنگامہ دیکھ کر پہلے ہی فرار ہو چکے تھے ناچار تمام قاتل تلواریں گھماتے جمہوریت زندہ باد کے نعرے لگاتے چوک کی طرف بڑھے انطونی نے جسے جان کا خطرہ تھا، فوراً بھیس بدلا اور گلی کوچوں سے نکلتا سیدھا اپنے گھر پہنچا بعض ارکان حکومت نے قاتلوں کو جو دوبارہ ایوان کی طرف جانے لگے تھے، چوک میں آنے کی دعوت دی یہاں بروٹس تقریر کرنے کھڑا ہوا عوام اس کی بات سننے کے لئے تیار بھی تھے مگر ستم یہ ہوا کہ سنا نامی ایک اور مقرر نے متوفی سیزر کے خلاف زہر اگلنا شروع کیا عوام بھڑک اٹھے اور سازشی ٹولی کو بھاگ کر ایوان حکومت میں پناہ لینی پڑی جہاں وہ رات بھر ٹھہرے رہے۔

بعض مورث لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ نہیں بلکہ صرف اتنا کہہ بروٹس تو بھی !
بعض کا بیان ہے کہ سیزر نے مطلق کچھ نہیں کہا

اسی اثنا میں لوگ سیزر کی لاش چوک میں اٹھا لائے انطونی بھی آ پہنچا اور چاند کی اداس روشنی میں اپنے سردار کی لاش کو دیکھا، بدنصیب کلپورنیا بھی یہاں پہنچ چکی تھی اور اس کی التجا پر انطونی نے سیزر کے کاغذات، اہم چیزیں اور وصیت نامہ اپنی تحویل میں لے لیے اگلی صبح انطونی کے ایما سے عفو عام کا اعلان کیا گیا تا کہ سکون سے حالات حاضرہ کا جائزہ لیا جائے متوفی کا وصیت نامہ کھولا گیا جس کا مضمون سن کر دوست دشمن حیران رہ گئے سیزر نے وصیت میں لکھا تھا کہ میری دولت میں سے ہر رومی کو تین سو درہم دیے جائیں دریائے ٹائبر کے پار والی جائیداد اور باغات (جہاں قلوپطرہ مقیم تھی) قوم کے لئے وقف ہیں باقی جائداد کا تین چوتھائی آکیٹوین کے نام اور ایک چوتھائی میں سے آدھا آدھا دو اور بھانجوں کو دیا تھا وصیت کے رو سے آکیٹوین جانشین مقرر کیا گیا تھا۔

سیزر کی نعش پانچ دن تک شاہی اعزاز سے رکھی رہی آخر 20 مارچ کو اسے جلانے کا فیصلہ ہوا شام کے وقت انطونی موقع پر آیا جہاں عوام نالہ و ماتم میں اور عورتیں آہ و فریاد میں مصروف تھیں انطونی نے متوفی کی تعریف میں نوحہ پڑھنا شروع کیا درمیان میں ایک دو منٹ کے لئے رک کر میت کی طرف ہاتھ پھیلا کر اشارہ کرتا تھا اور دھاڑیں مار کر رونے لگتا تھا اس وقفے میں عوام، روم کا

رسمی ماتمی راگ گانے لگتے اور اکشیش شاعر کا ایک شعر لگاتار پڑھتے جس کا مفہوم یہ ہے ''جنہیں میں نے بچایا تھا وہی میرے قاتل بن گئے'' اب انطونی نے سیزر کی خون آلود پوشاک کو، جس میں چھریوں کے لاتعداد شگاف تھے نیزے پر بلند کیا اور وہ شہرہ آفاق دردناک تقریر کی جو آج دو ہزار سال بعد بھی پڑھنے والوں کو بے تاب کر دیتی ہے دوران تقریر میں سیزر کے وصیت نامے اس کی فیاضی، اس کی خون آلود پوشاک اور خونچکاں نعش کی طرف اس درد سے اشارے کیے کہ سننے والوں کے دلوں میں آگ لگ گئی معاً غیظ آلود انبوہ سے انتقام اور بے پناہ انتقام کی صدائیں بلند ہوئیں چند روز پہلے سنا نے سیزر کے خلاف تقریر کی تھی اسی نام کا ایک اور بدنصیب شاعر بھی ہجوم میں کھڑا تھا شامت جو آئی کسی دوست نے اس کا نام لے کر اسے مخاطب کیا غضبناک ہجوم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، فوراً اسے پکڑ لیا اور ٹکڑے اڑا دیے غیظ و غضب نفرت اور انتقام کی آگ اس طرح بھڑک رہی تھی کہ سارا شعلہ زار بن کر رہ گیا!

عوام نے اسی وقت لکڑی کے بینچ، میز کرسیاں اکٹھی کیں اور ان پر سیزر کی لاش رکھی جو اودے رنگ کی زرتار چادر میں کفنائی ہوئی تھی اس ڈھیر میں آگ لگائی گئی ذرا سی دیر میں شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے ہیبت ناک سرخ شعلوں کی روشنی عوام کے غیظ آلود چہروں اور آس پاس کی غم آلود عمارتوں پر پڑ کر وحشت ناک منظر پیدا کر رہی تھی دھواں اتنا تھا کہ اس کے مرغولوں میں سامنے سے بلند ہوتا ہوا چاند چھپ کر رہ گیا دیکھتے دیکھتے سیزر کی لاش جل کر

راکھ ہوگئی عوام نے جلتی ہوئی لکڑیاں ہاتھوں میں لیں اور قاتلوں کے گھر جلا ڈالنے کی نیت سے شہر کے مختلف حصوں میں پھیل گئے بڑی مشکل سے عوام کو جوش فرو ہوا سرکاری افسر، جن کے ہاتھوں میں شہر کا انتظار تھا سر جوڑ کر بیٹھے گزشتہ واقعات کو بھلا دینے کے فیصلے ہوئے کیشیس اور بروٹس وغیرہ کو روم سے باہر دور دراز صوبوں میں معزز عہدوں پر چلے جانے کے احکام ملے شہر کا نظم ونسق انطونی کے سپرد ہوا۔

قلوپطرہ کی حالت قابل رحم تھی موت نے اس کے محبوب شوہر ہی کو نہیں چھینا تھا بلکہ اس کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ روئے زمین کی ملکہ بننے کے بجائے تقدیر کے ایک کرشمے نے اسے دوبارہ محض مصر کے تخت پر قناعت کرنے کا حکم دیا اور تخت بھی کیسا؟ متزلزل، ناپائدار یہی نہیں بلکہ خود اس کی اور ننھے سیزارین کی زندگی خطرے میں تھی وصیت نامے کا مضموں اس کے لیے خاصا دل شکن تھا اگرچہ اسے پہلے ہی اس کا اندازہ تھا مگر یہ امید لگی ہوئی تھی کہ ایوان امر کی طرف سے سیزر کو رومی مقبوضات کی بادشاہی ملے گی سوچتی تھی کہ اس طرح وصیت نامے میں حسب دلخواہ ترمیم ہو جائے گی دوسرا وصیت نامہ جس کے متعلق افواہیں مشہور تھیں کہیں نظر نہیں آتا۔ ممکن ہے کہ کلپورنیا اسے تلف کر چکی ہو اب یہ سوال تھا کہ آکٹیوین، جو اس وقت باہر تھا، اپنی جائداد اور منصب سنبھالنے کے لئے کب آئے گا کیا کرنا چاہیے آیا ننھے سیزارین کی جانشینی کا اعلان کیا جائے یا مصر کو بھاگ جانا قرین مصلحت ہے۔

قیاس کہتا ہے کہ اس نازک مرحلے پر اس نے ضرور انطونی سے گفت وشنید کی ہوگی جو اس وقت روم کی عنان اقتدار مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا اگر روم کے عوام سیزارین کو سیزر کا جائز وارث تسلیم نہ کرتے تو اس کی ساری اہمیت ختم ہو جاتی بلکہ مصر کا تخت وتاج بھی خطرے میں پڑ جاتا انطونی کی حمایت سے قلوپطرہ اس کی وراثت تسلیم کرا لیتی تو پھر آکیٹوین کو راستے سے ہٹا دینے کا امکان روشن تھا وہ ایک بے فکر نوجوان تھا جو جنگ سپین میں سیزر کا شریک ہو کر اپنی جانبازی، جفاکشی اور وفاداری کی بدولت اس کی نظروں میں معزز ہو گیا تھا ان دنوں وہ شہر اپولونیا میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اور قلوپطرہ کے لئے ضروری تھا کہ انطونی کی مدد سے روم میں داخل ہونے سے روک دے قلوپطرہ نے ضرور یہ کوشش کی ہوگی خود انطونی بھی آکیٹوین کے خلاف تھا کیونکہ وہ اگر وصیت نامے کے مطابق سیزر کا جانشین ہو جاتا تو انطونی کی اہمیت ختم ہو جاتی اس کے برعکس اگر انطونی سیزارین کو متوفی سیزر کا وارث تسلیم کرانے میں کامیاب ہو جاتا تو نوعمر لڑکے کا اتالیق بن کر اس کے پردے میں مدتوں حکومت کر سکتا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید انطونی ہی نے قلوپطرہ کو روم میں قیام رکھنے کی ترغیب دی چند روز بعد اس نے ایوان حکومت میں یہ اعلان بھی کیا کہ سیزر نے اپنے بیٹے سیزارین کو اپنا قانونی وارث قرار دیا تھا اس پر اوپیس نے جو آکیٹوین کا حامی تھا، برمحل تردید کی بلکہ ایک مختصر رسالہ لکھ کر انطونی کے بیان کی

دھجیاں اڑا دیں انہیں دنوں ڈولا بیلا نے قونصل کا عہدہ سنبھال لیا انطونی سے تو اس کی عداوت تھی ہی مگر اب اس نے متوفی سیزر کے تمام دوستوں پر سختیاں کرنی شروع کر دیں پھر بھی ایک مدت سے انطونی اور ڈولا بیلا میں مفاہمت ہو گئی سیزر نے شام کا صوبہ ڈولا بیلا کو اور مقدونیہ انطونی کو تفویض کیا تھا اس کے قتل کے بعد ارکان حکومت نے یہ سوچا کہ کسی طرح قاتلوں کو روم سے ہٹا کر دور دراز کے صوبوں میں بھیج دیا جائے اس مقصد کے لئے وہ دونوں علاقوں کی گورنری بروٹس اور کیشیس کو لکھ دی گئی ڈولا بیلا اور انطونی کو دے رہ گئے اب کہ بروٹس اور کیشیس اپنے اپنے صوبے کو روانہ ہونے کے لئے فوجیں فراہم کر رہے تھے، ڈولا بیلا اور انطونی ان کے استیصال کے لئے باہم مل بیٹھے۔

روم میں یہ ہنگامے گرم تھے کہ یکا یک جوان سال و جواں بخت آکیٹوین کی آمد کا غلغلہ اٹھا جو اپنا منصب سنبھالنے کے لئے آپہنچا تھا اہل شہر قاتلوں کے جھگڑے کو بھول بھال دو گروہوں میں بٹ گئے ایک آکیٹوین کا طرف دار تھا، دوسرا انطونی کے نظریات کا حامی مورخوں کا بیان ہے کہ انطونی کو سیزارین سے کوئی ہمدردی نہ تھی، وہ اس پردے میں خالص اپنے مفادات کے لئے لڑ رہا تھا۔ بات بھی یہی تھی اس کتاب کے آخری صفحات میں یہ پردہ صاف اٹھ گیا ہے کہ انطونی ابتدا ہی سے اس آڑ میں تخت شاہی کی طرف بڑھنے کا آرزومند تھا۔

یہ کشمکش اتنی بڑھی کہ خانہ جنگی کا خطرہ صاف نظر آنے لگا صورت حال اتنی

خطرناک ہوگئی کہ انطونی نے قلوپطرہ کوفوراً روم سے نکل جانے کی صلاح دی مدعا یہ تھا کہ ملکہ اپنے ملک میں پہنچ جائے تو اس کے شاہی بیڑے اور فوج سے ان ہنگاموں میں وقت ضرورت استفادہ کیا جائے۔ غرض قلوپطرہ اپریل 44 ق م کے پہلے ہفتے میں مصر واپس چلی گئی جسے سسرو ایک خط میں ''بھاگ گئی'' سے تعبیر کرتا ہے۔

قیاس کہتا ہے کہ اس سفر میں قلوپطرہ کے دماغ نے سینکڑوں منصوبے سوچے ہوں گے سیزر کے مرنے سے اس کی امیدوں کا عالی شان قصر خاک میں مل چکا تھا مگر اسی مایوسی نے اسے دوبارہ کمر بستہ ہونے اور ایک بار پھر قسمت آزمائی کرنے کا حوصلہ بخشا ہوگا سیزر مر گیا تو خیر، اس کا کم سن بیٹا موجود تھا جس کی حمایت کے لیے خواہ اصولاً خواہ ذاتی مفادات کی خاطر، انطونی بالکل تیار تھا۔ اسکندریہ کی جنگجو حفاظتی فوج اور مصر کے بے پایاں وسائل اس کی مٹھی میں تھے جنہیں وہ آکٹیوین کے خلاف میدان میں لاسکتی تھی ایک ایسی جنگ کے لئے جس میں فتح پا کر وہ روئے زمین کا تخت حکومت حاصل کر سکے قلوپطرہ دل وجان سے تیار تھی کیونکہ یہی وہ آرزو تھی جس کی تکمیل کے لئے اس کے محبوب سیزر نے جان دی تھی اس جنگ سے وہ رومیوں کے منحوس نظریہ حکومت (جمہوریت) کو نیست ونابود کر سکتی تھی جسے سیزر ناپسند کرنے لگا تھا مگر جس کا آکٹیوین علم بردار تھا اگرچہ سیزر مر چکا تھا مگر قلوپطرہ کے نزدیک وہ دیوتا بن کر بہشت میں جلوہ گر تھا اسے ہر طرح امید تھی کہ وہ وقت ضرورت آسمان

سے اس کی نصرت کرے گا روم کے پجاری، عوام اور امرا سب یک زبان ہو کر کہنے لگے کہ سیزر لافانی دیوتا بن کر آسمان پر جا بیٹھا ہے قلوپطرہ کو یقین تھا کہ وہ اسے اور اپنے اکلوتے بیٹے کو گمنامی کی نذر نہ ہونے دے گا اور برق و باد کے کاندھے پر سوار ہو کر نازک وقت میں ان کی امداد کو آئے گا۔

غرض قلوپطرہ نے یاس میں امید کا پہلو نکالا اپنی طبعی پر امیدی سے کام لے کر پختہ تر دماغ کی صلاحیتوں کو بروئے کار لائی اور مستقبل کی بہتری کے منصوبے بنانے لگی وہ جب سیزر سے پہلی بار ملی تھی تو ایک نوجوان نا آزمودہ کار لڑکی تھی مگر اس عرصے میں زمانے کے نشیب و فراز دیکھ کر ایک پختہ کار عورت بن چکی تھی طبعی رجائیت اور اپنے جانباز خاندان کی موروثی جرأت و ہمت کو بروئے کار لا کر آئندہ فرائض کے لئے تیار ہو گئی اور ہر چہ باد باد کہ اپنے پختہ دل و دماغ کی تمام صلاحیتوں کو شاندار منصوبوں کی تکمیل کے لئے داؤں پر لگا دیا نا امیدی کی کوئی خاص وجہ بھی نہ تھی چلتا ہوا مہرہ یعنی سیزارین اس کے ہاتھ میں تھا جو قانون کے رو سے ہر طرح اپنے متوفی باپ کے ورثے یعنی آدھی دنیا کی حکومت کا جائز وارث تھا۔

☆☆☆☆☆☆

گیارہ

انطونی کا کردار اور اس کا عروج

جب آکیٹوین روم میں داخل ہوا تو عنان اقتدار انطونی کے ہاتھ میں تھی اس نے اسے سمجھایا کہ اس کم عمری میں سیزر کی جانشینی جیسے عظیم عہدے کا سنبھالنا خیال خام بلکہ سراسر دیوانگی ہے اس پر دونوں میں کشیدگی ہوگئی مگر اگست 44 ق م میں پھر مفاہمت کر بیٹھے تھوڑے دنوں بعد یہ شور اٹھا کہ آکیٹوین انطونی کو قتل کرنے کی فکر میں ہے صلح صفائی ممکن ہی نہ تھی دوبارہ جھگڑا ہوا انطونی نے یہاں تک کہ دیا کہ دراصل سیزر کے آکیٹوین سے ناجائز تعلقات تھے اور بساط سیاست کا یہ نووارد ایک پست خاندان کا چھوکرا ہے 44 ق م کے آخری دنوں میں انطونی روم سے باہر چلا گیا اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ خانہ جنگی کی آگ بھڑکنے والی ہے انطونی نے آکیٹوین کو بے حق اور سیزارین کو حق دار وارث ٹھہرا کر موخر الذکر کی حمایت شروع کر دی۔ کئی الٹ پھیر ہوئے اور رائے عامہ نے انطونی کو روم کا دشمن اور مفسدہ پرواز قرار دے کر خواب رگیدا سسرو کی امانت سے آکیٹوین کی کامیابی یقینی ہو چکی تھی لیکن آخر دونوں جنگجو سرداروں میں اگلے سال صلح صفائی ہوگئی سب کچھ ہوا مگر دلوں میں بدگمانی بھری ہوئی تھی کہ مفاہمت کے بعد جب یہ حریف بغل گیر ہوئے تو

دونوں ایک دوسرے کے جسم کو ٹٹولتے رہے کہ کہیں چغے کے نیچے خنجر چھپا ہوا نہ ہو!

اعلان صلح کے بعد انطونی، آکیٹوین اور ایک تیسرے سردار لیپی ڈس میں پانچ سال تک کے لئے ایک معاہدہ ہوگیا جس میں یہ طے پایا کہ اٹلی اور روم پر تینوں سرداروں کی مشترکہ حکومت رہے گی مگر بیرونی صوبے ان کی آزادانہ حکومت کے لئے تقسیم ہو جائیں گے اس بٹوارے میں انطونی اور لپی ڈس نے اچھے خاصے صوبے ہتھیا لیے آکیٹوین کو شمالی افریقہ، نومیڈیا اور جزیرے طے پھر یہ طے پایا کہ تینوں سردار اپنے اپنے دشمنوں کا صفایا کر کے دل کا غبار نکالیں دشمنوں کی ایک فہرست تیار ہوئی۔ جس میں سوا ارکان حکومت اور دو ہزار سربرآوردہ متمول اشخاص شامل تھے ان سب کا بڑی بے دردی سے قتل عام ہوا۔ اور وہ سفاکانہ خونریزی ہوئی کہ تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے ان مرنے والوں میں سسرو بھی شامل ہے جو انطونی کے انتقام کا شکار ہوا آکیٹوین نے اس کی جان بخشی کے لئے بہت التجا کی مگر انطونی نے جو تین بڑوں کی اس پنچایت میں بالادست تھا، ایک نہ سنی ان سب بدنصیب مقتولوں کی دولت اور جائداد پر پنچوں کا قبضہ ہوگیا۔ اور اس مال حرام پر تینوں کی حکومت کی بنیادیں رکھتی گئیں۔

بروٹس اور کیشیس وہ خاص آدمی تھے جو سیزر کے قتل کا سبب بنے تھے ان دونوں کی انطونی اور آکیٹوین سے ٹھن گئی اور یہ مقدونیہ میں فوجیں جمع کرنے

لگے کیشیس نے مصر پر حملہ کر کے قلوپطرہ کے بیڑے اور دولت پر قبضہ کرنا چاہا مگر وہ ہر طرح نوک پنجے سے تیار تھی اس لیے یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ وہ ان دونوں کی جانی دشمن تھی کیونکہ یہی ظالم اس کے محبوب شوہر کے قاتل تھے بایں ہمہ وہ ان تین بڑوں کی بھی دوست نہ تھی کیونکہ ان میں آکیٹوین شامل تھا جو سیزر کی وراثت کے معاملے میں سیزارین کا حریف تھا رہا انطونی سو وہ اب اس کی طرف سے بھی بدگمان ہو چکی تھی کیونکہ آکیٹوین سے صلح کر کے وہ اس قابل نہ رہا تھا کہ اسے سیزارین کا حامی سمجھا جائے۔

انہیں دنوں ڈولا بیلا نے جس کی آج کل انطونی سے صفائی تھی اور جو کیشیس اور بروٹس کا دشمن تھا، قلوپطرہ سے درخواست کی کہ میری امداد کے لئے وہ رومی دستے بھیجے جائیں جو اسکندریہ میں مقیم ہیں یہی درخواست کیشیس نے بھی کی مگر قلوپطرہ نے اسے نامنظور کر دیا کیشیس نے صیرافین سے جو جزیرہ قبرص میں ملکہ کا وائسرائے تھا، بحری بیڑا طلب کیا اور اس نے ملکہ کی اجازت کے بغیر یہ بیڑا اس کے حوالے کر دیا کیشیس نے ڈولا بیلا کو شکست دی مگر اتنی خیریت ہوئی کہ وہ رومی دستے جو قلوپطرہ نے ڈولا بیلا کی امداد کے لے بھیجے تھے ابھی راستے ہی میں تھے ورنہ اس شکست میں تباہ ہو جاتے۔ اب قلوپطرہ نے فیصلہ کیا (اگرچہ بیدلی سے) کہ کیشیس کے مقابلے پر انطونی سے مل جائے مگر ایک شدید طوفان کے سبب اس کے خاصے جہاز ٹوٹ گئے وہ خود بیمار ہو گئی اور اس مہم سے ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہوئی۔

اگلے سال یعنی اکتوبر 43 ق م میں انطونی نے کیشیس اور بروٹس کو شکست دی کیشیس لڑائی میں کام آیا اور بروٹس نے خودکشی کر لی بیمار ہونے کے سبب آکیٹوین اس لڑائی میں حصہ نہ لے سکا۔ فتح کا سارا اعزاز انطونی کے حصے میں آیا۔ آکیٹوین کی عدم مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب جنگی قیدی ان دونوں کے سامنے آئے تو انہوں نے انطونی کو ادب سے سلام کیا مگر آکیٹوین پر لعنت ملامت کی بوچھاڑ کر دی اب یہ صلاح ہوئی کہ آکیٹوین روم میں بندوبست کرے اور انطونی مشرقی صوبوں میں پھر پھرا کر کچھ روپیہ فراہم کرے تا کہ پنچائتی حکومت کا وقار قائم رہ سکے چنانچہ انطونی نے ایک بڑا لشکر لے کر یونان اور ایشیائے کوچک کو روند ڈالا اگلے سال اس نے شہر طارصس کو اپنا صدر مقام بنا کر وہیں ڈیرے ڈال دیے۔

یہاں سے انطونی نے ڈیلس نامی ایک سردار کو اسکندریہ بھیج کر قلوپطرہ کو بلایا کہ آکر صورت حال پر مبادلہ خیالات کر لو۔ انطونی نے یہ گلہ بھی کیا کہ تم نے بروٹس کو ہمارے خلاف امداد دی۔ لیکن قلوپطرہ کو بجائے خود یہ شکایت تھی کہ انطونی نے آکیٹوین کے ساتھ صلح کر کے مجھ سے بیوفائی کی ہے مگر زیادہ گلے شکوے کی گنجائش نہ تھی اس وقت انطونی دنیا کا زبردست ترین آدمی تھا اور قلوپطرہ نے یہی فیصلہ کیا کہ فوراً طارصس پہنچ کر اس سے ملاقات کرے۔

قلوپطرہ انطونی کی عادت و خصلت سے واقف تھی قیام روم کے زمانے میں وہ اس سے کئی بار ملی تھی یہ بھی مشہور تھا کہ اس نے انطونی سے کچھ سمجھوتا کر

لیا ہے اس نے سیزر اور اپنے دوسرے رومی دوستوں سے انطونی کے محاسن و مصائب سنے تھے ڈیلیس نے اسے انطونی کے دوستانہ ارادوں سے آگاہ کر کے سمجھایا کہ وہ شریف اور رحم دل ہے یوں بھی اکثر اشخاص اسے اچھا ہی کہتے تھے وہ ان دنوں دنیا کی عظیم ترین ہستی تھا اور دنیا کے اکثر درباروں میں اس کی شخصیت اور اخلاق و عادات کا ذکر ہوتا رہتا تھا بقول زمین وہ ایک دیو قامت بچہ تھا جس کے لئے دنیا کو فتح کرنا کھیل تھا مگر ذرا سی خواہش کو دبانا دشوار تھا اس کی یہ خصوصیات عموماً مشہور تھیں آدھی دنیا کی قومیں اس کے بھاری بھرکم وجود کے بوجھ سے پس رہی تھیں اور یہ دیو پیکر رفیق بے نیازی کے ساتھ بادشاہوں کے تاج و تخت سے کھیلا کرتا تھا اکثر اشخاص اسے نیک طینت دیو کہتے اور سکیس یعنی خوش وقتی کے دیوتا کا اوتار سمجھتے تھے مگر وہ قومیں، جنہیں اس دیو نے پاؤں سے ڈالا تھا اسے اژدر خونخوار کہتی تھیں اور اس کی ہیبت بے پایاں تھیں۔

وہ بہت وجیہہ آدمی تھا قد آور اور تنومند اس کے گھنے گھنگرالے بال اور بھاری بھرکم جسم دیکھنے والوں کو ہرقل کی یاد دلاتے تھے جسے وہ اپنا مورث اعلیٰ کہتا تھا پیشانی بلند تھی اور ناک عقابی منہ اور ٹھوڑی کسی قدر بھاری مگر خوش وضع اور مستحکم ہونٹوں اور آنکھوں سے خوش طبعی کا احساس ہوتا تھا۔ بشرے سے صاف دل ٹپکتی تھی اس کا چوڑا چکلا وجود اور شریفانہ شکل و شمائل دیکھ کر عوام اس سے بے حد متاثر ہوتے تھے اس کی مردانہ وجاہت عورتوں کو اپنی طرف کھینچتی

تھی اور انطونی اس حربے سے بے تحاشا کام لیتا تھا سرو جو اس کا جانی دشمن تھا اس کے بھاری کلے ٹھلے، زبردست گردن اور چوڑے چکلے سینے پر چوٹ کرتے ہوئے اسے کبھی قصائی کبھی نمائشی پہلوان کے خطابات دیتا ہے ظاہر ہے کہ یہ فقرہ بازیاں رشک وحسد پر مبنی ہیں۔

بہت سے مصائب کے باوجود اس کی فطرت حد درجہ دلکش تھی سپاہی اس کے عاشق تھے اور اس کی نظر پر چڑھنے کے لئے جان تک دے دیتے تھے پلوٹارک اس غیر معمولی عقیدت کے کئی سبب قرار دیتا ہے یعنی اس کے خاندان کی شرافت، اس کی فصاحت و بلاغت، فراخ دلی اور فیاضی بے تکلف اطوار بات کرتے میں مخاطب سے بے تکلفی اور خلوص زخمی یا بیمار سپاہیوں کی عیادت اور ان کے دکھ درد میں شرکت، غرض بہت سے اوصاف کا مجموعہ تھا، لڑائی کے خاتمے پر وہ ایک خیمے میں جا کر زخمی سپاہیوں کو تسلی دیتا بلکہ ان کی تکالیف پر آبدیدہ ہو جاتا وہ بھی فرط محبت میں اس کے ہاتھ چومتے اور اسے میرا شہنشاہ میرا جنرل کہتے اس کے کھلے ڈلے کردار کی سادگی دلوں میں محبت کا جوش بھر دیتی تھی اور یہ فطری امر تھا عیار، ظاہر دار اور مکار دنیا کی الجھنوں میں کوئی بے تکلف اور قابل فہم کردار نظر آتا ہے تو فطرتاً اچھا معلوم ہوتا ہے۔

نابغہ کی عظیم دماغی صلاحیت فی الواقع قابل تعریف ہوتی ہے مگر اسے صرف ذہین ترین انسان کر سکتے ہیں عام آدمیوں کے لئے انطونی کی سی طفلانہ سادگی زیادہ دلکش ہوتی ہے وہ نابغہ ذرا غیر معمولی انسان تھا جس نے مدتوں

کامیابی وکامرانی کے لطف اٹھائے بدقسمتی کے طوفان میں ڈوب کر ابھرا مگر آخر ناسازگار حالات کے سامنے ذلت سے گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور ہوا۔

عظیم انسان Genius

پلوٹارک نے انطونی کی سادگی اور بے تکلفی کے بہت سے تعجب انگیز واقعات قلمبند کیے ہیں اس کی بیوی فلویا بڑے طنطنے کی خاتون تھی جو خانہ داری کے لئے نہیں بلکہ بادشاہوں اور امیروں پر حکم چلانے کے لئے پیدا ہوئی تھی۔ اس تحکم پسند خاتون کو خوش کرنے کے لئے انطونی کبھی کبھی طفلانہ اچھل کود اور معصومانہ حرکتیں کیا کرتا تھا اکثر گھر کے کسی تاریک کونے میں چھپ کر کھڑا ہو جاتا اور جب فلویا ادھر سے گزرتی تو دھڑام سے اس کے سامنے کود پڑتا ایک مرتبہ جب سیزر پیین کی مہم سے واپس آ رہا تھا، انطونی اس کے استقبال کے لیے گیا، ذرا دیر بعد قاصد کا بھیس بدلا اور واپس آ کر اس بہانے سے فلویا کی خلوت گاہ تک پہنچ گیا کہ میں انطونی کا اشد ضروری خط لایا ہوں ان دنوں یہ افواہ بھی مشہور تھی کہ اس لڑائی میں سیزر کو شکست ہوئی ہے غرض تھیٹر کے مسخروں کی طرح یہ قاصد فلویا کے سامنے پہنچا فلویا نے اضطراب سے انطونی کی خیریت پوچھی مگر لبادہ پوش قاصد نے زبان سے کچھ کہنے کے بجائے ایک خط اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ ہڑبڑا کر خط کھول رہی تھی کہ انطونی نے اپنا لبادہ پھینک پھانک اسے گلے سے لگایا اور خوب چوما اس کے بعد دوبارہ استقبال کے لئے نکلا اور بڑی شان وشوکت سے سیزر کی شاہی رتھ میں بیٹھ کر شہر میں

داخل ہوا۔

عمر کے آخری دنوں میں بھی جب وہ اسکندریہ میں قلوپطرہ کے ساتھ رہتا تھا ان طفلانہ حرکتوں سے جی خوش کیا کرتا تھا وہ رات کو قلوپطرہ کے ساتھ نوکر کا بھیس بدلتا اپنے دوست احباب کے دروازوں پر دستک دے دے کر انہیں پریشان کیا کرتا پلوٹارک کا بیان ہے کہ بالعموم لوگ اسے پہچان لیتے تھے مگر کئی بار اس کی اچھی خاصی پٹائی بھی ہوئی وہ عمر بھر ایک بے فکر لڑکا بنا رہا بعض اوقات حد درجہ تشویشناک حالات میں بھی اس کی طفلانہ شوخیوں کا یہی عالم رہتا تھا یہی وجہ تھی کہ لوگ اسے خوش باشی کا دیوتا سمجھتے تھے کیونکہ انتہائی تشویش کے لمحات میں خوش دلی قائم رکھنا انسان کا نہیں دیوتاؤں کا کام ہے۔

انطونی خواہشات کا بندہ تھا اور موقع شناسی سے غافل ایک روز اسے علی الصباح ایک نہایت اہم سیاسی تقریر کرنی تھی مگر اس سے پہلی رات کو اپنے دوست چیپیاص کی شادی کی تقریب میں اتنی شراب پی گیا کہ رات بھر بے حال پڑا رہا صبح کے وقت معززین کے جلسے میں تقریر کرنے کھڑا ہوا تو پاؤں لڑکھڑا رہے تھے تقریر شروع ہی کی تھی کی متلی اور استفراغ نے دبا لیا اور پورے جلسے نے اس کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ لی سسرو کا بیان ہے کہ روم کا اعلیٰ طبقہ اس کی ان حرکتوں سے بیزار تھا یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ یہ واقعہ اس کی نوجوانی کا ہے وہ عمر بھر کھانے پینے اور شراب نوشی میں بے اعتدال رہا مگر یہ سمجھ لینا غلط ہوگا کہ وہ بلا نوش تھا وہ تھوڑا بہت اعتدال ضرور ملحوظ رکھتا تھا۔ البتہ

ضیافتوں میں جی کھول کر شراب پیتا اور اچھوں اچھوں کو ہٹا دیتا بایں ہمہ مجبوری میں صبر بھی کرتا تو اتنا کہ حیرت ہوتی تھی پلوٹارک کا بیان ہے کہ جب سسرو کی خانہ براندازی کی بدولت اسے اور اس کی فوج کو روم سے نکلنا پڑا تو اس نے گدلا چانی اور جنگل کی پھل پھلاری کھا کھا کر وقت گزار دیا اور سپاہیوں کے لئے عمدہ مثال پیش کی۔

بے شک اس کے مزاج میں وحشت وشوریدگی تھی وہ ڈٹ کر شراب پیتا ہنسی مذاق میں گلا پھاڑ پھاڑ کر چیختا، لڑکوں کی طرح چلاتا اور بانکوں کی طرح قسمیں کھا کھا کر دعوے کرتا، عورتوں کی محبت میں مست رہتا اور کبھی کبھی بڑی خونریزی کرتا ان تمام باتوں کے باوصف وہ جان توڑ کر کام کرتا تھا یہی وجہ تھی کہ زندگی بھر سیزر کا دست راست بنا رہا اور اس کے مرنے کے بعد مدتوں مشرق کا قہرمان رہا۔ اس کی فطرت بے انتہا اثر انگیز تھی اور کردار میں انسانی اوصاف امدعیوب اس طرح انتہا کو پہنچے ہوئے تھے کہ عام انسانوں سے مشابہ ہونے کے باعث وہ اپنے سپاہیوں اور عوام کے دلوں کا مالک تھا اکثر اشخاص یہ دیکھ کر جلتے تھے کہ یہ شخص انہیں جنسی دماغی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود محض محنت اور جفاکشی کی بدولت نصف دنیا کا بادشاہ بن بیٹھا ہے واقعہ بھی یہی تھا کہ انطونی جو رومی مقبوضات کا قہرمان مطلق تھا، عظیم یا ناقابل فہم دماغی صلاحیتوں سے بہرہ مسند نہ تھا وہ ایک پرشور، سادہ، اجڈ مگر دلیر اور جانباز جوانمرد تھا سادگی کا یہ حال تھا کہ جب شہر میگارا کا وہ مختصر سا ایوان حکومت دیکھا جو فن تعمیر کا معجزہ

تھا اور جس پر یہ شہر فخر کرتا تھا تو مہذب و متمدن اہل شہر سے یوں بولا کہ یہ عمارت مختصر اور بے حد بوسیدہ ہے بالکل اسی طرح جیسے ایک امریکی سیاح نے جامعہ آکسفورڈ کو دیکھ کر کہا تھا کہ عمارت بڑی بوسیدہ ہے! سادگی اور دہقانیت میں اگر ایمانداری کی چاشنی ہو تو بڑی پیاری معلوم ہوتی ہے!

بقول سٹیونسن بھانڈ پن یا اداکاری میں عظمت نہ سہی مگر دلکشی ضرور ہے انطونی میں یہ لٹک ساری عمر اس کے اطوار میں سادہ مگر موثر اداکاری تھی اور تقریر کرتے وقت جہاں سننے والوں کی سماعت پا جادو کرتا تھا وہاں ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں کو بھی مسحور کر دیتا تھا سیزر کے جنازے پر جو اس نے یادگار تقریر کی ہے اس کا وہ منظر بھلائے نہیں بھولتا کہ تقریر کرتے کرتے وہ سیزر کے خون آلود کپڑوں کی جانب ہاتھ پھیلا کر ان شگافوں کی طرف اشارہ کرتا ہے جو قاتلوں کے خنجروں نے ان میں ڈال دیے تھے لباس کے معاملے میں بھی جی کی ترنگ کا تابع تھا اکثر ہرقل کا سا لباس پہنتا جو اس کے بھاری بھرکم بدن پر بہت سجتا۔ عالم جلسوں میں اس طرح نمودار ہوتا کہ شلوکا کمر کے نیچے اڑسا ہوا ہے پہلو میں ایک چوڑا نیفا ہے اور کاندھوں پر ایک بھاری بھدا لبادہ پڑا ہے سنجیدہ موقعوں پر سنجیدگی بھی اختیار کر لیتا تھا چنانچہ ایتھنز میں سالانہ کھیل کی تقریب پر صدارت کے فرائض انجام دیے یہاں اس نے اپنی خداداد طاقت کا مظاہرہ اس طرح کیا کہ دو پہلوانوں کو زبانی حکم دے کر ہٹانے کے بجائے انہیں گردن سے پکڑ کر ایک کو ایک ہاتھ میں دوسرے کو دوسرے ہاتھ میں الگ

الگ تھامے رکھا۔ آخر عمر میں بھڑکیلے لباس کا شوقین ہو گیا تھا اور بالعموم گہرے اودے رنگ کا لباس پہنتا تھا جس میں بڑے بڑے جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔

وہ سٹیج کا زیب و زینت کا بڑا عاشق تھا اور اداکاروں یا ظریفوں کی صحبت میں خوشی محسوس کرتا تھا سرگیس نامی ایکٹر اس کا بے تکلف دوست تھا سیتھی رس نامی رقاصہ سے اسے اتنی محبت تھی کہ اسے ایک شاندار گاڑی میں سوار کر کے تفریح کے لئے باہر لے جایا کرتا تھا دریائے ٹائبر کے کنارے سایہ دار درختوں کے کنج میں محفل جمتی طلائی جام میں مئے گلگوں کا دور چلتا لذیر کھانے وہیں پکتے اور کھائے جاتے جب اس کا عہدہ بڑھا تو ان جلسوں کی شان میں بھی اضافہ ہوا تفریح سفر میں گویوں، مسخروں اور رقاصاؤں کی پوری فوج جلو میں چلتی ایک رتھ میں، جسے شیر کھینچتے تھے، سیتھی رس ساتھ ہوئی رات پڑتی تو آس پاس کی بستی میں اس طرح قیام کرتا کہ ارباب نشاط کی یہ فوج دو دو چار چار کر کے مختلف شریف آدمیوں کے گھروں میں ٹھہرا دی جاتی وہ ان عجیب و غریب ناخواندہ مہمانوں کو دیکھ کر سخت برہم ہوتے اور کہتے کہ یہ انطونی کی طفلانہ شوخی نہیں بلکہ صریح شرارت ہے وہ دھوم دھڑکے کا عاشق تھا اور بے چارے ڈوم ڈھاڑیوں، مسخروں وغیرہ سے عنایات روا رکھتا تھا چارلس لیمب کی بقول کبھی کبھی وارستگی اور آزادہ روی پر بھی اتر آتا جو ایک معقول حد کے اندر ہو تو معیوب نہیں بایں ہمہ اس کی یہ چہلیں شرارت پر نہیں بلکہ بے خیالی پر

مبنی تھیں اور جب کوئی شخص برہمی سے شکایت کرتا تو بقول پلوٹارک وہ کھلے دل سے معافی مانگ لیتا تھا۔

انطونی کو یہ خیال کبھی نہ آتا تھا کہ زبان خلق مجھے کیا کہتی ہے یا میری حرکتوں سے لوگ کتنے تباہ حال اور برہم ہو رہے ہیں وہ اپنے دوستوں اور ارکان کے اشاروں پر چلتا تھا اور جب تک کوئی شکایت سننے میں نہ آتی، توجہ یا تحقیقات کی ضرورت نہ سمجھتا، البتہ کوئی معقول شکایت سنتا تو اس پر پوری توجہ کرتا ایک مرتبہ ایشیائے کوچک میں اپنی فوج کی حالت درست کرنے کے لئے غلطی سے چند شہروں پر جو اپنا خراج ادا کر چکے تھے، دوبارہ خراج عائد کر دیا خیبر یاص نامی ایک شخص اٹھ کر بولا کہ ''ہم اپنا خراج ادا کر چکے ہیں اگر آپ کے عاملوں نے اسے غبن کر لیا ہے تو ان سے باز پرس کیجئے اور اگر آپ اسے وصول کر کے اڑا چکے ہیں اور اب دوبارہ ہماری کھال کھینچنا چاہتے ہیں تو خدا ہم پر رحم کرے'' انطونی اپنی غلطی سے آگاہ ہو گیا اور فوراً یہ حکم منسوخ کر دیا وہ طبعاً خود پسند تھا خوشامدی امرا اسے گھیرے رہتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی غلطیوں کا احساس نہ کر سکتا تھا مگر جب اپنی غلطی پر مطلع ہو جاتا تو کھلے دل سے معافی مانگتا اور جن لوگوں پر ظلم ہوا ہوتا ان سے بے اندازہ فیاضی کا سلوک کر کے اپنی زیادتی کی تلافی کر دیتا۔

وہ دوست دشمن دونوں سے فیاضی کا سلوک کرتا تھا اس نے یہ صفت اپنے باپ سے ورثے میں پائی تھی جو بقول پلوٹارک ایک سن رسیدہ مہربان آدمی تھا

اور اپنی بیوی کی چوری سے دوستوں کو خوب تحفے دیا کرتا تھا پلوٹارک کا بیان ہے کہ انطونی کی ابتدائی ترقی کا راز یہی تھا کہ دوستوں اور سپاہیوں کو بے دریغ تحفے تحائف اور انعامات دینے میں اس کا ہاتھ بہت کھلا ہوا تھا بعد میں بھی ہزاروں غلطیوں کے باوجود اسی شاہ خرچی کی بدولت اپنے مناسب پر قائم رہا اس کی مہمان نوازی اور شاہ خرچی کا یہ حال تھا کہ نوجوانی ہی میں لاکھوں کا مقروض ہو گیا اور ہمیشہ مقروض رہا دولت اس کی نگاہ میں خاک تھی ساری دنیا میں اس کی فضول خرچیوں کا شہرہ تھا ایک بار اس نے اپنے داروغے سے کسی حاجت مند دوست کو ایک بہت بڑی رقم دے دینے کے لئے کہا داروغہ اتنی بڑی رقم کا نام سن کر سناٹے میں آ گیا کچھ سوچا اور روپے گن کر ایک کونے میں ڈھیر لگا دیا کہ شاید انطونی یہ ڈھیر دیکھ کر فضول خرچی کا احساس کرے اتفاقاً انطونی ادھر سے گزرا۔ پوچھا کہ یہ روپے کیسے ہیں؟ داروغے نے انتباہ آمیز لہجے میں کہا کہ وہی رقم ہے جسے آپ نے فلاں دوست کو دے ڈالنے کا حکم دیا ہے انطونی کمال بے نیازی سے بولا اچھا مگر یہ بہت تھوڑی ہے اتنی ہی رقم اور گن دو۔

انطونی جس طرح روپے پیسے کے معاملے میں لکھ لٹ تھا اسی طرح معاملات میں بھی فراخ دل تھا۔ فتح اسکندریہ کے موقع پر جب شاہ آرمینیا طلائی زنجیروں میں جکڑا آیا تو انطونی نے اس کی جان بخشی کی، حالانکہ روم کے دستور کے مطابق ایسے قیدیوں کو مار ڈالنا جائز تھا جنگ ایکشیم سے کچھ روز پہلے

قونصل ڈوموٹیس اس سے غداری کر کے اور اپنا مال اسباب، حشم وخدم سب کو چھوڑ کر آ کیٹوین سے جاملا انطونی کا حوصلہ دیکھیے کہ اس کا ساز و سامان ضبط کرنے کے بجائے یہ سارا اثاثہ اور اس کے حشم وخدم کو بحفاظت اس تک پہنچا دیا۔

جنگ فلپی میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا انطونی کی خواہش تھی کہ بروٹس زندہ گرفتار ہو جائے مگر بروٹس کا ایک سردار لوسی لیس سا کھا کر گیا۔ اسی ہنگامے میں کہ شور قیامت کا نمونہ تھا، اسی جانباز نے بروٹس کو تو چلتا کیا اور خود کو بروٹس ظاہر کر کے گرفتار ہو کر پا بہ جولاں انطونی کے سامنے آیا بات کھل گئی اور اس نے مردانہ وار اعتراف کیا کہ میں نے اس بہانے بروٹس کی جان بچائی ہے اب اس کی جگہ خود جان دینے کے لئے موجود ہوں گرفتار کرنے والے جنہیں لوسی لیس نے صاف جھانسا دیا تھا، بہت برہم ہوئے مگر انطونی نے، جو جاں نثاری کے ایسے کارناموں کا عاشق تھا، انہیں سمجھایا کہ ''دوستو! اگرچہ بظاہر تمہیں اس جوانمرد نے دھوکا دیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ تم بروٹس کی جگہ اس سے بھی بڑے سورما کو لے آئے ہو یہ دشمن نہیں بلکہ دوست ہے اور میں اسے دوست بنانا باعث فخر سمجھوں گا'' یہ کہہ کر لوسی لیس کو سینے سے لگایا اور جان بخشی کی تھوڑی دیر بعد جب بروٹس نے خودکشی کر لی اور اس کی لاش سامنے آئی اور انطونی نے بے حرمتی کے بجائے اس بہادر کی میت پر اپنا سرخ لبادہ ڈال دیا اور پورے فوجی اعزاز سے اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا حالانکہ یہی بروٹس اس

کے دوست جولیس سیزر کا اور اس کے حقیقی بھائی کائیس کا قتل تھا اسی طرح ایک بار جب لیپی ڈیس کی ساری فوج اس سے آملی تھی اور وہ اس کی قید میں آچکا تھا، انطونی نے اصرار کر کے دوبارہ اسے فوج کا سپہ سالار بنا دیا اور ہمیشہ اسے ازراہ تعظیم بابا کہہ کر مخاطب کیا کرتا تھا۔

نوجوانی کی جذباتیت اور عجلت اس کے اکثر کاموں میں کارفرما تھی۔ ایک مرتبہ اپنے باورچی کو صرف ایک عمدہ عشائیے سے خوش ہو کر ایک اچھا مکان بخش دیا اس کی طبیعت کچھ ایسی واقع ہوئی تھی کہ جو بات دماغ میں سما جاتی اسے فوراً کر گزرنے کے درپے ہو جاتا یہ ایک طرح کی بے صبری ہے جو بڑے منصوبوں میں جائز نہیں اور اکثر خرابی کا باعث بنتی ہے نوجوانی میں فوری شہرت حاصل کرنے کے لیے وہ کلوڈیس جیسے شورش پسند اور تند خو لیڈر کا حریف بن گیا مگر کچھ عرصے تک اس آشوب عالم کے ساتھ بے ترتیبی کی زندگی گزارنے کے بعد جس تیزی سے دوستی کی تھی اتنی ہی تیزی سے الگ ہو گیا اس کے بعد علوم وفنون کا مطالعہ کرنے کے لئے یونان جا پہنچا میڈیا کی مہم میں بھی اس نے اسی بے صبری کا مظاہرہ کیا کہ منجنیق وغیرہ فراہم کیے بغیر مہم پر روانہ ہو گیا جنگ ایکشیم میں وہ تباہ ہوا بے صبری کی وجہ سے بگڑی حتیٰ کہ اس کی خودکشی بھی بڑی حد تک ایسی بے تاب، عجلت پسند طبیعت کا نتیجہ تھی۔

میدان جنگ میں یہی عجلت اس کی آبائی شجاعت سے مل کر بے نظیر جرأت و بہادری کا رنگ اختیار کر لیتی تھی اسی صفت نے اسے کامیاب ترین جنرل بنایا

خونیں معرکوں میں اس پر خوف و ہراس کی پرچھائیں تک نہ پڑیں اور ہولناک خطرے اس کے نزدیک ایک تفریح یا تماشا ہوتے جس روز ارسٹوبولس سے جنگ ہوئی ہے وہ سب سے پہلے غنیم پر حملہ آور ہوا اور سخت گھمسان کی لڑائی کے بعد اپنے سے دگنی تگنی فوج کو کاٹ کر رکھ دیا۔ اسی طرح معرکہ پیلوشیم کے موقع پر انتہائی تیزی سے صحرا کو عبور کر کے یہ قلعہ فتح کیا اور بڑی ناموری حاصل کی پومپی کے ساتھ جو جنگ ہوئی اس میں کئی معرکے پیش آئے اور وہ ہر معرکے میں نمودار رہا دو مرتبہ بے خوف قیادت سے اپنی سراسیمہ بھاگتی ہوئی فوج کو سنبھالا اور اسے سمیٹ کر اس زور شور کا حملہ کیا کہ کھلی شکست کو فتح میں تبدیل کر دیا جنگ میڈیا میں پسپا ہونے کے بعد دوبارہ جنگ کے لئے تیار ہو جانا اسی فوق العادت شجاعت کا کرشمہ تھا پلوٹارک کا بیان ہے کہ انہیں اوصاف کی بدولت اس کی جنگی قابلیت کی دھوم تھی اور سیزر کے بعد وہ سب سے قابل جنرل سمجھا جاتا تھا۔

انطونی کی سپہ سالاری میں مقابلہ ذہانت، جرأت و شجاعت کو زیادہ دخل تھا جنگ فارسیلیا جیسے ہولناک معرکے میں سیزر نے میمنہ خود سنبھالا تھا اور میسرہ کی کمان انطونی کو اسی بھروسے پر دی تھی کہ وہ اپنی بے نظیر دلاوری اور سپاہیوں کے اعتماد و جاں نثاری کے پیش نظر ایک قابل اعتماد جنرل سمجھا جاتا تھا۔ اس کی شاندار پروجاہت مردانہ شکل و شمائل دیکھ کر سپاہیوں میں وہ ڈرامائی جس بیدار ہو جاتی تھی جو ان میں فوجی مظاہروں کے ذریعے سے پیدا کی جاتی ہے علاوہ

بریں سپاہیوں سے اس کا دوستانہ برتاؤ ان میں انفرادی جاں نثاری کا جذبہ بیدار کر دیتا تھا ہر شخص یہی سمجھتا کہ جنرل کی نگاہ مجھ پر ہے بعض اوقات وہ ان کے طعام خانوں میں چلا جاتا اور ساتھ بیٹھ کر مزے سے کھاتا پیتا ان کے فوجی کرتبوں میں حصہ لیتا اور پہلوانی، مکہ بازی اور دوڑ میں بہترین سپاہیوں کا مقابلہ کرتا اسے ہر بڑے چھوٹے سے مذاق کرنے کی عادت تھی یہ دل لگی اکثر فحاشی اور توہین کی حد تک پہنچ جاتی مگر مزہ یہ تھا کہ جب دوسرا اسے برابر کا جواب دیتا تو وہ بہ خندہ پیشانی اسے گوارا کرتا غرض ان اوصاف کی بدولت ساری فوج اس پر جان چھڑکتی تھی۔

ان اوصاف کے علاوہ اس کی فصاحت و بلاغت کے بھی جھنڈے گڑے ہوئے تھے یہ جوہر اسے داد سے ورثے میں ملا تھا جو ایک مشہور وکیل تھا۔ انطونی نے اس فن کی تعلیم نوجوانی میں بمقام ایتھنز حاصل کی تھی اس کا انداز تقریر مرصع و مسجع تھا جو سننے والوں کو مسحور کر لیتا جس زمانے میں پومپی کے اقبال کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور سیزر پس منظر میں پڑا ہوا تھا انطونی نے مجلس عاملہ میں سیزر کے مراسلات ایسے بلیغ انداز میں پڑھ کر سنائے کہ سینٹ کے ارکان کی خاصی تعداد اس کی ہوا خواہ بن گئی سیزر کی لاش پر اس کی ہیجان انگیز تقریر کا سحر تم خود دیکھ چکے ہو کہ یہی تقریر قاتلوں کی بربادی کا سبب بن گئی جب حریفوں کی سازباز نے اسے روم سے نکال دیا تو وہ بھاگ کر لیپی ڈس کی فوج میں پہنچا اور سپاہیوں کے سامنے ایسی تقریر کی کہ ساری فوج اس کی طرف مائل

ہونے لگی لیپی ڈس نے یہ ماجرا دیکھا تو فوجی بگل بجوانے کا حکم دیا جس میں اس کی آواز دب گئی ورنہ اس کی سحر انگیز فصاحت ضرور کوئی گل کھلاتی پلوٹارک کا بیان ہے کہ ہزاروں کے انبوہ سے خطاب کرنے اور فوج کو اپنی قوت بیان سے مسحور کرنے میں کوئی شخص انطونی کا ہمسر نہ تھا مقرر کی وجاحت، شاندار شکل وشمائل، بے تکلف فصاحت اور پر جوش قوت بیان بڑے سے بڑے انبوہ کو مرعوب کر لیتی ہیں اور اگر تقریر میں خلوص کا رنگ ہو تو لوگوں کے دلوں کو تسخیر کرنے کے لئے اس سے بڑا حربہ اور کوئی نہیں۔

ایک اور مہبہ بھی تھی جس سے انطونی دوستوں اور سپاہیوں میں مقبول تھا وہ عشق و عاشقی کے معاملات میں ہمیشہ دل باختہ عاشقوں کی حمایت کرتا اور اس طرح انہیں دوست بنالیتا خود بھی رندی اور تماش بینی اور شہرہ آفاق تھا۔ ہر روز کسی نئی معشوقہ سے دل لگاتا یہ عورتیں اس کی تنومندی اور وجاہت پر مرتی تھیں غیروں کی بیویوں سے آشنائی رکھنا اس بے اصول بد اخلاق دور میں عام تھا۔ پھر بھی سنجیدہ اشخاص انطونی کی ان حرکتوں کو بری نظر سے دیکھتے تھے خود اس کی پہلی بیوی انطونیہ اس کے دوست ڈولا بیلا سے الجھی ہوئی تھی اس لئے انطونی نے اسے طلاق دے کر فلویا سے شادی کر لی تھی وہ ایک تنومند، شہوت پرست آدمی تھا اور اس معاملے میں کسی اخلاقی ضابطے کا پابند نہ تھا، ازدواجی پاک بازی کی نہ اسے تعلیم ملی تھی نہ یہ وصف اس کے خمیر میں تھا وہ اس کے تماش بینی سے کبھی خجل نہ ہوتا اور خواہشات نفسانی اس کی نکیل پکڑے جس

طرف لے جاتیں بے تامل ادھر جاتا۔ اپنے مورث اعلیٰ ہرقل کی طرح اسے اپنی نسل کا اتنا غرور تھا کہ جس ملک میں جاتا اپنی نسل پھیلاتا اور اس معاملے میں کسی ایک عورت کا ہرگز پابند نہ ہوتا۔

اس کے مزاج میں کچھ بیدردی بھی تھی جس کا ایک نمونہ سسرو کا قتل ہے سسرو نے انطونی کے سوتیلے باپ کونیلیس لطولس کو قتل کرکے اور غالباً اس کی لاش کو بے گوروکفن رکھ کر انطونی کی قلبی دشمنی مول لی تھی۔ اسی کی بدولت انطونی کو روم سے نکل کر کوہستان لپس میں دھکے کھانے پڑے۔ بدمعاش ڈولا بیلا بھی، جس نے دوستی دوستی میں انطونی کے ننگ و ناموس پر ہاتھ ڈالا، اسی کا داماد تھا سسرو اپنی تحریر و تقریر میں پیہم انطونی کے خلاف زہر اگلا کرتا تھا اس لحاظ سے یہ بات بالکل فطری تھی کہ جب آکٹیوین، انطونی اور لیپی ڈس کی پنچایت نے روم کو مفسدہ پرداز لوگوں کے وجود سے پاک کرنے کا فیصلہ کیا تو سسرو سر فہرست تھا اور فوراً قتل کر دیا گیا پلوٹارک کی روایت ہے کہ اس کا سر اور داہنا ہاتھ کاٹ کر چوک میں آویزاں کئے گئے انطونی نے یہ دیکھا تو سادگی سے ہنس کر خاموش ہو رہا۔ بایں ہمہ وہ نرم دل تھا اور دشمنوں پر شاذونادر سختی کرتا۔ اکثر آدمی اسے طاقت، خوش دلی اور نیک دلی کا مرکب سمجھتے اور ہرقل اور سکیپس کا مجموعہ جانتے تھے۔

اس کے مذہبی عقائد ہمیں معلوم نہیں کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ مذہبی شعائر کا کتنا پابند تھا وہ اپنے آپ کو سکیپس یعنی اندر دیوتا کا اوتار کہلواتا تھا مگر اس سے

ہم کوئی خاص نظریہ قائم نہیں کر سکتے بس اس کی افتادِ مزاج کو اس کا مذہب سمجھو۔ یہ ضرور ہے کہ وہ ضعیف الاعتقاد تھا اور رفیق الفطرت عناصر کا قائل نجومیوں کو مانتا تھا بالخصوص اس مصری نجومی کو جس نے اسے آکیٹوین کی طاقت سے متنبہ کر کے آنے والے واقعات سے آگاہ کیا تھا ایک مقدس پیش گوئی کی تعمیل یمس جنگ پارتھیا پر جاتے وقت زیتون کے پتوں کا ہار اور مقدس پانی ساتھ لے کر گیا خواب کی تعبیر کا اعتقاد رکھتا تھا ایک بار خواب میں دیکھا کہ میرے داہنے ہاتھ پر بجلی گری ہے دن بھر مشوش رہا آخر اپنے قاتلوں کا سراغ لگالیا اس قسم کے اعتقادات ان دنوں ذی علم آدمیوں میں بھی عام تھے۔

وہ تقدیر کا دھنی تھا اور بار بار مصیبتوں کے طوفان میں ڈوب کر اچھلا زندگی کے آخری سال تک قسمت اس سے قول ہارے رہی لوگ یہ سمجھتے کہ سبکیس دیوتا (راجہ اندر) نے اس کے پیکر میں ظہور کیا ہے آخر جب اس کا زوال آیا تو بعض اشخاص نے یہ بھی بیان کیا کہ کل رات ہم نے سبکیس دیوتا کے اکھاڑے اور ناچ گانے کا غلغلہ سنا ہے جو انطونی کے کیمپ سے نکل کر آکیٹوین کی طرف جاتا معلوم ہوا مورخ یہ کہنے پر مجبور ہے کہ ایسا خوش قسمت شخص اگر نشہ عیش و نشاط میں مست رہا تو اسے معذور سمجھنا چاہیے پلوٹارک نے پتے کی بات کہی ہے کہ مصائب میں انطونی بہت سنجیدہ و پاک باز ہو جاتا تھا اگر ہم اس کی سیرت کا روشن پہلو دیکھنا چاہیں تو ان ہوش ربا واقعات پر نظر کریں جو اسے روم سے خارج کیے جانے پر یا جنگ میڈیا سے پسپائی کے بعد پیش آئے ان دنوں

اس دیوقامت بچے نے اپنی طفلانہ شوخیاں چھوڑ کر متانت وسنجیدگی اختیار کر لی تھی باقی عمر وہ اول درجے کا بے غم، قسمت کا لاڈلا، رند ہزار شیوہ بنا رہا جسے کبھی دل لگی، تمسخر، شراب نوشی اور عشق بازی سے عار نہ تھی جس نے کبھی زبان خلق کی پروانہ کی اور ایک دیوتا کی طرح دنیا کو اپنی گیند سمجھ کر اس سے کھیلتا رہا۔

غرض یہ تھی وہ ہستی جس کی طرف سے ڈیلیس فرمان طلب لے کر قلوپطرہ کے محصور میں آیا تھا ان دنوں انطونی کا ستارہ عین عروج پر تھا بادشاہ اور شہزادے اس قہرمان مشرق کی جلو میں چلتے تھے، اور صاف دیکھتے تھے کہ تمام رومی مقبوضات کی عنان حکومت اس کے ہاتھ میں آنے والی ہے سیزر نے قلوپطرہ سے اس کی لیاقتوں اور عیوب کا ذکر ضرور کیا ہوگا اور وہ خود بھی اس کے کردار کی سادگی کا اندازہ رکھتی ہوگی اس نے انطونی سے ملنے کا فیصلہ کیا اور اطمینان سے اس شخص کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئی جس کا کردار ناقابل فہم ہونے کے بجائے سیدھا سادہ تھا، جو انسانی اوصاف وعیوب کا عظیم ترین محمور تھا اور جسے بگاڑنے میں اس کی خودسر بیوی بھی ایک حد تک ذمہ دار تھی۔

☆☆☆☆☆☆

بارہ

قلوپطرہ اور انطونی کا اتحاد

متلون مزاج انطونی کو مٹھی میں لینے اور اپنے بیٹے سیزارین اور خود اپنے لیے اس کی حمایت حاصل کرنے کی نیت سے قلوپطرہ اپنے شاندار بیڑے میں اسکندریہ سے روانہ ہوئی۔ یہ بیڑا جزیرہ قبرص اور شام سے گزرتا آخر صبح دم دریائے سڈنس کے دہانے میں داخل ہوا اور آہستگی سے شہر طارصص کی طرف بڑھا جو گھنے جنگلوں سے ڈھکے ہوئے کوہستان طارصص کے دامنے میں واقع تھا یہ شہر سمندری تجارت اور اپنے مدرسہ خطابت کے لئے مشہور تھا دور دور تک اس کے دیو پیکر جہازوں کی شہرت تھی جن میں سوداگروں کے علاوہ اس شہرہ آفاق مدرسے کے مقرر سفر کرتے اور مہذب دنیا کے ہر حصے میں جا کر اپنی درس گاہ کا نام روشن کیا کرتے تھے جولیس سیزر اور کیٹو اسی مدرسے کے فارغ التحصیل تھے۔ اب انطونی جیسے ذی جاہ رومی کے موجود ہونے سے اس شہر کی شان اور بڑھ گئی تھی۔

یہ شہر دامن کوہ میں سمندر سے چند میل کے فاصلے پر تھا جب قلوپطرہ کا بیڑا شاہانہ وقار سے بڑھتا شہر کی فلک بوس عمارتوں کے برابر آیا تو دوپہر ہو چکی تھی جوں جوں بیڑا آگے بڑھا، شہر کے باشندے اس کا تجمل دیکھنے کے لئے جوق

جوق جمع ہوتے رہے پھر جب لوگوں کی نظر ملکہ کے بجرے پر پڑی تو اس کی آرائش دیکھ کر ان کے جوش وخروش کی حد نہ رہی شہر کے برابر میں دریا ایک چوڑی جھیل کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا یہیں قلوپطرہ کا بیڑا لنگر انداز ہوا دریا کی گودیاں تماشائیاں سے کھچا کھچ بھر گئیں۔

انطونی چوک کے ایوان میں مسند صدارت پر بیٹھا ہی تھا کہ ملکہ کی آمد آمد کا غلغلہ سنا اسے خیال تھا کہ ملکہ خود ہی جہاز سے اتر کر اظہار اطاعت کے لئے حاضر ہوگی مگر وہ کسی ایسی حرکت کے لئے تیار نہ تھی جس سے اطاعت یا زیردستی کا اظہار ہو اطمینان سے اپنے بجرے میں بیٹھی رہی گویا انطونی سے ملنے کی چنداں عجلت نہیں۔

اس دوران میں ملکہ کے بجرے کی آرائش اور تجمل کا غل مچ گیا تھا لوگ کہتے تھے کہ بجرے پر انطونی کی ضیافت کی تیاریاں ہو رہی ہیں لوگوں کے اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص دربار بلکہ کاروبار کو طاق پر رکھ کر بیڑے کی طرف چل پڑا ذرا سی دیر میں ایوان خالی ہوگیا اور انطونی کے پاس صرف اس کے امرا رہ گئے اس نے کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ملکہ کو پیغام بھیجا کہ کھانے پر تشریف لائیے قلوپطرہ نے اس کے جواب میں خود انطونی کو مدعو کیا کہ شہری عمائد اور رومی امراء کو ساتھ لے کر شام کا کھانا یہیں کھائیے انطونی نے ردو بدل نامناسب سمجھا اور دعوت منظور کرلی دن چھپے ملکہ نے اپنے بجرے کو ساحل سے لگا دینے کا حکم دیا جہاں انطونی اپنے امراء اور اکابر شہر کے ساتھ ایسے

بجرے میں چڑھنے کا منتظر تھا۔

اب انطونی نے جو زرق برق مناظر کا دلدادہ تھا، حشمت و تجمل کا وہ منظر دیکھا کہ مبہوت ہو کر رہ گیا ڈوبتے سورج کی کرنوں نے سطح آب کو طلائی رنگ میں رنگ دیا تھا شاہی بجرا، جسے ملاح نقرئی چپوؤں سے کھے رہے تھے، ہولے ہولے اس منتظر مجمع کے قریب ہونے لگا جہاز کے دنبالے میں کئی ملاح چوڑے پتوار لیے اسے پھیرنے پر مامور تھے اسی دنبالے میں حسین قمر طلعت کنیزیں قاف کی پریوں کی طرح کھڑی تھیں اور سازندے شہنائیوں، بربطوں اور مختلف سازوں سے مسحور کن نغمے چھیڑ رہے تھے جن کے ساتھ چپوؤں کی نرم آواز تال دیتی معلوم ہوتی تھی شام کی ساکت ہوا میں چمکیلے اودے بادبان خاموش لٹک رہے تھے اس دلفریب منظر میں قلوپطرہ ایک زردوز شامیانے کے نیچے ڈھیلی ڈھالی زرتار پوشاک پہنے، حور پیکر کنیزوں کے درمیان زہرہ کا مجسمہ بنی کھڑی تھی چند خوش جمال لڑکے، کیوپڈ کے لباس میں ملبوس شتر مرغ کے رنگین پروں کا وہ چھل سنبھالے ہوا دے رہے تھے شامیانے کے سامنے نازک نازک تپائیوں پر پیتل کے عود سوز دھرے تھے جن میں پر تکلف نفیس مسالے سلگ رہے تھے شاہی بجرا ابھی ساحل سے نہ لگا تھا کہ مشک بو دھوئیں کی لپٹوں نے انطونی کے امرا کو بے خود کر دیا۔

نزاکت کے ساتھ بجرا ساحل سے لگا اور اشتیاق کے ساتھ انطونی نے اس پر قدم رکھا معزز امراء اور ارکان شہر پیچھے پیچھے تھے ملکہ نے شاہانہ وقار اور بھنچی

ہوئی ادائے دلربائی سے استقبال کیا انطونی کو رنجش تو بہت تھی مگر حشمت و تجمل کی اس دل فریب فضا میں جب شفق کی سرخی سونا بکھیر رہی تھی، فضا پر نشہ طاری تھا موسیقی جادو جگا رہی تھی اور قلوپطرہ مجسم حسن و جمال بنی پیشوائی کے لئے کھڑی تھی، وہ ساری گلہ مندی بھول گیا کسی متین گفت وشنید کی نوبت نہ آئی کیونکہ معاً یہ لوگ آراستہ طعام خانے میں داخل ہو گئے جہاں پر تکلف کھانے رکھے تھے اس کمرے میں جو شبستاں کا نمونہ تھا بارہ صوفے قرینے سے لگے ہوئے تھے سبھوں پر گل تکیے اور گدیلے، ان کے اوپر کارچوبی چادریں پڑی، ہر ایک کے سامنے ایک میز لگی ہوئی، جس پر جواہرات سے جڑی طلائی پلیٹیں، اور نازک نازک جام رکھے تھے کمرے کی دیواروں پر کارچوبی کے اودے زر تار پردے پڑے تھے اور فرش پر پھول بکھرے تھے اس سحر انگیز منظر سے بیخود ہو کر انطونی کے منہ سے بے ساختہ آفریں نکلی ملکہ نے معذرت کرتے ہوئے کہ آپ کے شایان شان تواضع نہ ہو سکی، کہا کہ یہ سارا سامان معزز مہمانوں کے ساتھ جائے گا بارے کھانا ختم ہوا مہمان جو پر تکلف ضیافت اور مصر کی مئے مشک بو کے اثر سے سرخوش تھے، عرشے پر آئے تو خوش نما جھاڑوں کے چراغاں سے اسے طور کا نمونہ پایا یہ جھاڑ مصنوعی درختوں کی شاخوں سے آویزاں تھے یہاں وہ حسین و جمیل ملکہ کی صحبت سے لطف اندوز ہوتے رہے رات بھیگتی گئی، دور جام چلتا رہا یہاں تک کہ شراب کی صراحیاں خالی ہو گئیں اور شمعوں کی تابانی مدھم پڑنے لگی!

مرصع جہاز کے عرشے پر ضیا پاش جھاڑوں کی روشنی میں داد طرب دینے والا یہ مجمع ساحل کے تماشائیوں کو اندر کا اکھاڑا معلوم ہوا اگلے ہی دن چہر میں چرچے تھے کہ قلوپطرہ جو زہرہ کی مظہر ہے انطونی سے (جو ڈائنی سس کا اوتار ہے) ملنے اور ایشیا والوں پر برکت نازل کرنے کے لئے آئی ہے اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ شان وشوکت کا یہ اظہار جو قلوپطرہ نے کیا محض نام ونمود کے لئے تھا مگر ایسا نہیں وہ دراصل یہ چاہتی تھی کہ اس ملاقات میں انطونی پر اپنی شاہانہ شان وشوکت کے علاوہ ملکوتی تقدس کا نقش بٹھانے اور اس کے دل نشیں کردے کہ سیزر بھی مجھے زہرہ کا مظہر سمجھتا تھا۔ اس دور میں کسی عظیم انسان کو دیوتاؤں کا مظہر سمجھتا تھا مثلاً آکیٹوین کی بیٹی جولیا کو بعض شہروں میں زہرہ کا مظہر مانا جاتا تھا سیزر کو لوپرکس یعنی برھما کا اور انطونی کو ڈائنی سس کا اوتار سمجھتے اور ان کا سا حقہ احترام کرتے تھے غرض اس رات لوگ یہی سمجھے کہ زہرہ آسمان سے اتر کر ڈائنی سس کے اوتار انطونی سے ملنے آئی ہے!

اگلی شام انطونی نے قلوپطرہ کی ضیافت کی مگر اب کی بار پھر ملکہ نے انطونی اور اس کے امراء کو مدعو کیا یہ دوسری دعوت تھی اور اس اہتمام کی کہ پہلی دعوت کا ٹھاٹھ اس کے سامنے ہیچ ہو کر رہ گیا ضیافت کے بعد جب مہمان رخصت ہوئے تو قلوپطرہ نے بدستور سابق وہ صوفے، پلیٹیں اور جام جو مہمانوں نے استعمال کئے تھے، انہیں کو دے ڈالے بلکہ اس مرتبہ اتنا تکلف اور کیا کہ زیادہ ذی جاہ مہمانوں کو دو دو غلام اور ایک ایک مشعل بردار بھی بخش دیا کہ سامان

سمیت اپنے نئے آقا کے گھر جائیں ان کے کم درجہ امراء کو زریں ساز و پراق والے گھوڑے انعام میں دیے کہ دعوت کی یادگار کے طور پر رکھیں۔

اگلے دن انطونی نے قلوپطرہ کی ضیافت کی اور شرطا رسمی کے ساز و سامان اور نعمتوں کو انتہائی محنت سے ترتیب دیا کہ یہ ضیافت اپنے تکلفات میں ان دعوتوں کا جواب ہو سکے جو قلوپطرہ دے چکی تھی مگر مقابلۃً یہ ضیافت اتنی بے لطف تھی کہ انطونی نے اپنی بدسنتیل کا خود مذاق اڑایا قلوپطرہ کی دعوتوں میں صدیوں کی تہذیب کے تکلفات ایک نفیس پر ذوق فضا، خود اس کی دل فریب شخصیت اور بذلہ سنجیاں تھیں او یہاں کیا تھا؟ بدذوقی اور بدسلیقی جسے پلوٹارک دہقانی بے تمیزی سے تعبیر کرتا ہے ملکہ کی خوش مزاجی قابل داد ہے کہ اس نا خوش گوار ماحول میں بھی اپنے بے ذوق رومی میزبان سے بے تکلف ہوگئی اور اس کی دل لگی میں جس سے درباری تہذیب کے بجائے دہقانیت کی بو آتی تھی، برابر کی شریک رہی اس ادا سے وہ روم کے مختار کو اپنی طرف مائل کر لینے اور اپنا جانی دوست بنا لینے میں کامیاب ہوگئی ملکہ کی موجودگی اس کی لطافت بھری دل فریب شخصیت اور سحر کار آواز بے تحاشا دل کو کھینچتی تھی مگر ان سب سے بالاتر ایک اور وصف تھا یعنی شاہانہ تمکنت آمیز وقار جو اہم مسائل پر گفتگو کرنے میں اس کے انداز سے مترشح ہو رہا تھا انطونی کو قلوپطرہ سے کچھ گلہ مندی تھی لیکن ملکہ نے اسے اس طرح متاثر کیا کہ خود اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے بنی اسے احساس ہوا کہ فی الواقع میں نے آکیٹوین سے اتحاد کر کے

مرحوم سیزر کے مفاد کو زک پہنچائی ہے اور قلوپطرہ نے جو مجھے برمحل امداد دینے سے گریز کی اس کا سبب یہ ہے کہ اسے اپنے بیٹے سیزارین کی فلاح و بہبود مد نظر تھی سیزر کی زندگی میں انطونی نے کبھی قلوپطرہ کی دل فریب شخصیت کا اثر پورے طور پر قبول نہیں کیا مگر اب یہ جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا اس نے ملکہ سے پختہ وعدہ کیا کہ میں ہر معاملے میں تمہاری خوشنودی ملحوظ رکھوں گا۔

اگلی رات ملکہ نے رومی افسروں کو دعوت دی اس مرتبہ منجملہ اور تکلفات کے یہ اہتمام بھی تھا کہ فرش پر گھٹنوں گھٹنوں تک گلاب کے پھول بچھائے تھے اوپر سے باریک جال بچھا کر اسے کھونٹیوں سے کس دیا تھا کہ پھول منتشر نہ ہونے پائیں مصارف کا اندازہ یوں کر لیجئے کہ صرف پھولوں پر اڑھائی سو پونڈ خرچ ہوئے تھے کئی دن تک یہی الللے تللے ہوتے رہے۔

مقصد یہ تھا کہ انطونی کے دل پر مصر کی دولت کا سکہ بٹھا کر اسے اپنے ساتھ ملا لیا جائے اور مصر کے بے پایاں وسائل سے متاثر کر کے آکیٹوین سے لڑا دیا جائے تا کہ سیزارین کے لئے میدان صاف ہو جائے ان دعوتوں میں اس نے مصر کی دولت و عظمت کا مظاہرہ کر کے انطونی کے دل میں یہ لطیف خلش پیدا کر دی کہ خواہ وہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے، اس کی ضیافت میں قلوپطرہ کی دعوتوں کا سا پرستانی عالم پیدا نہ ہوگا!

انطونی اپنی ناکامی سے کچھ پریشان سا ہوا اور ملکہ سے پوچھا کہ ضیافت کی شان بڑھانے کی کیا تدبیریں ہیں ملکہ نے اہتمام اور مصارف کا حوالہ دیتے

ہوئے کہا کہ میری ایک دعوت میں تخمیناً ڈیڑھ لاکھ پونڈ خرچ ہو جاتا ہے انطونی کو کچھ شک ہوا ملکہ نے جواب دیا کہ شک ہے تو کل میری دعوت میں آؤ اور خود اندازہ کر لو دونوں میں کچھ شرط بھی بدی گئی ایک درباری پلینکس ثالث مقرر ہوا انطونی جانتا تھا کہ کلوڈیس اپنے کھانے میں پگھلے ہوئے موتی ڈلوایا کرتا تھا مگر اس موقع پر اسے یہ خیال نہ آیا ورنہ ڈیڑھ لاکھ کی رقم زیادہ نہ سمجھتا اور ملکہ سے شرط نہ بدتا غرض اگلے دن انطونی دعوت میں شریک ہوا کھانے کے بعد پلینکس کے ساتھ طلائی ظروف اور سامان کا تخمینہ لگایا تو وہ ڈیڑھ لاکھ پونڈ سے کچھ کم نکلا ملکہ کی طرف دیکھا تو اس نے اطمینان سے کہا کہ اس میں میرے آخری جام کا خرچ اور شامل کر لو یہ کہہ کر خادم کو اشارہ کیا جس نے ایک گلاس میں تھوڑا سا مرکہ لا کر رکھ دیا اس وقت ملکہ کے گوشواروں میں ڈیڑھ لاکھ پونڈ کے دو بڑے بڑے گول خوش رنگ موتی پڑے تھے ملکہ نے ایک موتی نکال سرکے میں ڈال دیا جو فوراً پانی ہو گیا پھر اس کا گھونٹ بھر کر جام خالی کر دیا اس طرح ستر اسی ہزار کا ایک گھونٹ قلوپطرہ کے نورانی گلے میں اتر گیا دوسرا موتی گھولنا چاہتی تھی کہ پلینکس نے روکا اور کہہ دیا کہ آپ شرط جیت گئیں انطونی دم بخود سوچتا رہ گیا کہ عورتیں کتنی فضول خرچ ہوتی ہیں!

اس واقعے سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ قلوپطرہ محض اپنی دولت کا نقش بٹھانا چاہتی تھی اکثر یونانی مورخ یہی لکھتے ہیں کہ ملکہ حد درجہ فضول خرچ تھی مگر واقعہ یہ ہے کہ ملکہ کی بے تکلف سادہ پرکاری اور ادائے بے نیازی کی تہ میں سیاسی

حکمت پوشیدہ تھی۔

قارئین کو چاہئے کہ قیام طارصص کے دوران میں ملکہ نے دولت وثروت کے جو مظاہرے کئے ان کی علت نمائی پر نظر رکھیں بالعموم ملکہ اور انطونی کے اتحاد کی بابت بعض لغو داستانیں مشہور ہیں حقیقت صرف اتنی ہے کہ قیام طارصص میں ان شاندار ضیافتوں سے **قلوپطرہ** کا مقصد یہ تھا کہ انطونی کو مصر کے بے پایاں وسائل کا یقین دلا دے وہ اس کے دل پر یہ نقش بٹھانا چاہتی تھی کہ اگر تم میری اور میرے بیٹے کی حمایت کا فیصلہ کرلو تو وادی نیل کی دولت جو سال بہ سال شاہی خزانے میں بہتی ہوئی آتی ہے تمہارے تصرف میں ہوگی وہ جانتی تھی کہ انطونی ہی وہ شخص ہے جو اپنی جوانمردی سے مجھے اور سیزارین کو اس تخت حکومت کا مالک بنا سکتا ہے جس سے سیزر کی قبل از وقت موت نے مجھے محروم کر دیا ہے جاہ وثروت کی یہ نمائش نری شیخی بازی نہ تھی وہ انطونی کو مصر کی دولت اور وسائل سے روم پر حملہ کرنے کے امکانات سمجھا رہی تھی اور باہمت جواریوں کی طرح پانسا پھینک رہی تھی دس پانچ لاکھ پونڈ دو چار سو طلائی ظروف یا ایک بیش قیمت موتی کو انطونی کی خاطر داؤں پر لگا دینا کچھ مہنگا سودا نہ تھا فوجوں کی سپہ سالاری کے لئے سیزارین بالکل نوعمر تھا، وہ خود اس کام کی اہل نہ تھی اس لئے ضروری ہوا کہ انطونی کی حمایت حاصل کی جائے جانتی تھی کہ بس ایک بار انطونی کو پر اسرار افریقہ کی دولت کی جھلک دکھا دی جائے وادی نیل کی جاہ وحشمت سے آگاہ کر دیا جائے اور ہندوستانی تجارتی راستے

کی اہمیت سمجھا دی جائے تو سیزر کی طرح یہ رومی قہرمان بھی مٹھی میں آجائے گا پھر میدان صاف ہے انطونی کی حمایت میں وہ سب منصوبے پورے ہو جائیں گے جو سیزر کی قبل از وقت موت نے بگاڑ دیے تھے۔

ان دنوں چند اہم امور غور طلب تھے شہزادی آرصینو جس کی سیزر کے جشن فتح پر جاں بخشی ہو گئی تھی، آج کل بمقام ملیٹس آرٹمیس کے مندر میں مقیم تھی وہاں کی راہب عورتیں اور مرد اس کے رفیق اور بڑا پجاری اس کا حامی تھا وہ اس کی عزت بہ حیثیت ملکہ کرتا تھا آرصینو کی رگوں میں شاہی خون اور دل میں بڑے ولولے تھے وہ منصوبے بنا رہی تھی کہ جس طرح کبھی اسکندریہ کے شاہی محل میں گینی میڈز کی حمایت سے قلوپطرہ کے استیصال کی کوشش کر چکی تھی، اب پھر مصر کا تخت حاصل کرنے کے لئے قسمت آزمائی کرے!

یہ بیان ہو چکا ہے کہ سیزر نے قیام مصر میں جزیرہ قبرص کی حکومت آرصینو اور چھوٹے شہزادے کو عطا کر دی تھی اس طرح آرصینو اپنے آپ کو ملکہ تو کہلوانے لگی مگر عملاً اسے حکومت ملی نہیں تھی پچھلے ہنگاموں میں اس نے کیشیس اور بروٹس سے امداد کا معاہدہ کر لیا تھا اور شاید یہ طے ہوا تھا کہ وہ اسے مصر کا تخت حکومت حاصل کرنے میں مدد دیں گے پچھلے باب میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ قبرص کے وائسرائے نے قلوپطرہ کی اجازت کے بغیر بحری بیڑا کیشیس کے حوالے کر دیا تھا ممکن ہے وہ اسی ساز باز کا نتیجہ ہو قلوپطرہ نے انطونی کی رضا مندی سے اس خلش کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا ایک فوجی دستہ قبرص بھیجا گیا جس

نے آرصینو کو مندر میں قربان گاہ کی سیڑھیوں پر قتل کر دیا بڑا پجاری شریک سازش سمجھا گیا مگر مندر والوں نے ہزار جتن کر کے اس کی جان بخشی کرائی وائسرائے سیرافین کے بچنے کی کوئی صورت نہ تھی، گرفتار ہو کر قتل ہوا۔

اس طرح ایک خلش کا تو خاتمہ ہوا مگر اتنی ہی بڑی ایک اور تشویش باقی تھی ہمیں یاد ہے کہ جب سیزر نے بڑے شہزادے بطلیموس چہاردہم کو دریائے نیل کے کنارے شکست دی تھی تو وہ فرار کرتے ہوئے دریائے نیل میں ڈوب گیا تھا اور اس کی لاش طلائی زرہ بکتر سے پہچانی گئی تھی۔

اب ایک شخص اس بات کا مدعی بن کر کھڑا ہوا تھا کہ میں ہی شہزادہ بطلیموس ہوں اور اپنا حق لینے کے لئے بحمداللہ زندہ سلامت ہوں یہ شخص فونیشیا میں مقیم تھا اور اپنی بہن آرصینو اور سیرافین وائسرائے سے خط و کتابت کرتا رہا تھا انطونی نے اس مدعی کے قتل کی بھی اجازت دے دی اور چند ہفتے بعد اسے خاموشی سے قتل کر دیا گیا۔

مورخ ان واقعات کو قلوپطرہ کی سنگ دلی اور ناقابل تسکین ہوس جاہ پر مبنی سمجھتے اور ان تینوں اشخاص کو سفاکی سے تعبیر کرتے ہیں بالخصوص شہزادی آرصینو کے قتل کو قلوپطرہ کے سیاہ دامن کا سیاہ ترین داغ قرار دیتے ہیں مگر مجھے ان واقعات میں سفاکی نظر نہیں آتی یہ اس عہد کا عام طریقہ تھا آرصینو کا قربان گاہ کی سیڑھیوں پر قتل کر دیا جانا واقعی دردناک ہے مگر کیا کیا جائے ہر فرمانروا کا یہی طریقہ رہا ہے کہ تاج و تخت کے مدعیوں کو جس طرح ہو صفحۂ ہستی سے مٹا کر

سکون و اطمینان کا سانس لے۔

طارسس میں قلوپطرہ کا قیام صرف چند ہفتے رہا مگر اس مختصر مدت میں متعدد امور کی تکمیل خاطر خواہ ہوگئی مدعیان تخت و تاج کا کانٹا نکال دینے کے علاوہ وہ انطونی کو اپنا ہوا خواہ بنانے میں کامیاب ہو چکی تھی اور اس سے وعدہ لے چکی تھی کہ اسکندریہ آ کر مصر کے لامحدود ذرائع بچشم خود دیکھے سیزر کی موت کے بعد اور پہلی بار اس نے روشن مستقبل کی جھلک دیکھی اور بحیرہ روم سے گزر کر اپنے دارالسلطنت کو واپس جاتے وقت کاملاً مطمئن تھی۔

☆☆☆☆☆☆

تیرہ

قلوپطرہ اور انطونی اسکندریہ میں

بلاشبہہ ان دنوں انطونی، قلوپطرہ سے رشتہ اتحاد قائم کرنے کا آرزومند تھا صورت حال کا تقاضا تھا کہ اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لئے وہ ایک ایسے ہی حلیف کا انتخاب کرے آکیٹوین سے اس کے تعلقات کشیدہ ہوتے جارہے تھے بالخصوص جنگ فلپی میں اس کی نفرت انگیز کارکردگی نے اسے نظروں سے بالکل گرا دیا تھا رہا پنچائتی اتحاد، سو یہ محض عارضی معاہدہ تھا جو ان دو سرداروں میں سے کسی ایک کے غالب آتے ہی خود بخود ٹوٹنے والا تھا آکیٹوین کا زوال اس کی دلی تمنا تھی، جس کے حصول کے لئے قلوپطرہ کا اتحاد اور مصر کے مالی ذرائع اور فوجی وسائل سے استفادہ کرنا ازبس ضروری تھا۔

جنگ فلپی کے بعد آکیٹوین روم واپس چلا گیا تھا انطونی کو اطاعیں آرہی تھیں کہ فوج جو دونوں سرداروں کی مشترکہ قیادت میں ہے مال غنیمت اور انعامات کے بارے میں سخت بددل ہے فوج کا ایک حصہ آکیٹوین کا ہوا خواہ تھا مگر انطونی کے طرفدار کہتے تھے کہ ہمارا دریا دل سردار موجود ہوتا تو کھلے دل سے انعامات دیتا انطونی کے طرفدار بالخصوص اس کی بیوی فلویا اختلاف کے شعلوں کو از خود ہوا دے رہے تھے خود انطونی کا خیال تھا کہ آکیٹوین سے اس

وقت تک الجھنا اچھا نہیں جب تک کامیابی کا یقین نہ ہو دراصل وہ آکیٹوین سے الجھنے کے بجائے پارتھیا (ایران) کی مہم پر متوجہ تھا متولی سیزر نے اسے پارتھیا کی مہم کا شوق دلایا تھا اور غالباً آخری دنوں میں انطونی پارتھیا کے ساتھ فتح ہندوستان کا بھی خواب دیکھ رہا تھا غرض اس وقت انطونی کا ذہن تین منصوبوں کی جولاں گاہ بنا ہوا تھا اول قلوپطرہ سے مکمل اتحاد تا کہ وقت ضرورت مصر کی فوج بحری بیڑے اور دولت سے کام لے سکے دوم پارتھیا کی فتح تا کہ مشرقی ممالک کی لوٹ سے لدا پھندا روم میں داخل ہو اور رومیوں کی آنکھ کا تارا بنے سوم آکیٹوین کے ساتھ جنگ، تا کہ صفحہ ہستی سے مٹا کر نصف دنیا کا قہرمان مطلق بن جائے یہ تھے وہ منصوبے جن کی تکمیل کے بعد منزل مقصود کا زیر قدم آنا یقینی تھا یعنی سیزر کی طرح بادشاہی کا لقب اختیار کرنا، قلوپطرہ سے شادی رچانا اور ایک شاہی خاندان کی بنیاد رکھنا خواہ اپنے سوتیلے بیٹے سیزارین سے یا اپنی صلبی اولاد سے جو قلوپطرہ کے بطن سے پیدا ہو۔

غرض ان امیدوں کے ساتھ، جو قلوپطرہ کی آرزوؤں سے عین مطابق تھیں اکتوبر 41 ق م میں انطونی نے سفر اسکندریہ کی تیاری کی ڈیسڈس سکسا کو جو متوفی سیزر کا قابل اعتماد جنرل تھا فوج کی کمان سونپی اور ہدایت کر دی کہ مجھے اہل پارتھیا کی نقل و حرکت سے مطلع رکھنا اور مہم کی تیاری کرتے رہنا اور ڈوس شاہ پارتھیا نے لیسی نس نامی ایک رومی غدار کی خدمات حاصل کر لی تھیں جو کیشیس اور بروٹس کا ساتھی رہ چکا تھا یہ شخص اور شہزادہ پکورس فوج کی تنظیم کر

کے انہیں نزدیک کے رومی صوبوں پر حملے کے لئے تیار کر رہے تھے جنگ شروع ہونے ہی کو تھی اور انطونی ضروری سمجھتا تھا کہ جلد از جلد مصر کے بیڑے اور فوج کو تصرف میں لے آئے۔

اس مقصد سے اسکندریہ روانہ ہونے والا تھا کہ روم کے جھگڑوں کی اطلاع آئی اس کا بھائی لوشیش انطونیس اور بیوی فلویا آکیٹوین پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے انطونی کو تشویش ہوئی کہ روم پہنچے یا توقف کرے صورتحال خاصی پریشان کن تھی اسے خوب اندازہ تھا کہ موجودہ حالات میں آکیٹوین سے الجھنا سودمند نہ ہوگا اس کے برعکس عین ممکن تھا کہ جنگ اس کی تباہی کا پیش خیمہ بن جائے سوچتا تھا کہ روم پہنچوں تو ممکن ہے یہ جھگڑا دب جائے اور وقت مناسب تک دبا رہے، لیکن مصالحت کی کوشش ناکام رہی تو ایک ایسی جنگ شروع ہو جائے گی، جس کے لئے میں ابھی تیار نہیں۔ غالباً اسی کشمکس میں اس نے یہ فیصلہ مناسب سمجھا کہ چند ہفتے کے لئے روم کے جھگڑے سے الگ ہو کر اسکندریہ کے بحری بیڑے اور فوج کو ہاتھ میں لے لے اور پارتھیا کی مہم کے پردے میں اتنی فوجی قوت بہم پنچالے کہ اگر آکیٹوین از خود ٹکر لینے کے لئے بڑھے تو اسے دنداں شکن جواب دے سکے بعض اور وجوہ بھی تھیں جن کے پیش نظر یہی فیصلہ مناسب معلوم ہوا روم جا کر اپنی خودسر بیوی فلویا کے اشاروں پر چلنا اسے بےلطف معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے بجائے یہ تصور کہیں زیادہ دلکش تھا کہ اسکندریہ پہنچ کر قلوپطرہ کی جادو بھری دلنوازی کا

لطف اٹھائے وہ سیاست دانی سے چنداں بہرہ یاب نہ تھا مضطرب فطرت کے تقاضے جس طرف لے چلتے ادھر چلتا اب کہ روم کے جھگڑوں میں الجھنا یوں بھی خلاف مصلحت تھا اس نے دل اور دماغ کے متفقہ تقاضے تسلیم کر لیے۔

غرض نومبر 41 ق م میں انطونی اسکندریہ کے شاہی گھاٹ پر لنگر انداز ہوا جہاں **قلوپطرہ** اپنے ذی جاہ مہمان کا استقبال کرنے کے لئے کھڑی تھی تفریح و مدارات کے وہ تمام ذرائع، جو شاہی دربار کے تکلفات سے بہم پہنچ سکتے تھے، آن کی آن میں فراہم ہو گئے اور لذت کوش انطونی کچھ دنوں کے لئے عیش و عشرت میں ایسا کھویا گیا کہ روم کی شورش انگیز صورت حال قطعاً فراموش ہوگئی اس کے برعکس قلوپطرہ کی ہوش مندی برقرار تھی حوصلہ مندی کی آگ، جو سیزر نے اس کے دل میں بھڑکائی تھی، طارصص کے قیام سے اور تیز ہو چکی تھی اسے انطونی کی اثر پزیری کا صحیح اندازہ تھا اس لئے ذاتی فسوں خیز شخصیت کے علاوہ اپنی دولت اور طاقت کا نقش اس کے دل پر بٹھانے میں سرگرم تھی۔

اب انطونی ان رنگ رلیوں میں غرق ہو گیا جن کی بقول پلوٹارک کوئی حد تھی نہ حساب اسے آج تک اتنی رنگین صحبتیں دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا سر سے پاؤں تک مستی میں ڈوب گیا انطونی کے خاندان کا طرز زندگی سیدھا سادہ تھا مگر عیش و عشرت کے رسیا انطونی نے گلچھرے اڑانے اور دولت برباد کرنے کے طریقے سیکھ لئے تھے پھر بھی روم کی تمام رنگینیاں قصر شاہی کے تعیشات کے سامنے ہیچ تھیں روم کے متعدد اداکار مرد اور عورتیں اس کے دوست تھے مگر ان

پر دربار شاہی کی شستہ تہذیب کا سایہ بھی نہ پڑا تھا یہ لوگ لطافت ونزاکت کا سبق سیکھنے کے بجائے تند و تیز شرابیں پینے اور گھٹیا مذاق کے عادی تھے۔ اسکندریہ میں انطونی نے نزاکت وتہذیب کے پردہ دہ حسن و جمال اور ناز و ادا کے وہ مرقعے دیکھے کہ بیخود ہو گیا اسکندریہ اس زمانے کا پیرس تھا شہوت پرست آدمی انتہائی مہذب مردوں اور عورتوں کے ہجوم میں گھرا ہوا تھا جو تعیش پرستی کے عاشق تھے قلوپطرہ نے مسلسل محبّ آمیز سلوک کر کے اسے بتا دیا تھا کہ اگر وہ پوری رفاقت کے لئے تیار ہو تو مصر کی دولت اور قصر شاہی کی ہر چیز اس کی ملکیت ہو گی۔

قیام اسکندریہ میں انطونی بالکل مقامی رنگ میں ڈوب گیا تھا رومی لباس چھوڑ چھاڑ دربار کا یونانی لباس اور سفید جوتے پہن لیے یونانی زبان بولنے لگا جو درباری امرا سے بے تکلف ہونے کے لئے ضروری تھی اکثر اوقات مندروں، عجائب خانوں اور اہل علم کے مذاکرات میں شریک رہتا۔

بایں ہمہ وہ ملکہ کو اپنی طرف مائل کرنے سے بھی غافل نہ تھا اسے معلوم تھا کہ ملکہ اپنے شاہی خاندان کی بنیاد رکھنے کے لئے ایک شریک زندگی کی ضرورت مند ہے بے شک اس مطلب کے لئے اس سے زیادہ موزون اور کوئی شخص نہ تھا اسے اندازہ تھا کہ جوان بیوہ کی حیثیت سے وہ ایک ایسے شوہر کی خواہاں ہے جو فکر و تشویش کے لمحات میں اس کا دل تھام سکے اور تنہائی میں دلجوئی کر سکے یہ بھی احساس تھا کہ وہ میری تنومندی اور شاندار وجاہت میں

کشش محسوس کرتی ہے اور میں اسے اتنی ہی آسانی سے مائل کر سکتا ہوں جس طرح سیزر نے کر لیا تھا قلوپطرہ جذباتی تھی اور بیوگی کی روح فرسا تنہائی سے عاجز انطونی صاف دیکھ رہا تھا کہ ان وجوہ سے اور سیاسی اغراض کے پیش نظر وہ ایک قابل اعتماد شوہر کی ضرورت مند ہے اس نے گرم جوشی سے ملکہ کی آرزوؤں کا جواب دیا اور پر جوش جذباتی مزاج کے تقاضے سے مجبور ملکہ نے بھی بخوشی اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔

ارکان دربار اور قائدان مذہب نے اس رشتے کو بہ نظر استحسان دیکھا اور سابقہ رشتے کی طرح یہ ازدواج بھی قانونی تسلیم کیا گیا قلوپطرہ نے انطونی سے رفاقت و امداد کا پختہ وعدہ لے لیا اور جس طرح سیزر پر بھروسا رکھتی تھی اس پر بھی کامل اعتماد کرنے لگی سیزر نے ملکہ کے اعتماد کو سچا کر دکھایا تھا وہ اسے اپنی ملکہ کی حیثیت سے روم لے گیا تھا اور صاحب تخت و تاج بنانے کی فکر میں تھا قلوپطرہ کو فطرتاً یقین ہو گیا کہ سیزر کا جائز جانشین انطونی بھی میرے لئے دنیا کا تخت سلطنت حاصل کرے گا، جس پر وہ اور میں باہم حکومت کریں گے اسے دلی مسرت تھی کہ اس رشتے سے مجھے ایک وجیہہ، تنومند شوہر اور ایک زبردست حامی ہاتھ آیا ہے۔

اکثر مورخ سوچتے ہوں گے کہ یہ رشتہ سیاسی اغراض اور رومانی دل فریبی کا دلچسپ مجموعہ تھا مگر میری رائے میں اول اول جوان جذبات کی گرم جوشی غالب رہی ہوگی دونوں کو احساس ہوا ہوگا کہ دیوتاؤں نے انہیں ایک دوسرے

کے لئے پیدا کیا ہے اس کے بعد سیاسی اہمیت برسر کار آئی ہو گی۔ بہر حال انطونی ملکہ کی نزاکت و لطافت کے زیر اثر آ کر ذی علم لوگوں میں اٹھنے بیٹھنے لگا۔ ملکہ نے اپنے بیتاب جوشیلے مزاج کے تقاضے سے ان طفلانہ لہو و لعب میں حصہ لینا شروع کیا جن کے لئے انطونی ابتدا سے بدنام تھا انتہا تھی کہ قلوپطرہ خود دہقان عورتوں کے سے کپڑے پہن لیتی، انطونی کو غلام کا بھیس بدلواتی اور رات کی تاریکی میں دونوں سارے شہر کا گشت کرتے پھرتے۔ لوگوں کے دروازے کھٹکھٹاتے اور جب وہ باہر نکلتے تو بھوتوں کی طرح غائب ہو جاتے بارہا ایسا بھی ہوا کہ ناواقف لوگوں اور دربانوں نے انہیں پکڑ کر خاصی مرمت کر دی مگر اکثر اشخاص انہیں پہچان جاتے تھے۔

انطونی کا جی بہلانے کے لئے قلوپطرہ ہر امکانی کوشش کرتی تھی وہ صحرا میں نکل کر اس کے ساتھ شکار کھیلتی ڈیلٹے کی جھیل یا سمندر میں اس کے ساتھ مچھلیوں کا شکار کرتی شاہی محل میں گلگشت کرتی، چوسر کھیلتی، باہم دور جام بھی چلتا، بعض دفعہ چیلیں بھی ہوتیں۔ ایک بار دونوں کشتی پر بیٹھے مچھلیاں پکڑ رہے تھے انطونی نے ایک غلام کو اشارہ کر رکھا تھا کہ جب میں بنسی پانی میں ڈالوں تو غوطہ مار کر میرے کانٹے میں ایک تازہ پکڑی ہوئی مچھلی لگا دیا کرو وہ یہی کرتا رہا اور انطونی اپنا کمال دکھاتا رہا قلوپطرہ یہ حکمت بھانپ گئی ایک غلام کو اشارہ کیا کہ انطونی جب بنسی ڈالے تو چپکے سے غوطہ مار کر کانٹے میں ایک سوکھی سڑی مچھلی لگا دیتا اس نے یہی کیا اب جو انطونی نے بنسی کھینچی تو سب تماشائیوں کے

روبرو سوکھی مچھلی نکلی وہ فرمائشی قہقہہ پڑا کہ انطونی خفت کے مارے آب آب ہو گیا ملکہ نے اتنا فقرہ اور چست کیا کہ ''جنرل چھوڑو بھی مچھلیاں پکڑنا تمہارا کام نہیں تمہارا کام شہروں ملکوں اور بادشاہوں کی تسخیر ہے۔''

انہیں دنوں انطونی نے ایک مثالی کلب کی بنیاد رکھی یہ ایک مختصر سی جماعت تھی جس کا صدر وہ خود تھا اس کے ارکان کھانے پینے، لباس، ساز و سامان غرض ہر چیز میں انتہائی نزاکت و نفاست کا لحاظ رکھتے تھے اور زندگی سے رس کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لینے کے قائل تھے یہ لوگ، جو نا قابل تقلید کہلاتے تھے، حد درجہ خرچیلے تھے باری باری ایک دوسرے کو ضیافت دیا کرتے اور انتہائی تعیش و تکلف سے کام لیتے فلوطس کو ایک مرتبہ قلوپطرہ کے باورچی خانے میں جانے کا اتفاق ہوا تھا وہاں اس نے جو کچھ دیکھا وہ اس مسرفانہ اہتمام کا ہلکا سا خاکہ ہے اس کا بیان ہے کہ میں نے باورچی خانے کے ایک حصے میں آٹھ جنگلی ہرن بھنتے دیکھے۔ باورچی سے پوچھا کہ شاید آج قصر میں کوئی بڑی دعوت ہو رہی ہے جواب ملا کہ آج کوئی بھی مہمان نہیں لیکن خود انطونی کے لئے مختلف کھانے ہر وقت تیار رکھے جاتے ہیں ایک دو منٹ کی دیر سے انطونی کا کھانا باسی ہو جاتا ہے لہٰذا ہر لمحے کھانے تیار ہوتے اور ہٹائے جاتے ہیں تا آنکہ جب وہ کھانا طلب کرتا ہے تو عینا اسی لمحے کا تیار کردہ خوان اس کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔

ہمیں صحیح اندازہ نہیں کہ قلوپطرہ کی دعوتوں میں کیا کیا اہتمام ہوتے ہوں

گے مگر ایک مرتبہ روم میں سوشس لطولس نے جو ضیافت کی تھی اور جس میں سیزر بھی شریک ہوا تھا اس کے کاھنوں کی فہرست سنیے (قلوپطرہ کی فہرست اس سے کہیں طویل ہوگی)

مختلف قسم کی ترکاریاں بحری سبزیاں، مختلف اقسام کی مچھلیاں، صدفے صدفوں کی میٹھی کھیر سفید اور سیاہ بحری تخم بلوط، فربہ فربہ مرغ، بطیں، مرغابیاں، مرغ مسلم، خرگوش، بکرے اور خنزیر کی چانپ، ان کی سری اور کھیری، نشاستے کی کھیر ان تمام چیزوں کے شوربے اور قورمے، اس کے علاوہ اور بیسوں چیزیں تھیں اس عہد کا ایک ہجو گو مذاق مذاق میں ان تمام کھانوں اور غیر ملکی اشیاء کے نام گناتا ہے جو امراء کے دسترخوان پر موجود ہوتی تھیں، مثلاً ساموس کے مورفریچیا کے جنگلی مرغ، میلس کے کلنگ، مختلف علاقوں کی مچھلیاں اور صدفے، سپین کے مغز بلوط مختلف سبزیاں (آلو کے سوا) وغیرہ۔

دن کے کھانے کے بعد جام و مینا کا شغل بھی ہوتا تھا قرعہ اندازی کے ذریعے سے ایک شخص ساقی قرار پاتا مختلف شرابوں کے امتزاج سے ایک بڑی صراحی تیار کرنا اس کا کام تھا کھانے والے میز کے گرداگرد اپنے اپنے سوفوں یا کوچوں پر لیٹ کر یا نیم دراز ہو کر انگلیوں سے کھانا کھایا کرتے تھے ان کے سر پر پھولوں کے ہار پڑے ہوتے، اس پر دارچینی کا سفوف چھڑک دیتے گلاب پاشوں سے خوشبودار عرق برسایا جاتا، شراب میں گلاب اور عطر کی آمیزش ہوتی دوران طعام میں ارباب نشاط رقص کرتیں گویے نغمہ و سرود سے فردوش گوش کا

سماں پیدا کرتے بھانڈ، بھنڈ یلے، مسخرے بذلہ سنجی کرتے اور کبھی تیغ زنوں کی ٹولی خونیں جانستاں کرتب رکھاتی ان سے فرصت ہوتی تو جوئے کے ایک دو داؤن ہو جاتے۔ ایوان ضیافت کا ساز و سامان فرش فروش، میزیں، کوچ، ظروف ایک سے ایک اعلیٰ ہوتا، خادم شائستہ و اشارہ فہم، قلوپطرہ کی ضیافتوں میں ان چیزوں کا اہتمام کہیں زیادہ ہوتا بایں ہمہ یہ شہزادی اپنے دیدہ زیب طلائی ظروف وغیرہ کو جواہر و یاقوت سے مرصع ہوتے تھے، برتن بھانڈے کہتی تھی ان ظروف کی نفاست اور صناعی کی ندرت کا یہ حال تھا کہ تین صدی بعد پلمیرا کی ملکہ زینوبیا نے انہیں دیکھا تو بڑے اشتیاق سے اپنے استعمال کے واسطے لے لیا۔

جاڑے کا موسم ان رنگ رلیوں، چہلوں اور ضیافتوں میں بسر ہو گیا۔ پلوٹارک کا یہ قول بجا ہے کہ انطونی نے قیام اسکندریہ میں اس بے بہا دولت کو جسے وقت کہتے ہیں خوب خوب غارت کیا، بایں ہمہ اس مدت میں انطونی کو کچھ حاصل بھی ہوا دن رات کی ہم نشینی سے اس نے ملکہ کے دل پر قبضہ کر لیا اور یہ طے ہو گیا کہ اب جو آکٹیوین سے جنگ ہو گی تو ملکہ ہر طرح اس کی اعانت کرے گی انطونی سے ملکہ کے تعلقات ٹھیک اسی انداز سے بڑھتے گئے جس طرح سیزر سے بڑھے تھے اس نے سیاسی مصلحتوں کی بنا پر رومی قہرمان سے اتحاد کیا تھا مگر یہ اتحاد اب دلی محبت کا رنگ اختیار کر گیا یہ لگاؤ جذباتی سہی مگر اس کی تہ میں ایک شاہی خاندان کی بنیاد رکھنے کا جذبہ بھی کارفرما تھا وہ

انطونی کو اپنا شوہر اور خود کو اس کی رفیقہ حیات سمجھتی تھی رسم دنیا کے مطابق نکاح بیاہ نہیں ہوا نہ سہی ایک دیوی کی حیثیت سے وہ دنیوی رسوم کی پابند ہی نہ تھی اسے پورا اختیار تھا کہ اپنی تسکین اور اپنے ملک یا خاندان کی بہتری کے لئے جس قسم کا تعلق مناسب سمجھے اختیار کر لے۔

مگر ایک خلش ضروری تھا انطونی بحیثیت شاہ مصر اس کے ساتھ رہنے کو تیار نہیں ہو رہا تھا ملکہ حاملہ ہو چکی تھی اور چاہتی تھی کہ انطونی اس کے ساتھ رہے۔ انطونی بجا طور پر یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر روم سے تعلق منقطع کر لوں تو آکیٹوین مجھے ملک بدر قرار دے کر خود رومی اقتدار کا پرچم سنبھال لے گا اس کشمکش نے ملکہ کے دل میں کچھ شبہات پیدا کر دیے اور اسے انطونی کے خلوص پر شک ہونے لگا۔

جذباتیت سے الگ ہو کر دیکھیے تو معلوم ہو گا کہ جہاں ملکہ کسی قدر آزردہ تھی، انطونی کاملا مطمئن تھا اسکندریہ میں جاڑے کے تین چار مہینے گزار کر وہ روم کے ان تمام بکھیڑوں سے آزاد رہا، جن میں الجھنا یقیناً اس کے لئے مضر ثابت ہوتا اس قیام سے مصر کی دولت اور فوجی و بحری وسائل گویا اس کی مٹھی میں آ چکے تھے ملکہ کے اختلاط سے ایک خاندان کی بنیاد بھی رکھی جا چکی تھی اور ساز گار حالات میں شاہی کا اعلان کیا جا سکتا تھا اس پر لطف یہ کہ با قاعدہ شادی کی زنجیروں میں بھی گرفتار نہ تھا جب جی چاہتا روم واپس چلا جاتا اور کہ دیتا کہ سیاسی ضرورتوں سے مصر میں قیام کرنا لازم تھا جس طرح سیزر کا عذر

معقول سمجھا گیا تھا، اس کے ہواہ خواہ بھی اس عذر کو دوست سمجھتے رہیں شاہی قصر کی رنگ رلیاں سو اس پر بھی کیا اعتراض ہو سکتا تھا سیاسی الجھنوں میں اتنی رنگینیاں ہمیشہ قابل عفو ہیں وہ جولیس سیزر اور پومپی کی طرح مصر کا سرپرست بنا ہوا تھا اور روم کے سیاست داں خوب جانتے تھے کہ اس پر آشوب دور میں ملکہ مصر سے تعلقات استوار رکھنا ازبس ضروری ہے۔

ملکہ کے لئے یہ صورت حال خاصی تکلیف دہ تھی انطونی سے معاہدہ کر کے وہ اپنی نسوانی وقار، مصر کی دولت، خاندان کا مستقبل غرض اپنا سب کچھ قربان کر چکی تھی مگر ان بے بہا خزانوں کے عوا سے کیا ملا۔ مبہم وعدے اور غیر تسلی بخش قول وقرار، نصف دنیا کی حکومت تو درکنار نہ اسے اپنا مصری تاج وتخت خطرے میں نظر آ رہا تھا آکیٹوین سے اس کی جانی دشمنی تھی سیزارین کو وہ اپنا حریف سمجھ کر ماں بیٹے دونوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتا تھا صاف ظاہر تھا کہ رومی حرص و ہوس کا نہنگ بے امان مصر کو نگل جائے گا انطونی ہی وہ شخص تھا جس کے خلوص پر قلوپطرہ کا مستقبل منحصر تھا قلوپطرہ کے پر تدبیر دماغ نے کچھ اور تدبیریں بھی ضروری سوچی ہوں گی یہ بھی ممکن تھا کہ وہ پارتھیا سے اتحاد کر لے اور ہندوستان (جس سے تجارتی تعلقات پہلے ہی تھے) کو اپنا ہم نوا کر کے، ہندوستان، ایران، ایشیا لے کوچک اور مصر کا ایک ایسا متحدہ محاذ بنا لے جو خود روم کو نیست و نابود کر کے رکھ دے مگر اتنا عظیم اتحاد آسان نہ تھا آسان اور ممکن صورت یہی تھی کہ انطونی جس پر وہ اپنا سب کچھ نثار کر چکی تھی، اس کا رفیق

زندگی بن کر کھڑا ہو جائے مگر افسوس انطونی اکثر معاملات میں نا قابل اعتبار، غیر ذمہ دار اور جوان نا بالغ ثابت ہو رہا تھا، سوچتی تھی کہ یہ بے فکر بے پروا شخص، جس کی امانت اس وقت میری کوکھ میں ہے خدا جانے سیزر کی طرح میرا ساتھ دے گا یا بیوفائی کرے گا۔

اس پریشانی کے عالم میں انطونی نے یہ خبر سنائی کہ شام اور روم سے بڑی پریشان کن اطلاعات آئی ہیں اور میرا جانا ضروری ہے روم کی خبروں سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ اس کی بیوی اور بھائی نے آکٹیوین سے لڑائی چھیڑ دی ہے اور ستم بالائے ستم یہ ہوا کہ دونوں اٹلی سے کہیں باہر نکل گئے ہیں شام کی اطلاعات واضح اور سخت تشویشناک تھیں یعنی شام وغیرہ کے وہ تمام شہزادے جنہیں انطونی نے چند ماہ پہلے معزول کیا تھا، اہل پارتھیا کے ساتھ متحد ہو کر ڈیسی مس سیکسا یعنی اس کے شامی گورنر کے خلاف فوجیں لیے امڈے چلے آ رہے ہیں انطونی کی فوج تعداد میں کم تھی وہ بھی کیشیس اور بروٹس کی فوجوں کی کھرچن جن سے کسی خونیں معرکے میں پامردی کی امید نہ تھی قابل اعتبار جاں نثار فوج اٹلی، مقدونیہ اور فرانس میں پڑی تھی اور ایک اعتبار سے ان کا اپنی اپنی جگہ قائم رہنا ضروری تھا صورت حال حد درجہ پریشان کن تھی قصر اسکندریہ کی رنگ رلیاں یکا یک خواب پریشاں ہو گئیں بقول پلوٹارک، نیند کی کسمساہٹ اور شراب کے خمار سے بہ مشکل بیدار ہوا پھر بھی وہ عیش و عشرت کے باوجود سیر و شکار، شہسواری اور فوجی قواعد سے غافل نہ ہوا تھا اور اپنی بلانوشی

دپر خوری کے باوجود تندرست و مستعد تھا۔

مارچ 40 ق م میں انطونی اور قلوپطرہ نے بادل معموم ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا وہ اسے اپنی مشکلات پورے طور پر نہ بتا سکتا تھا کسی قسم کی فوجی مدد کا سوال نہ کیا اور یہی سمجھایا کہ فی الحال خاموشی سے وقت گزارو اور میری ہدایت کا انتظار کرو۔ اس طرح بدحواس ملکہ تشویش و تعطل کا دور گزارنے کے لئے تنہا رہ گئی۔ زچگی کا مرحلہ سامنے تھا۔ اس پر یہ دل شکن تنہائی ایک بے باپ کے بچے کی پرورش اور زمانہ بھر کے تفکرات شوہر عورت کی متاح زندگی وہتا ہے وہ بھی اپنی الجھنوں میں گرفتار نہ جانے کہاں کہاں مارا مارا پھرے گا ان حالات میں تنہا تخت و تاج کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا سخت اندوہناک تھا فی الواقع بڑی مشکل تھی مگر اس سے کہیں بڑی مشکلات آنے والی تھیں اسے کیا خبر تھی کہ انطونی کا جہاز منارہ فرعون کے پیچھے نظر سے چھپتا چلا جا رہا ہے، ایک طویل عرصے کے لئے جدا ہو رہا ہے اور وہ تین سال تک فراق کی طویل گھڑیاں گننے کے لئے تنہا رہ گئی ہے!

☆☆☆☆☆☆

چودہ

قلوپطرہ اور انطونی کے اتحاد کی تجدید

انطونی کی روانگی کے چھ مہینے بعد یعنی اکتوبر 40 ق م میں قلوپطرہ کے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے لڑکے کا نام الیگزنڈر ہیلیوس (سورج) رکھا گیا لڑکی کا قلوپطرہ سیلین (چاند) اس کے بعد کامل تین سال خاموشی سے گزرے جن میں ایک بھی تاریخی واقعہ ظہور پذیر نہ ہوا۔ اس مدت میں قلوپطرہ کو دو ہی کام تھے ایک ملک کا انتظام کرنا اور رومی معاملات کو مایوسی سے دیکھتے رہنا۔ وقتاً فوقتاً اسے اطلاعات ملتی رہتی تھیں مگر ہر خبر ول شکن ثابت ہوتی تین سال کی یہ مدت سراسر غم و یاس سے بھری ہوئی تھی کسی مورخ نے اس اندوہناک حالت کا نقشہ کھینچنے کی زحمت نہیں کی مگر چشم تصور صاف دیکھتی ہے کہ بدنصیب ملکہ اپنے خیالی محلوں کے ٹوٹ جانے سے تصویر غم بن کر رہ گئی تھی انطونی کی روانگی کے وقت اسے امید ہوگی کہ یا تو وہ جلد واپس آجائے گا یا اپنے کسی سردار کے ہاتھ اسے روم بلوالے گا مہینوں پر مہینے گزرتے چلے گئے اور یہ امید پوری نہ ہوئی ادھر قلوپطرہ نے زچگی اور تنہائی کی دہری تکلیف اٹھائی اس طرف غیر ذمہ دارانہ انطونی پریشان کن حالات میں ایسا الجھا ہوا تھا کہ ملکہ کا دھیان تک نہ آیا!

انطونی 40 ق م میں اسکندریہ سے روانہ ہو کر بحیرہ روم عبور کر کے ٹائر پہنچا۔ وہاں یہ مایوس کن خبر ملی کہ شام اور فونیشیا کے صوبے ہاتھ سے نکل گئے ہیں ایرانی فوج انڈی چلی آ رہی ہے مقابلہ ناممکن ہے کیونکہ سوا چند بندرگاہوں کے سارا علاقہ ہاتھ سے نکل چکا ہے انطونی نے مقابلے کا خیال دل سے نکال دیا دونوں صوبے دشمن کے قبضے میں چھوڑے اور خود دو سو جہاز لے کر یونان کی طرف چلا الفیصص تک پہنچا تھا کہ رومی واقعات کی تفصیلیں گوش گزار ہوئیں یعنی آکٹوین نے اس کے دوستوں اور عزیزوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا ہے اکثر رشتہ دار اٹلی کی حیدود سے نکل گئے ہیں اس کی بیوی فلویا تین ہزار سواروں کی محافظت میں بنڈوشین سے یونان آ چکی ہے جولیا (والدہ) نے متوفی پومپی کے بیٹے سیکسٹس پومپیس کے دامن میں پناہ لی ہے جس نے اس ضعیفہ کا پورا پورا احترام کیا غرض ادھر مشرقی صوبے ہاتھ سے نکل گئے اس طرف روم کے دروازے اس کے لئے بند ہو گئے انطونی کو شدت سے احساس ہوا کہ قلوپطرہ کی صحبت میں وقت عزیز بری طرح غارت ہوا اور میرے رشتہ داروں نے آکٹوین سے یہ جنگ بے وقت چھیڑ دی۔

اواخر جون 40 ق م میں انطونی ایتھنز پہنچا۔ اپنی خود سر بیوی کے سامنے آنا اس کے لئے عذاب الیم تھا قلوپطرہ کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کے بعد دل میں چور بیٹھ گیا تھا ظاہر ہے کہ یہ ملاقات بڑی بے لطف رہی ہو گی فلویا نے اسے اسکندریہ میں خرمستیاں کرنے اور خراب خرگوش میں پڑے رہنے کے

طعنے دیے ہوں گے اس نے اسے بے نقط سنائی ہوں گی کہ کم بخت تو نے روم میں میرے معاملات بگاڑ کر رکھ دیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انطونی کے مسلسل غصے نے فلویا کی تند مزاجی کو دبا دیا۔ وہ دل شکستہ ہو کر زندگی سے بیزار ہو گئی اور اگست میں بمقام سیسون مر گئی اس عرصے میں انطونی نے سیکسٹس پومپیس سے مفاہمت کر کے اٹلی کے ساحل پر دستبردار شروع کر دی تھی کہ شاید اس طرح کھویا ہوا وقار ہاتھ آ جائے جوں ہی فلویا کے مرنے کی خبر ملی، جنگ کا سارا الزام متوفی بیوی کے سر منڈھ کر آکیٹوین سے صلح کر لی۔ دونوں حریف ستمبر 40 ق م میں بمقام برنڈیشم ملے ایک عہد نامہ مرتب ہوا جس سے روم کی خانہ جنگی مزید چند سال کے لئے رک گئی یہ طے پایا کہ اٹلی اور فرانس وغیرہ آکیٹوین کے پنجہ اقتدار میں رہیں مقدونیہ، یونان، ایشیائے کوچک اور شام وغیرہ مشرقی صوبوں پر انطونی کا قبضہ رہے شمالی افریقہ کے صوبے بیچارے لیپی ڈس کے حصے میں آئے کہ وہ بھی خواہ حقیر سہی مگر اس پنچایت کا رکن تھا اس معاہدے کی مزید پختگی اس طرح ہوئی کہ انطونی نے آکیٹوین کی بہن آکیٹویا سے شادی کر لی جو ایک نوجوان بیوہ تھی اہل روم نے اس رشتے پر بڑی مسرت کا اظہار کیا بات بھی خوشی کی تھی کہ یہ دو حریف جن کی عداوت نے روم کو خانہ جنگی کی مصیبت اور مسلسل خونریزی میں مبتلا کر رکھا تھا آخر بھائی بن کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔

قلوپطرہ کی حالت زار کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ وہ زچگی سے فارغ ہوئی

تھی کہ نوزائیدہ بچوں کے باپ کی نئی شادی کا علم ہوا اس نے اپنے آپ کو سخت ملامت کی ہو گی کہ ایسے بیوفا شخص سے آشنائی کرنا صریحاً حماقت تھی اسے احساس ہوا کہ انطونی فقط اس کی دولت کا گاہک بن کر آیا تھا اور عین اس موقع پر جب وہ اس کی رفاقت کی سخت حاجت مند تھی، وہ اس کے ساتھ دغا کر کے ایک نوجوان حسینہ سے شادی رچا بیٹھا۔ قلوپطرہ کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں سیزارین کی بادشاہی کا منصوبہ پاش پاش ہو گیا اپنے آئندہ منصوبوں کی تکمیل کے لئے اسے ادھر ادھر نظر دوڑانی پڑی اس نے مضبوطی سے فیصلہ کیا کہ وہ انطونی کو مزید امداد نہ دے گی تاریخ سے بھی یہی پتا چلتا ہے کہ اس نے آئندہ دو سال تک انطونی کو محاربات میں روپے پیسے یا سامان جنگ سے مدد نہیں دی قلوپطرہ نے آکیٹویا کو روم میں ضرور دیکھا ہو گا اور اس کے حسن و جمال سے آگاہ ہو گی پلوٹارک لکھتا ہے کہ ملکہ کی یہ سوکن اس کی نسبت حسین اور نوخیز تھی انطونی شادی نے قلوپطرہ کے منصوبے تباہ کر دینے کے علاوہ اسے سوتیاہ ڈاہ کی آگ میں بھی تھا۔

اگلے سال رائے عامہ کے دباؤ سے سکیپٹس پومپلیس کو ملک کے معزز اکابر میں شامل کر لیا گیا اس بحری سردار کی بیٹی آکیٹوین کے بیٹے مارسلیس سے بیاہی گئی الفت و آلتی کی تقریبات مقام مسینم (نیپلز کے پاس) منائی گئی بیگس نے اپنے شاندار جہاز پر جسے وہ اپنے باپ کا واحد ورثہ کہتا تھا انطونی اور آکیٹوین وغیرہ کی ضیافت کی مہمانوں نے دل کھول کر شراب پی ارمسرور میں انطونی اور

قلوپطرہ کی داستان چھیڑ دی ایسی ایسی بے سروپا فقرہ بازیاں ہوئیں کہ انطونی آگ بگولا ہو گیا سیکٹس کے کان میں کہا کیا صلاح ہے؟ کہو تو جہاز کو ساحل سے ہٹا کر ابھی تمہیں پوری رومی حکومت کا مالک بناؤں ہم کے سارے سردار! اس وقت میرے پنجے میں ہیں ''سیکٹس کی شرافت کی قسم کھانی چاہیے ایک لمحہ توقف کر کے بولا میناس اگر تم مجھ سے کہے بغیر خود ایسا کر گزرتے تو ٹھیک تھا مگر اب نہیں میں وعدہ کرنے کے بعد دغا بازی نہیں کر سکتا'' غرض انطونی موت کے پنجے سے بچ گیا اگر وہ قتل کر دیا جاتا تو اس عہد کی تاریخ میں قلوپطرہ کی تیسری آشنائی یعنی سکیسٹس اور قلوپطرہ کے معاہدے کا اضافہ ہوتا دونوں کے سازباز کی اڑتی سی خبریں ان دنوں مشہور تھیں اور اگر سکیٹس برسر اقتدار آ جاتا تو قلوپطرہ یقیناً اس سے شادی کر لیتی۔

ستمبر 39 ق م میں آکیٹویا کے بطن سے انطونی کے ایک لڑکی پیدا ہوئی نام انطونیہ رکھا گیا شاہ نیر داسی کا پوتا تھا ان دنوں انطونی نے ایتھنز کو اپنا مستقر بنایا ہر بات میں اہل یونان کی تقلید اختیار کی یونانیوں کا سا لباس پہننا شروع کیا جس میں مشرقی وضع کی بھی کچھ جھلک تھی روم کے معاملات سے دلچسپی لینی چھوڑ دی ڈٹ کر کھانا، دل کھول کر شراب پینا، دولت کو بے تحاشا پھونکنا اور وقت عزیز کو بیدردی سے کھونا اس کا مشغلہ بن گیا مشرقی طریقے اختیار کر لیے حکومت کے نظم ونسق میں وہی اصول برتنے لگا جو اہل یونان مشرق میں برتتے تھے صوبوں میں گورنر رکھنے کا رومی طریقہ منسوخ کر کے انہیں باج گزار

حکومتوں میں تبدیل کر دیا جوڈیا کی حکومت ہیروڈ کے حوالے کی پونطس کی فرمانروائی داریوس پسر فارنیسس کو بخشی پسیڈیا کا تاج وتخت اسنطس کو عطا کیا پولیمو کو لیکا ڈوینا کا تاجدار بنایا انطونی کی حکومت مطلق العنان تھی مگر تشدد سے پاک لوگ اسے خوش وقتی کا دیوتا اور راجہ اندر کا اوتار کہتے تھے وہ بھی جولیس سیزر کی طرح دیوتا کہلا کر خوش ہوتا ایک دفعہ ڈائنوسس کے مندر میں خود دیوتا بن کر جلوہ گر ہوا ایک بار ایتھنز میں ایتھن دیوی کے ساتھ پر اسرار طور پر آسمانی شادی کی رسوم ادا کرائیں اہل ایتھنز خود اول درجے کے خوش عقیدہ تھے اسے دیوتا تسلیم کرلیا انطونی کی ہر دل عزیزی نے خاص وعام کے دلوں پر قبضہ جما لیا پھر جب اس کا ایک جنرل وطیدس باسس اہل پارتھیا کو شکست دے کر فتح وفیروزی کے پرچم اڑاتا آیا تو انطونی کے ساتھ لوگوں کی عقیدت اور بڑھ گئی ایتھنز والوں نے بڑی دھوم دھام سے اس کا جلوس نکالا۔

مشرقی صوبوں میں انطونی کی حکومت بڑی ملائم اور بابرکت تھی اس کے برعکس آکیٹوین کی حکومت سخت گیر اور ظالمانہ تھی آکیٹوین متلون مزاج، سفاک اور بدطینت تھا اس کی سفاکی اور ظلم وستم اتنے بڑھے کہ لوگوں نے اس کا نام جلاد رکھ دیا عوام کے سامنے وہ اپنے جذبات واطوار پر قابو رکھتا تھا مگر در پردہ خرمستیاں کرتا جوا کھیلتا اور سخت کمینے آدمیوں سے صحبت رکھتا اٹلی میں اس کا دور حکومت ہیبت اور دہشت کا دور تھا اور لوگ اس کی صورت سے نفرت کرتے تھے۔

اس کی شکل وصورت میں دلکشی نہ تھی پست قامت تھا اس پر طرہ یہ کہ اپنا حلیہ اور بگاڑے رکھتا خط وخال اچھے تھے مگر پھیکی رنگت چہرے کے دھبے، بدنما دانت برا اثر ڈالتے تھے آنکھیں بڑی بڑی اور چمکیلی تھیں، جن پر اسے بڑا غرور تھا صفائی یا آرائش سے سروکار نہ تھا اور نہانے دھونے سے گھبراتا تھا کبھی کبھی بھاپ لے لیا کرتا لباس کی طرف سے بے پروا مگر اپنے کاموں میں چست و چاق تھا دھوپ سے بچتا تھا چنانچہ سر کو محفوظ رکھنے کے لئے بڑی سی چھجے دار ٹوپی پہنتا اس کے باوجود جاڑے کے نام سے کانپتا تھا۔ جاڑوں میں چار چار شلوکے، ان پر قمیض، بنیان اور سب سے اوپر ایک چغا پہنے رہتا ہاتھ پاؤں پر گرم کپڑوں کی پٹیاں لپیٹتا اتنا اہتمام کرنے کے باوجود بالعموم نزلہ، زکام میں مبتلا رہتا جگر خراب تھا اور غالباً یہی خرابی اس کی بدمزاجی کا سبب تھی اس کا لباس بیوی یا بہن کے ہاتھ کا سلا ہوا ہوتا اور ہمیشہ بدنما لگتا بھورے بکھرے ہوئے بال کنگھے کے احسان سے آزاد ہوتے وجاہت سے محروم، گرم جوشی سے عاری، وہ ایوان حکومت کے بجائے دفتر کے لئے زیادہ موزوں تھا اچھا سپہ سالار نہ تھا مگر سیاست اس کی گھٹی میں پڑی تھی وہ ایک نو دولت رئیس زادہ تھا جس میں شرافت کی بو نہ تھی اس کا دادا ایک مالدار مہاجن تھا اور آکیٹوین کے باپ نے اس سود خوار مہاجن کی دولت سے رومی معاشرے میں ایک معزز جگہ حاصل کر کے جولیس سیزر کے گھرانے میں شادی کر لی تھی۔

ان حالات کے پیش نظر عوام کی نظروں میں آکیٹوین کی چنداں وقعت نہ

تھی، انطونی ہر شخص کی آنکھ کا تارا بنا ہوا تھا سکیٹس پومپس جسے رومی سرداروں نے ملک بدر کر دیا تھا، اب پھر عوام کی ہر دلعزیزی حاصل کر رہا تھا مارچ 28 ق م آکیٹوین نے سکیٹس سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا انطونی سے کمک طلب کی مگر اس نے جنگ کے شعلوں کو ہوا دینے کے بجائے صلح کا ڈول ڈالنا چاہا یہ کوشش کارگر نہ ہوئی آکیٹوین نے سکیٹس پر حملہ کر دیا مگر بری طرح شکست کھائی اور اپنا رہا سہا وقار کھو بیٹھا انہیں دنوں یعنی جون میں انطونی کے سپہ سالار وطیدس باسس نے جو انطونی کے زیر ہدایات جنگ کر رہا تھا اہل پارتھیا کو دوبارہ شکست دی شاہ پارتھیا کا بیٹا پکورس میدان میں کھیت رہا اہل روم! اس خبر سے مست ہو گئے کہ آخر سولہ سال بعد رومی جنرل کرلیسس کا انتقام لے لیا گیا ہے عوام کے دلوں میں انطونی کی عظمت مسلم ہو گئی کہ جولیس سیزر کے منصوبے اس کے ہاتھ سے پورے ہو رہے ہیں اس کے برعکس سیزر کا بھانجا (آکیٹوین) ایک بحری سردار (سکیٹس) سے شکست کھا رہا ہے انطونی اور وطیدس کے جلوس نکالنے کا فیصلہ ہوا اور آخر سال میں تقریب منائی گئی۔

اتحاد ثلاثہ کی میعاد اب ختم ہو رہی تھی جنوری 37 ق م میں مزید پانچ سال کے لئے اس کی تجدید کی گئی اگرچہ خوش نصیب انطونی اور بدمزاج آکیٹوین میں خاصے اختلافات تھے رفتہ رفتہ یہ اختلافات ختم ہوئے انطونی نے آکیٹوین کو سیکسٹس سے لڑنے کے لئے ایک سو تیس جہازوں کا بیڑا دے دیا اس نے بھی جنگ پارتھیا کے لیے اکیس ہزار فوج انطونی کے حوالے کی واضح

ہو کہ اس ناپاک گٹھ جوڑ سے انطونی نے اس شریف سردار کو تباہ کر دیا جس نے مصیبت کے وقت اس کی ماں کو پناہ دی تھی اور خود اسے بھی آکیٹوین کے خلاف امداد دیتا رہا تھا انطونی کے سر پر فتح پارتھیا کا جنون اس طرح سوار ہوا تھا کہ وہ رومی معاملات سے بالکل بے تعلق ہو گیا اور تمام کوششیں اپنی مشرقی حکومت کے قیام میں صرف کر دیں اسے اندازہ تھا کہ سکیٹس تباہ ہو جائے گا مگر اپنے پرانے رفیق کا ذرا بھی خیال نہ کیا اسے آکیٹوین سے بھی ہمدردی نہ تھی منصوبہ یہ تھا کہ مشرقی حکومت اچھی طرح قائم ہو جائے تو مغربی علاقہ اس غیر مقبول چھوکرے سے چھین لینا کچھ مشکل نہ ہوگا اس کے مزاج میں تلون تھا ابھی دو سال پہلے جب آکیٹوین سے صلح کرنا ضروری تھا اس نے بڑی بیدردی سے قلوپطرہ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اب وہ آکیٹوین کا مقابلہ کر سکتا تھا مگر غداری و بے حیائی کا خانہ خراب ہوا اکیس ہزار فوج حاصل کرنے کے لئے ایک سو تیس جہاز آکیٹوین کے حوالے کر دیئے یہی سوچا ہوگا کہ اس کمی کی تلافی کے لئے پھر قلوپطرہ سے رجوع کر لوں گا جس کا بیڑا نہایت طاقتور اور خوب مسلح ہے۔

اکتوبر 27 ق م میں یہ منصوبے رنگ لائے پارتھیا کی مہم پر بمقام کرفور انطونی نے رومی معاملات کو اس وقت تک کے لئے دماغ سے نکال دینے کا فیصلہ کیا جب تک تقدیر اسے روئے زمین کا فاتح بنا کر دوبارہ روم میں نہ لے جائے غریب آکیٹویا کو حکم ملا کہ تم روم چلی جاؤ یہ خاتون حد درجہ اطاعت شعار، شریف اور شوہر پرست تھی ہمیشہ صلح صفائی کی کوشش میں رہتی انطونی کا لباس

خود تیار کر کے خوشی محسوس کرتی اور اکثر سیاست کی ہنگامہ خیزیوں کے بجائے اسے باعزت خانہ دار زندگی اختیار کرنے کی ترغیب دیتی جاہ طلب انطونی کو ان باتوں سے خفقان ہوتا تھا اب جو روم جانے کا حکم ملا تو اس نیک دل خاتون نے یہ حکم بھی نہایت عاجزی سے منظور کر لیا شوہر پرستی ایک اچھا وصف ہے مگر عالی مرتبت میں قوت فیصلہ اور عزم بھی ہونا چاہیے مجھے رہ رہ کر خیال آتا ہے کہ اگر یہ خاتون اطاعت و عاجزی کے بجائے اس موقع پر ہمت سے کام لے کر اڑ جاتی تو آج دنیا کی تاریخ یقیناً مختلف ہوتی۔

انہیں دنوں انطونی نے ایک سردار فونشس کیٹو کو اسکندریہ بھیجا کہ ملکہ کو اپنے ساتھ شام لے آئے پلوٹارک کی رائے ہے کہ ''انطونی کے شہوانی جذبات کا وہ شعلہ جو سیاسی مشغولیتوں میں دب کر رہ گیا تھا، اب یکا یک بھڑک اٹھا'' مگر غیر جانبدار اشخاص سمجھ سکتے ہیں کہ قلوپطرہ کی طلبی محبت کے تحت نہیں بلکہ سیاسی اغراض کے زیر اثر کی گئی تھی وہ اس سے از سر نو ایک پختہ معاہدہ کر لینا چاہتا تھا قلوپطرہ کی ہوسناکی کے غلط قصے اتنے مشہور ہیں کہ ہم اس کے اکثر معاملات کی تہ میں یہی سفلی جذبات تلاش کرنے پر مائل ہو جاتے ہیں کیونکر ممکن ہے کہ وہی انطونی، جو قلوپطرہ سے جدا ہونے کے چند ماہ بعد آکٹیویا سے شادی رچا بیٹھا تھا، اب ساڑھے تین سال بعد اس کی یاد میں بے تاب و بے قرار ہو گیا تھا قلوپطرہ سے تو کیا اسے اپنے جڑواں بچوں تک سے الفت نہ تھی اپنے مورث اعلیٰ ہرقل کی طرح اس کا عقیدہ یہ تھا کہ جس ملک میں جائے اپنی نسل پھیلائے

اور ہر گوشہ ارض میں اپنے شریف اور امیر خون سے بنی نوع انسان میں امراء و شرفا کے سلسلے قائم کرتا رہے اس کے دل میں جذبات کی آگ نہیں بھڑک رہی تھی بلکہ قلوپطرہ سے تعلقات تازہ کرنے کی آرزو مشتعل تھی ہوسکتا ہے کہ ایک حد تک وہ اس کی دل افروز صحبت سے محظوظ ہونے کا خواہش مند ہو کیونکہ اطاعت شعار نرم مزاج آکیٹویا کی سادگی اس کے لئے عذاب جان بن گئی تھی۔

انطونی کے خیالات جو تھے سو تھے مگر قلوپطرہ کا دل اس سے سرد ہو چکا تھا ظالم زمانے کے تلخ تجربات نے وہ ساری شوخی و شنگی، جو اس کی نوجوانی کی خصوصیت تھی، بھلا دی تھی۔ وہ اپنا وقت یا دولت ضائع کرنے کے لئے تیار نہ تھی کیا انطونی وہی بے وفا نہ تھا، جس نے محبت کا جواب غداری سے دیا اور اب چار سال بعد پھر ذاتی مفادات کے لئے سلسلہ جنبانی کر رہا تھا؟ کیا اس کے یہ بہانے صحیح ہیں کہ میری طویل غیر حاضری اور شادی محض سیاسی مجبوریاں تھیں، جو تمہاری محبت کی راہ میں حائل نہیں ہوسکیں؟ ملکہ کے یہ خیالات بالکل درست تھے مگر دوسری طرف کچھ اور مسائل بھی تھے جن کا لحاظ واجب تھا وہ انطونی کی مدد کے بغیر اپنے پیچیدہ معاملات نہیں سلجھا سکتی تھی انطونی مشرق کا قہرمان مطلق بن چکا تھا ایران کی مکمل فتح چند مہینے کی بات تھی آکیٹوین کی ہستی اس کے سامنے مدھم ہو چکی تھی انطونی کی امداد کے بغیر ایک وسیع سلطنت کا قیام یا مصری حکومت کی بقا ناممکن بات تھی اس کشمکس کا حل یہی تھا کہ وہ

انطونی سے ملے اور یہ شرطیں پیش کرے کہ اگر اتحاد و اتفاق منظور ہے تو مجھ سے باقاعدہ شادی کرو سیاسی دوستی میں بیوفائی، پریشانی اور تفکرات کے سوا اور کیا رکھا ہے آکیٹوین سے تعلقات منقطع کرلو اور مجھ سے شادی کر کے متفقہ طاقت کے ذریعے سے بے پایاں مشرق اور سارے یورپ کو زیر نگیں لے آؤ۔ اس طرح سیزر کے منصوبوں کی تکمیل کر کے سیزارین کو اپنا ولی عہد بنادو۔

غرض یہ ارادہ مصمم کر کے قلوپطرہ اسکندریہ سے شام روانہ ہوئی چند ہفتے بعد اواخر 37 ق م میں بمقام انطاکیہ انطونی سے جا ملی ان کی ملاقاتوں کی تفصیل تاریخ میں نہیں ملتی مگر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انطونی نے سیاسی مشکلات کا عذر پیش کر کے بہت بہت معذرت کی اور سچے دل سے اقرار کیا کہ میں تم سے دائمی اور مستحکم اتحاد کا آرزومند ہوں ملکہ نے بھی اس شرط پر رضامندی کا اظہار کیا کہ اس معاہدے کو قانونی حیثیت حاصل ہو جائے تا کہ فریقین اس کے پابند رہیں۔

قلوپطرہ نے انطونی سے جو حسب دل خواہ شرطیں منظور کرائیں ان سے جہاں یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ملکہ کی دوستی کو کتنی اہمیت دیتا تھا وہاں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ قلوپطرہ کس بلا کی فسوں کار عورت تھی یہی عورت، جسے انطونی نے تین سال تک بھولے سے بھی یاد نہ کیا تھا، جو اپنے مستقبل سے مایوس ہو چکی تھی، جسے خود اپنا تخت و تاج معرض خطر میں دکھائی دے رہا تھا آج انطونی کے سامنے من مانی شرطیں پیش کر رہی تھی اور وہ بے چون و چرا انہیں تسلیم کر رہا تھا

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے انطونی جذبات کی رو میں نہیں بہ رہا تھا یہ ملکہ کی ہوش مندانہ سودا بازی تھی جو اس سے ہر بات منوا رہی تھی ایک بار دھوکا کھا چکی تھی اس لئے بیوفا عاشق سے دوبارہ سودا کرنے میں کسی عنوان نقصان اٹھانے کے لئے تیار نہ تھی اس نے اپنے مصائب کی سچی داستان سنا کر انطونی کا دل موم کرلیا ہوگا اور یہ بات ذہن نشین کر دی ہوگی کہ اس موقع پر مصر کی امداد کتنی اہم ہے معاہدے کی شرطیں غالباً یہ تھیں۔

اول اس بات کا انتظام کیا جائے کہ مصری رسوم کے مطابق دونوں کی باقاعدہ شادی ہو جائے واضح ہو کہ برسوں پہلے جولیس سیزر نے ایک قانون کا خاکہ بنایا تھا جس کے رو سے وہ دو بیویاں رکھنے کا مجاز ہوا اور اس طرح قلوپطرہ سے اس کا تعلق باقاعدہ ازدواج کی حیثیت اختیار کرلے غالباً ایسی ہی کوئی صورت انطونی نے بھی سوچی ہوگی وہ رومی ایوان حکومت کی منظوری اور اپنے نجی معاملات میں رومی قانون کی پیروی غیر ضروری سمجھتا تھا البتہ اسکندریہ میں یہ اعلان ضروری تھا کہ تین سال پہلے کا مقدس تعلق باقاعدہ شادی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

دوم:

انطونی مشرق کا مختار مطلق ہوگا مگر شاہ مصر نہیں کہلائے گا انطونی اپنے نام کے ساتھ بادشاہ کا لقب نہیں لگا سکتا تھا کیونکہ اہل روم یہ لفظ سننے کے لئے تیار نہ تھے سپہ سالار کا خطاب جو سیزر نے اپنی ذات اور نسل کے لئے وراثتاً حاصل

کیا تھا، انطونی کے حوصلے کے مطابق نہ تھا اس لئے مختار مطلق کا خطاب مناسب سمجھا گیا کہ اختیارات حکومت کی شان دکھاتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اتحاد ثلاثہ میں انطونی کی سرپنچی قائم رہی۔

سوم:

انطونی نے غالباً یہ وعدہ بھی کیا کہ قلمرو مصر کی حدود اتنی وسیع کر دی جائیں گی جتنی وہ چودہ صدیوں پہلے فراعنہ کے زمانے میں تھیں اس طرح سینا، عرب جزیرہ قبرص، لبنان تمام وسمال مصر کی قلمرو میں شامل کر دیے گئے بحیرہ مردار کا مشرقی ساحل، اردن سماریا، گیلیلی، فونیشیا، سلیشیا اور کریٹ کے کچھ حصے، شام کا شمالی ساحل وغیرہ بھی قلمرو میں شامل ہوئے۔

ان تمام شرطوں کے جواب میں قلوپطرہ نے وعدہ کیا کہ مصر کی دولت اور فوجی طاقت انطونی کے تصرف میں رہے گی جب ضرورت پڑے وہ انہیں استعمال کرنے کا مجاز ہوگا۔

لیٹروکین کرومیر اور فیریرو کا بیان ہے کہ اس معاہدے کی تکمیل ہوتے ہی دونوں کی شادی ہوگئی اس تقریب کی یادگار میں سکوں پر انطونی اور قلوپطرہ کے نام اور چہرے نقش کئے گئے قلوپطرہ نے نیا سمیت جاری کر دیا چنانچہ ایک سکے پر جو چھ سال بعد ڈھلا ہے یہ الفاظ نقش ہیں اکیسواں سال جلوس جو دیوی کا چھٹا سال بھی ہے بعض مورخوں کی رائے ہے کہ باقاعدہ شادی کئی سال بعد ہوئی مگر ان تمام دلائل کے سامنے یہ نظریہ باطل ٹھہرتا ہے سکوں پر دونوں کے

نام اور چہرے کا نقش کیا جانا اس امر کا یقینی ثبوت ہے کہ انطونی نے قلوپطرہ سے شادی کر کے اسے اپنی وسیع حکومت کا شریک بنالیا تھا علاوہ بریں ان دنوں انطونی نے آکیٹوین کو جو خط لکھے ہیں ان میں متعدد بار قلوپطرہ کے لئے بیوی کا لفظ استعمال کیا ہے۔

جاڑے کا موسم سکون سے انطاکیہ میں بسر ہوا انطونی پارتھیا کی مہم کے بندوبست میں غرق تھا جس کی فتح کے بعد اسے امید تھی کہ روم میں میرا نام روشن ہو جائے گا شہر انطاکیہ شام کا دارالحکومت تھا اور دولت وعظمت کے لحاظ سے دنیا کا تیسرا شہر سمجھا جاتا تھا روم اور اسکندریہ اول اور دوم تھے شہر پناہ کے گرداگرد دس میل تک سرو وصنوبر کے گھنیرے کنج تھے آس پاس کی پہاڑیوں سے صدہا آبجوئیں اتر کر ان درختوں کی گھنی چھاؤں کے نیچے بہتی تھیں جس سے گرمیوں میں بھی خنکی محسوس ہوتی تھی یہ شہر علوم وفنون کا مرکز تھا اور قلوپطرہ کی نزاکت ولطافت پسند ذوق کے عین مطابق وقت سکون وشادمانی سے گزرتا رہا کہتے ہیں کہ قلوپطرہ نے انطونی سے فرمائش کی کہ ہیروڈ شاہ جوڈیا کو معزول کر کے جوڈیا کو مملکت مصر میں شامل کر دے مگر انطونی نے لجاجت سے سمجھایا کہ یہ حرکت غلط ہے قلوپطرہ بھی مان گئی اور بعد ازآں اس یہودی فرمانروا سے موافقت کرتی رہی۔

مارچ 26 ق م میں انطونی نے پارتھیا پر فوج کشی کی شمالی عراق تک جو انطاکیہ سے ڈیڑھ سے میل دور ہے ملکہ بھی ساتھ گئی غالباً وہ اس مہم میں ساتھ

رہنا چاہتی تھی مگر جلد ہی یہ پتا چلا کہ وہ کسی حال سے ہے اس خیال سے انطونی نے اسے مصر واپس جانے اور اپنی فاتحانہ واپسی کا انتظار کرنے کا حکم دیا تفکرات اور نا امیدوں کے باوجود ملکہ کی طاقت اور حوصلہ مندی بڑی حد تک برقرار تھی ان دنوں اس نے اسی جرأت و جفاکشی کا مظاہرہ کیا جس نے محاصرہ پیلوشیم کے وقت نووارد جولیس سیزر کا دل مسخر کرلیا تھا میدان جنگ کی بے تکلف کھلی زندگی اسے مرغوب تھی اس کے لئے ہر خطرہ ایک کھیل تھا انطونی کے ساتھ مہم پر جانے کی خواہش صاف بتاتی ہے کہ گردش زمانہ کے باوجود اس کی فطری دلیری و جانبازی میں فرق نہ آیا تھا فلورس اسے نسوانی خوف سے قطعاً مبرا لکھتا ہے وہ اس مہم کے حق میں نہ تھی کیونکہ خطرناک ہونے کے علاوہ بے اندازہ مصارف کا بھی سامنا تھا بایں ہمہ جانبازی و جرأت کا شوق جو اس کے لئے حاصل زندگی تھا، اسے ابھارے رہا انطونی نے اس موقع پر اس کی رفاقت کا اعزاز حاصل کرنے کے بجائے اسے جنگ کے خطرات سے محفوظ رکھنے کا فیصلہ کیا اور جب ملکہ کا دستہ اطاکیہ کی سڑک پر بڑھتے بڑھتے نظر سے اوجھل ہو گیا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا۔

قلوپطرہ نے اطاکیہ سے وادی اونطیر، اپامیا، آریتھونیا، ایمسیا ہوتے ہوئے دمشق کا رخ کیا۔ یہاں سے بڑھ کر بحیرہ گیلی عبور کیا اور دریائے جورڈن کے کنارے کنارے شہر جریشو تک پہنچی یہاں اس کی ملاقات جانباز و زیبا شمائل ہیروڈ سے ہوئی جو اس سے مملکت جوڈیا کے بعض حصوں کا سمجھوتا

کرنے آیا تھا تھوڑی سی حیل و حجت کے بعد ملکہ نے متنازعہ علاقہ ہیروڈ کو خراج کی شرط پر دے دیا علاقہ حبریشو کی گرم آب و ہوا کھجور، حنا اور بلسان کے لئے، جو اپنی خوشبو اور دوائی فوائد کے لئے مشہور ہے، نہایت سازگار ہے، جوزیفس اسے مقدس علاقہ کہتا ہے فوجی اہمیت کے لحاظ سے یہ شہر فلسطین کی کنجی تھا بدقسمتی سے یہ قیمتی ہیرا شاہ ہیروڈ کے تاج سے نکل کر قلوپطرہ کے ہاتھ میں چلا گیا تھا اب جو خراج کی شرط پر واپس ملا تو ہیروڈ پھولا نہ سمایا اور اسے اپنا مستقر بنالیا یہاں سے ملکہ نے مصر کا رخ کیا مگر ہیروڈ کی التجا پر مملکت جوڈیا سے گزرنے اور یروشلم و غازا کے راستے مصر پہنچنے کا خاکہ بنایا۔ جویشو سے یروشلم تک کا راستہ ڈھلواں پہاڑوں اور گھنے جنگلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔

یہاں ہیروڈ نے ایک خطرناک منصوبہ تیار کیا۔ اپنے مشیروں سے صلاح کی کہ انطونی اس ملکہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے اور ہم جیسے زیردست بادشاہوں کی حکومتیں اس کے ہاتھ سے خطرے میں ہیں اگر اس فتنے کو جب یہ ہمارے پنجے میں ہے ان پہاڑوں میں ختم کر دیا جائے تو یہ خرخشہ مٹ جائے۔ انطونی سے کہ دیا جائے گا کہ کوہستانی لٹیروں نے چھاپا مار کر اسے ہلاک کر دیا۔ ہیروڈ نے اپنے مشیروں سے یہ بھی کہا کہ ملکہ کی نیت خراب ہے وہ اپنی سحر کار آنکھوں سے مجھ پر جادو کر کے میرے ساتھ ملوث ہونا چاہتی ہے۔ یہ بھی سمجھایا کہ ایک مدت بعد انطونی خود میرا ممنون ہوگا کہ میں نے قلوپطرہ کو قتل کر کے اسے ایک ایسی عورت سے نجات دلا دی جو مصیبت کے وقت اس سے

غداری کرتی۔

ہیروڈ نے بہت کچھ کہا مگر اس کے مشیر اتنے بڑے اقدام کے تصور سے لرز گئے اور بقول جوزیفس بڑی التجاؤں کے ساتھ اسے اس امر عظیم کے ارتکاب سے باز رکھا انہوں نے کہا کہ خواہ ساری دنیا انطونی کو یہ سمجھائے کہ قلوپطرہ کی موت میں تمہارے لئے بہتری ہے مگر وہ آفت مچا دے گا۔ ضعف اناث میں اس شان کی عورت روئے زمین پر نہیں اس کا خون ناحق تمہیں تباہ کر دے گا۔

مجبور ہو کر شاہ ہیروڈ نے غداری کا خیال چھوڑ دیا نہایت ادب سے سرحد کے قلعہ پیلوشیم تک اس کی جلو میں آیا ملکہ اپنے قصر میں داخل ہوئی اور زچگی کی تیاری کرنے لگی کہتے ہیں کہ وہ جریشو سے درخت بلسان کی قلمیں لائی تھی جنہیں اس نے قاہرہ کے پاس کاشت کرایا ان دنوں وہ ازحد پرامید تھی سابقہ خطرات کے باوجود سوچتی تھی کہ کچھ دنوں بعد انطونی پارتھیا کی مہم سر کر کے واپس آ جائے گا، فتح و کامرانی کا تاج پہنے روم میں داخل ہو گا اور مشرق و مغرب کا فرمانروا تسلیم کر لیا جائے گا بد بخت آکٹیوین قصر گمنامی میں جا پڑے گا، انطونی اور میں ایک وسیع سلطنت کے مالک ہوں گے اور سیزارین ہمارا ولی عہد بنے گا۔

ملکہ ان خوش آئند امیدوں میں انتظار کے دن گزارتی رہی نومبر میں اس کے ایک لڑکا ہوا، جس کا نام خاندانی دستور کے مطابق بطلیموس رکھا گیا زچگی کی نقاہت سے سنبھلنے نہ پائی تھی کہ ناگہاں انطونی کا قاصد ایسی حوصلہ شکن خبریں

لے کر آیا جس سے امیدوں کا سنہری محل بیٹھ گیا انطونی نے لکھا تھا کہ پارتھیا کی مہم ناکامی و تباہی میں تبدیل ہوگئی ہے میں اپنی بچی کھچی شکست خوردہ فوج لے کر بمشکل شام میں داخل ہو سکا ہوں بدحال سپاہیوں کی وردیاں پارہ پارہ ہیں بیماری اور فاقہ کشی نے فوج کو برباد کر رکھا ہے خزانے میں ایک کوڑی نہیں جس طرح بنے فوراً میری امداد کو پہنچو میں شام کے ساحل پر سیڈن اور بیرنطیس کے درمیان تمہاری راہ دیکھ رہا ہوں۔

بدنصیب ملکہ کی آرزوئیں ایک بار پھر خاک میں مل گئیں مگر رگوں میں شاہی خون اور سینے میں مردوں کا سا دل رکھتی تھی جی کو سنبھالا ہمت مردانہ نے کہا کہ ہاں خاندانوں کے جوہر ایسے ہی موقعوں پر کھلتے ہیں غرض کپڑے ہتھیار اور خزانہ لے کر اسکندریہ سے نکلی تاکہ تباہ حال شوہر کی امداد کر سکے۔

اس بدنصیب مہم کا حال بھی سن لیجئے انطونی زیوگما سے بڑھ کر ارض روم کی سطح مرتفع پر پہنچا جہاں اس نے اپنی فوج ظفر موج کا جائزہ لیا ساٹھ ہزار سپاہی جن میں رومیوں کے علاوہ ہسپانوی، فرانسیسی بھی شامل تھے اور دس ہزار سوار شمار میں آئے شاہ آرمینیا کے تیرہ ہزار سوار اور پیادے اور شاہ پونطلس کی زبردست فوج اس کے علاوہ تھی ان سب کا شمار تیس ہزار ہوا بڑے بڑے قلعہ شکن منجنیق فراہم کئے گئے تھے جنہیں وادی ارا گیسز کے راستے میڈیا کی طرف روانہ کر دیا آرمینیا اور پونطس کی فوج اور دو رومی دستے ان کے ساتھ چلے انطونی نے بذات خود فوج کا بڑا حصہ سنبھالے قریب تریں راستے سے

میڈیا کی طرف جنبش کی حملہ کرنے کے لئے ایسا بے تاب تھا کہ باقی فوج اور سامان کے پہنچنے کا انتظار نہ کیا۔

پلوٹارک کا بیان ہے کہ اس بے پایاں لشکر کی آمد آمد کے غلغلے نے ایران سے شمالی ہند تک تہلکہ مچا دیا۔ ایک بار پورا ایشیا کپکپا اٹھا۔ بالعموم یہی تھا کہ سکندر اعظم کی طرح انطونی بھی ایران سے گزر کر ہندوستان تک پہنچے گا جہاں قلوپطرہ کی بحری راستے سے بھیجی ہوئی کمک اور سامان جنگ اس کے منتظر ہوں گے اواخر اگست میں انطونی سیڈیا کے دارالسلطنت میں داخل ہوا۔ یہاں اس نے قلعہ شکن آلات اوران کے ساتھ بھیجی ہوئی فوج کا انتظار کیا اور شہر کا محاصرہ کرلیا خیال تھا کہ شہر جلد فتح ہو جائے گا مگر نہ ہوا اتنے میں یہ منحوس خبر ملی کہ جس فوج اور سامان کا انتظار تھا اسے دشمن نے راستے میں تباہ کر دیا ہے شاہ آرمینیا بچے کھچے سپاہیوں کو سمیٹ کر اپنے ملک کو بھاگ گیا ہے اور شاہ پونطس غنیم کے ہاتھ میں اسیر ہے انتہائی دل شکن خبر تھی مگر انطونی نے بدستور محاصرہ جاری رکھا لیکن جب پارتھیا کی وہ فوج جو بھی رومی فوج اور سامان کا صفایا کر چکی تھی، قریب آ پہنچی تو انطونی کو اضطراب ہوا اس فوج کو یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ انطونی کے لشکر پر حملہ کرے مگر وقت بے وقت لشکر کے بیرونی پہلوؤں پر چھاپا مارنے سے نہ چوکتی تھی۔

''آخر اکتوبر میں انطونی نے غنیم سے صلح کی گفت وشنید شروع کی غلے کی کمی، سامان کے فقدان اور سپاہیوں کی بد دلی کے علاوہ جاڑے کی خوفناک

صورت بھی نظر آ رہی تھی انطونی نے شاہ پارتھیا کو پیغام بھیجا کہ اگر ہمارے اسیروں اور رومی جھنڈوں کو واپس دینے کا وعدہ کرو تو محاصرہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں جواب ملا کہ یہ شرطیں منظور نہیں، ہاں اگر محاصرہ اٹھا کر واپس جانا چاہو تو ہم تمہیں گزر جانے دیں گے مرتا کیا نہ کرتا انطونی نے یہی شرطیں منظور کر لیں مگر دغاباز اہل پارتھیا وعدے پر قائم نہ رہے شکستہ حال رومی برف پوش پہاڑوں سے گزرے تو خونخوار پہاڑی قبائلی بلائے بے درمان بن کر ٹوٹ پڑے فوج کے پسماندہ سپاہیوں کو جہاں پایا کاٹ کر رکھ دیا بھوک، بیماری اور تکان کے باعث ہزاروں سپاہی پیچھے رہ رہ جاتے سب کے سب ان خونخوار بھیڑیوں کے ہاتھوں تباہ ہوئے غلے کی نایابی کا یہ حال تھا کہ روٹیاں چاندی کے تول بکتی تھیں بہتیرے سپاہیوں نے بھوک کی شدت میں ایک زہریلے پودے کی جڑیں کھالیں جس نے کھائیں یہ حال ہوا کہ دیوانوں کی طرح پھرتا اور بڑے بڑے پتھر ڈھونے لگتا ان پتھروں کو اٹھانے میں ایسی سرگرمی کا اظہار کرتا گویا پارس کے پتھر ہیں غرض اسی طرح بوجھ اٹھاتا اٹھاتا قے کر کے مر جاتا۔''

پلوٹارک کا یہ بیان مبالغہ آمیز اور بے جوڑ سہی مگر انطونی کے تباہ حال سپاہیوں کا سچا مرقع ہے جو تکالیف کی شدت سے پاگل ہو گئے تھے اور جان لیوا جاڑے سے بچنے کے لئے پتھر ڈھو ڈھو کر مکان بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔

سینکڑوں میل کی اس پسپائی میں انطونی نے بے نظیر تحمل و استقلال کا

مظاہرہ کیا وہ ہر مصیبت میں سپاہیوں کا شریک ہوتا شام کے وقت جب لشکر قیام کرتا تو ایک ایک خیمے میں جا کر سپاہیوں کو تسلی دیتا زخمی سپاہیوں کے ساتھ اس کی ہمدردی و دل سوزی نا قابل بیان تھی وہ ان کے پاس زمین پر بیٹھ جاتا اور زار زار روتا سپاہی اس کی پرستش کرتے تھے انتہا یہ ہے کہ دم توڑتے زخمی بھی اسے دیکھ کر ایک بار اٹھ کھڑے ہوتے اور کامل الفت و احترام کے ساتھ اس سے بات کرتے پلوٹارک کا بیان ہے کہ وہ اس کے ہاتھ پکڑتے اور التجا کرتے کہ اپنے خیمے میں جا کر آرام کرو کیونکہ ہماری سلامتی تمہارے دم سے ہے وہ اسے شہنشاہ اور جنرل کہہ کر پکارتے انطونی پر ایسی خود رفتگی چھائی رہتی تھی کہ اکثر زینوفون اور اس کے دس ہزار سپاہیوں کی پسپائی کا ذکر کر کے چلا اٹھتا جو اس سے زیادہ صبر آزما مصائب میں پسپا ہوئے تھے غنیم کا خطرہ ہر وقت لگا ہوا تھا یہاں تک کہ ایک روز انتہائی نازک صورت حال پیش آئی اور انطونی نے اپنے ایک غلام رمناس کو یہ قسم کھانے پر مجبور کر دیا کہ اگر قتل عام کی نوبت آئی تو وہ انطونی کے سینے میں تلوار بھونک کر اس کا خاتمہ کر دے گا اور سر کاٹ کر کہیں دور پھینک آئے گا تا کہ دشمن نہ تو اس کے آقا کو زندہ گرفتار کر کے نہ اس کی لاش کو پہچان سکے!

آخر ستائیس دن کے منحوس سفر کے بعد، جس میں اس شکستہ حال فوج نے اٹھارہ بار اہل پارتھیا کے حملوں کا منہ توڑ جواب دیا انطونی اپنی فوج اور رومی جھنڈوں کو سنبھالے آرمینیا میں داخل ہوا یہاں پھر فوج کی موجودات لی معلوم

ہوا کہ بیس ہزار پیدل چالیس ہزار سوار کا نقصان ہوا ہے جن میں سے بیشتر سردی اور بیماری کی بھینٹ چڑھے۔ بایں ہمہ ابھی مصائب کا خاتمہ نہ ہوا تھا اگرچہ دشمن کا کھٹکا مٹ گیا تھا مگر خونخوار جاڑا بھیانک جبڑے کھولے آپہنچا تھا آرمینیا سے شام تک پہنچتے پہنچتے مزید آٹھ ہزار سپاہی تلف ہوئے۔ غرض جب یہ آفت زدہ جماعت سیڈن اور بیر بطیس کے درمیان اپنے سرمائی مستقر میں داخل ہوئی تو یہ اس شاندار فوج کا تہائی چوتھائی بدحال حصہ تھی جو موسم بہار میں بڑے طمطراق سے حملہ کرنے کے لئے بڑھی بایں ہمہ یاد رہے کہ یہ انطونی ہی کی جرأت و ہمت تھی جو اس کو پارتھیا کے خونخوار پہاڑوں سے نکال لائی ورنہ ایک سپاہی بھی بچ کر نہ آتا سبھوں کا وہی حشر ہوتا جو چند سال پہلے کریسس اور اس کی بدنصیب فوج کا ہوا تھا۔

یہاں پہنچ کر انطونی کو کچھ سکون ہوا وہ ہر روز قلوپطرہ کی آمد کا منتظر رہتا مگر شکست کی ندامت اور قلوپطرہ کی ملامت کے خیال نے اسے ایسا بدحواس کر دیا کہ شراب ناب کے دامن میں منہ چھپاتا دن رات نشے میں غرق پڑا رہتا ہوش آتا تو اضطراب و وحشت کا غلبہ ہوتا اکثر کھاتے کھاتے بے تحاشا ساحل کی طرف دوڑ پڑتا کہ شاید ملکہ کے جہاز نظر آئیں آخر ایک روز قلوپطرہ کے جہاز خلیج میں داخل ہوئے قلوپطرہ نے جہازوں میں سے خزانہ، کپڑے اور سامان اتروایا ساحل پر قدم رکھا تو دیکھا کہ فوج تباہ حال ہے انطونی اور اس کے سرداروں کا حلیہ بگڑا ہوا ہے اور سپاہیوں کے بدن پر چیتھڑے لگے ہوئے ہیں۔

پندرہ

آکیٹوین کے استیصال کی تیاریاں

انطونی کے ساتھ کچھ عرصہ قیام کر کے قلوپطرہ اسے اسکندریہ لے آئی کہ جنگ کی مشقتوں کے بعد کچھ آرام کر سکے میری دانست میں اس کا مقصد یہ تھا کہ انطونی سے آئندہ منصوبوں کے متعلق گفت وشنید کرے اور یہ سمجھائے کہ پارتھیا جیسے وسیع ملک پر حملہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وقت دولت اور سپاہیوں کو بے فائدہ تلف کر دیا جائے اس قسم کی لڑائیوں میں جان و مال کا زیان ہوتا ہے اور ہاتھ کچھ نہیں آتا اس خیال خام سے کہیں بہتر ہے کہ ساری قوت آکیٹوین کے استیصال پر صرف کر دی جائے اور مشرق میں سر مارتے پھرنے کے بجائے روم کو تسخیر کیا جائے۔

پارتھیا (ایران) کی مہم میں یہ ثابت ہو گیا تھا کہ فوج انطونی پر کامل اعتماد رکھتی ہے اور وہ اپنے سپاہیوں کا ہر دل عزیز سردار ہے با قاعدہ پسپائی کو سپہ سالاری کا سب سے نازک مرحلہ سمجھا جاتا ہے انطونی نے یہ مرحلہ پوری کامیابی سے طے کر کے اپنے جوہر دکھائے تھے آکیٹوین سے نپٹ لینے کا صحیح موقع یہی تھا رہے اہل پارتھیا سو انہیں آرمینیا اور شام سے نکال دیا گیا تھا مزید سرکوبی اس وقت تک کے لئے ملتوی رکھی جا سکتی تھی جب انطونی روم کا تاج

شاہی زیب سر کرلے اور مقدس صحیفوں کی بشارت کے مطابق ایک بادشاہ کی حیثیت سے پارتھیا پر فوج کشی کرے قلوپطرہ شروع ہی سے جنگ پارتھیا کے خلاف تھی مگر کچھ تو اس خیال سے کہ یہ سیزر کے منصوبوں کا ایک حصہ تھی اور کچھ انطونی کے سبز باغ دکھانے سے کہ میں فتح پارتھیا کے بعد محبوب عوام بن کر روم میں داخل ہوں گا، مالی امداد دینے کے لئے تیار ہوگئی تھی نتیجہ تباہ کن ثابت ہوا انطونی نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ دوبارہ پارتھیا کا رخ کرنے کے بجائے سال دو سال تک تمام وسائل کو آکیٹوین سے جنگ کرنے کے لئے مجتمع کیا جائے۔ اسے شام ہی میں آکیٹوین کی بڑھتی ہوئی طاقت کی خبر مل چکی تھی۔ وہ سکیٹس کو شکست دے کر مٹیلین کی طرف بھگا چکا تھا تیسرے پنچ یعنی لیپیڈس نے سیاست سے کنارہ کش ہوکر اپنے افریقی مقبوضات آکیٹوین کے حوالے کردیئے تھے اس طرح سارے مغرب پر آکیٹوین کا تسلط تھا اور غلب تھا کہ وہ انطونی سے جلد الجھ پڑے۔

جنگ کے مصائب کے بعد انطونی کو قصر اسکندریہ کا عیش و راحت اور قلوپطرہ کی دلنواز محبت بہت روح پرور محسوس ہوئی۔ جاڑے اطمینان سے گزرے البتہ چار سال پہلے کی سی رنگ رلیاں اور شاہ خرچیاں اس مرتبہ نہ ہوئیں۔ زندگی کی تلخ حقیقتوں نے بےفکری کے بجائے سنجیدگی پیدا کردی تھی اسکندریہ سے انطونی نے دارالسلطنت روم کو ایک خط بھیجا جس میں اپنی مہم کا حال کچھ سنوار کر لکھا اور یہ واضح کیا کہ بعض اختیارات سے یہ فوج کشی نہایت کامیاب

رہی 35 ق م کے آغاز میں سکیٹس پومپیس نے دربار مصر سے تعلقات قائم کرنے کے لئے سلسلہ جنبانی کی مگر اس کے سفیر اس مقصد میں کامیاب نہ ہوئے انطونی کو ان سفیروں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سکیٹس دربار پارتھیا سے خفیہ خط و کتابت کر رہا ہے اور انطونی کے ایشیائی وائسرائے ڈومیشس کو ورغلانے پر مائل ہے یہ خبریں سن کر قلوپطرہ اور انطونی نے پومپی اعظم کے اس بچ بیٹے کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا نالشس نامی سردار نے سکیٹس کو بمقام فریجیا گرفتار کیا اور کچھ دنوں ملیٹس میں اسے قتل کر دیا گیا سکیٹس نے بحری قزاقی اختیار کر لی تھی مگر برطانوی رابن ہڈ کی طرح عوام اس کے بے حد شیدا تھے اہل روم اس خبر سے یقیناً بروفروختہ ہو جاتے اس لئے انطونی نے خود کو اس کے قتل سے بری ظاہر کرتے ہوئے یہ مشہور کر دیا کہ یہ کام میرا نہیں بلکہ میرے ایک سردار پلنیکس کا ہے جس نے قتل کے محضر پر دستخط کر دیے۔

چند روز گزرے تھے کہ یکا یک ایک ذی جاہ شخص قصر سکندریہ میں داخل ہوا جس کی آمد نے تمام تجویزوں کا رخ بدل دیا یہ شاہ پونطلس تھا جسے پچھلے سال کی مہم میں شاہ میڈیا نے گرفتار کر لیا تھا اور اب یہ پیغام دے کر انطونی کے پاس بھیجا تھا کہ شاہ پارتھیا سے میری ان بن ہوگئی ہے اگر مجھ سے متحد ہو جاؤ تو ہم دونوں مل کر اس کی بیخ کنی کر دیں اس خبر سے دربار میں ہلچل سی مچ گئی انطونی کو ایسا موقع خدا دے سوچنے لگا کہ پارتھیا کے خوفناک فرماں روا سے بدلا لینے کا صحیح وقت یہی ہے شاہ میڈیا اس کا طاقت حلیف تھا، میری مدد کے

لئے تیار ہے اب یہ مہم بڑی آسانی سے سر ہو جائے گی مگر قلوپطرہ جو مشرقی بادشاہوں کی دورنگی سے ڈرتی تھی اس مہم کے خلاف تھی پارتھیا میں سر مارنے کے بجائے آکیٹوین کی سر کوبی ضروری تھی جس کا روز افزوں اقتدار ان کے لئے خطرہ عظیم بن چکا تھا۔ قلوپطرہ کی منت سماجت کے باوجود انطونی نے بطور آزمائش شاہ آرمینیا کو خط لکھا کہ چند باتیں مشورہ طلب ہیں بے تامل اسکندریہ پہنچو یہ فرماں روا جس نے پچھلے سال کی شکست کے بعد سیدھا اپنے ملک کا راستہ لیا تھا شرم یا خوف کے مارے انطونی کے سامنے آنے کو تیار نہ ہوا سوچ لیا کہ اگر انطونی زیادہ دبائے گا تو اپنے پہاڑوں میں جا چھپوں گا ورنہ شاہ پارتھیا سے مل جاؤں گا۔

انطونی پھر بھی اپنے منصوبے پر قائم رہا اور فوراً میڈیا کی طرف جانے کا فیصلہ کیا یہ دیکھ کر قلوپطرہ نے بھی اس کے ساتھ چلنے کی تیاری کی اور اپریل میں دونوں شام کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچے ہی تھے کہ انطونی کو یہ پریشان کن خبر ملی کہ اس کی بیوی آکٹیویا روم سے روانہ ہو چکی ہے اور چاہتی ہے کہ یونان میں اس سے آ ملے غالباً آکٹیویا کی روانگی آکٹیوین کے اشارے سے تھی جو چاہتا تھا کہ کسی طرح انطونی سے الجھنے کا بہانہ ہاتھ آئے یعنی اگر انطونی نے آکٹیویا کو عزت سے قبول نہ کیا تو اس بیوفا شوہر کے خلاف شور وغوغا برپا کرنے کا اچھا بہانہ مل جائے گا اس نے انصاف واحترام کا مظاہرہ کرنے کے لئے بہن کے ساتھ دو ہزار فوج اور سامان جنگ بھی بھیج دیا یہ فوج بظاہر آکٹیویا

کا باڈی گارڈ تھی مگر درحقیقت آکٹیوین نے اس پردے میں انطونی کے دیے ہوئے جہازوں کی جزوی قیمت ادا کرنی چاہی تھی یا انہیں اپنے معزز حریف کو بطور تحفہ نذر کیا تھا۔

انطونی نے فوراً ایک خط لکھ کر آکٹیویا کو حکم دیا کہ میں میڈیا کی طرف جا رہا ہوں، تم ایتھنز ہی میں ٹھہرو، اس کے جواب میں آکٹیویا نے اپنے ایک عزیز نائیجر یا کو بھیج کر یہ پچھوایا کہ اس فوج اور سامان جنگ کا کیا کروں؟ نائیجر نے حوصلے سے کام لے کر آکٹیویا کی شرافت و اطاعت کی تعریف کی اور اس عرصے میں اس غریب نے تنہائی و فراق کے صدمے جس متانت سے برداشت کیے تھے، بیان کیے مگر انطونی اس وقت یہ باتیں سننے کے لئے تیار نہ تھا الٹا سیدھا جواب دے کر نائیجر کو رخصت کیا حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر انطونی کو آکٹیویا کے حال پر بڑا ترس آیا۔ یہ بے رخی آکٹیویا کی کھلی توہین تھی آزردہ کرنے کے بجائے گھڑی دو گھڑی کے لئے وہ اسے ضرور دیکھنا چاہتا تھا مگر زندگی کی بیدرد مجبوریاں بری طرح حائل ہو گئیں یوں بھی طبعاً وہ ایک بے فکر چھوکرا تھا اور جب تک کسی خاص ہنگامے کا خدشہ نہ ہوتا ان باتوں کی چنداں پروانہ کرتا تھا جی بہلانے کے لئے قلوپطرہ موجود ہی تھی۔

فلویا کی جلو میں ایسے مواقع پر تین ہزار سوار ہوتے تھے

ان واقعات سے قلوپطرہ کو سخت خلجان ہوا جب آکٹیویا کے آنے کی خبر سنی تو یہ خدشہ ہوا تھا کہ اس سوکن کے آتے ہی انطونی پھر مجھ سے برگشتہ ہو جائے گا

اب انطونی کی یہ بے رخی دیکھ کر اور زیادہ پریشان ہوئی صاف اندازہ کر لیا کہ بہنوئی کی بے التفاتی اور بہن کی اس بے رخی کو آکٹیوین جنگ کا بہانہ بنا لے گا اس نازک موقع پر میڈیا اور پارتھیا کے جھگڑے میں پڑنا خطرناک ہے جس طرح بنے انطونی کو واپس اسکندریہ لے چلو آکٹیویا سے بھی نجات مل جائے گی اور پارتھیا کی مہم بھی ملتوی ہو جائے گی مگر انطونی ایک پٹے ہوئے لڑکے کی طرح جو اپنے حریف سے الجھنے کے لئے بے تاب ہو، شاہ پارتھیا سے لوہا لینے پر تلا ہوا تھا حالات بھی سازگار تھے شاہ میڈیا اس کا حلیف تھا ہی اب شاہ آرمینیا بھی راہ راست پر آ گیا تھا اور اظہار اطاعت کے لئے انطونی کے خرو سال بیٹے الیگزنڈر ہیلوس سے اپنی بیٹی کی منگنی کر چکا تھا بایں ہمہ **قلوپطرہ** اس مہم کے بجائے اپنے بیٹے کے حریف یعنی آکیٹوین سے جنگ کرنے کی فکر میں تھی اس نے انطونی کو اسکندریہ لے جانے کی کوشش میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔

پلوٹارک کا بیان ہے کہ انطونی کو اس مہم سے روکنے کے لئے **قلوپطرہ** نے تمام نسوانی حربے استعمال کئے۔ غذا کم کر کے اپنا بدن لاغر کر لیا اکثر کہا کرتی کہ میں تمہاری جدائی میں جیتی نہ بچوں گی وہ کمرے میں داخل ہوتا تو دیوانوں کی طرح ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی جانے لگتا تو غش ہو ہو جاتی اکثر اس کے سامنے زار زار روتی اور اسے دیکھتے ہی منہ پلیر کر آنسو پونچھنے لگتی گویا اپنا غم ظاہر کر کے اسے غمگین بنانا نہیں چاہتی اس کے ہالی موالی بھی انطونی کو ملامت کیا کرتے کہ جس عورت کی زندگی کا انحصار تم پر ہے اس سے اتنی سنگدلی اچھی

نہیں وہ کئی ملکوں کی ملکہ ہے مگر تمہاری کنیزوں کو فخر سمجھتی ہے تمہارے فراق میں زندہ نہ رہے گی۔

آخر انطونی نے پارتھیا کی مہم سے ہاتھ اٹھالیا قلوپطرہ نے جو کچھ ٹھیک تھا نا عاقبت اندیش انطونی اپنی بیوی کی اہانت کرنے کے باوجود پارتھیا کی جنگ میں پھنسنے کے لئے تیار اور یہ سمجھنے سے قطعاً غافل تھا کہ آکٹیوین اس توہین کے بعد خاموش نہ رہے گا قلوپطرہ کو انطونی سے بس اتنا ہی لگاؤ تھا جتنا اسے اس سے پھر بھی اس کی امیدوں کا مدار انطونی کی ذات پر تھا اور اس کی یہ رائے بہت صائب تھی کہ تمام منصوبے چھوڑ کر خاموشی سے روپیہ اور سامان جنگ جمع کیا جائے تاکہ جس قدر جلد ممکن ہو آکٹیوین سے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔

بادل ناخواستہ انطونی اسکندریہ آیا جاڑے کا موسم گزرا اور اپنے وسیع ممالک محروسہ کا انتظام کیا اگلے سال یعنی 34 ق م کی بہار میں آرمینیا اور میڈیا سے تعلقات مستحکم کرنے کے لئے شام پہنچا اور آرمینیا کو حکم بھیجا کہ پارتھیا کے متعلق چند امور مشورہ طلب ہیں آکر مجھ سے ملو شاہ آرمینیا پچھلے سال شارہ پارتھیا سے سازباز کرتا رہا تھا سمجھتا تھا کہ انطونی کے ہاتھ میں پڑا اور دغابازی کا خمیازہ اٹھایا غرض وہ نہ آیا انطونی تیزی سے اس کے ملک میں داخل ہوا بادشاہ کو گرفتار کر کے اعلان کر دیا کہ آج سے آرمینیا حکومت روم کا ایک صوبہ ہے خزانے پر قبضہ کر لیا اور سارے ملک کو تاراج کر ڈالا سپاہیوں نے لوٹ مار کا بازار ایسا گرم کیا کہ اناطس دیوی کے مندر تک کی حرمت اٹھا دی اس دیوی کا

بت خالص سونے کا تھا اکھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور آپس میں بانٹ دیا۔

شام واپس آ کر انطونی نے شاہ میڈیا سے نامہ و پیام شروع کیا تعلقات استوار ہو گئے بادشاہ نے اپنی بیٹی ایوالپا کی شادی انطونی کے خرد سال لڑکے الیگزنڈر ہیلیوس سے کر دی اس بادشاہ کے کوئی لڑکا نہ تھا اس لئے بیٹی، داماد کو تخت و تاج کا وارث ٹھہرایا۔ انطونی یہ سب معاملات سلجھا کر بہ اطمینان اسکندریہ واپس آیا پھر بھی پلوٹارک ''آنے والی خانہ جنگی سے متفکر تھا۔''

بعض مصری بادشاہوں کی طرح انطونی نے یہ دستور بنا لیا تھا کہ جاڑ اسکندریہ میں گزارتا اور گرمیاں شام میں آج اکثر ملکوں میں یہی دستور ہے اس نقل و حرکت میں پورا دربار انطونی کے ساتھ ہوتا تھا۔

آکٹیویا نے روم واپس آ کر ساری داستان سنا دی تھی مگر آکٹیوین کے منع کرنے کے باوجود انطونی ہی کے مکان میں رہی اس خاتون کی شوہر پرستی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے آکٹیوین کو سمجھایا کہ تم میری وجہ سے انطونی کے ساتھ جھگڑا نہ کرنا۔ ورنہ دنیا کہے گی کہ دو عورتوں کے باعث (خود اور قلوپطرہ) لاکھوں آدمیوں کا خون بہ گیا پھر بھی یہ جھگڑا مٹنے والا نہ تھا انطونی کی نظر بھی واقعات کی رفتار پر تھی اب اسے احساس ہوا کہ فی الواقع اس نازک موقع پر قلوپطرہ نے مجھے پارتھیا کی مہم سے روک کر دانش مندی کا ثبوت دیا ہے۔

اکتوبر 34 ق م میں انطونی شام سے پلٹا اور فتح آرمینیا کا جشن اسکندریہ میں منایا جس سے سارے روم میں ہلچل سی مچ گئی آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا تھا

کہ کسی رومی جرنیل نے اپنی فتح کا جشن روم سے باہر کہیں اور منایا ہو ہر شخص کو احساس ہوا کہ انطونی اسکندریہ کو دارالحکومت نہ سہی مگر روم کا برابر کا حریف بنانا چاہتا ہے اس سے پہلے سنا گیا تھا کہ جولیس سیزر اسکندریہ کو دارالحکومت بنانے کا ارادہ رکھتا ہے جب تو نہ ہو سکا مگر اب انطونی نے یہ کر دکھایا ہر شخص سمجھ گیا کہ اس نے اسکندریہ کو وطن بنانے اور کم از کم اپنے مشرقی صوبوں کا دارالسلطنت بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

یہ واقعہ ہے کہ جہاں تک موزونی وسہولت کا تعلق ہے ایک عالمگیر حکومت کا دارالسلطنت بننے کے لئے روم کی نسبت اسکندریہ زیادہ موزوں شہر تھا ان دنوں روم کے مغربی مقبوضات یعنی وحشی ہسپانیہ، نومفتوحہ فرانس، غیر معروف جرمنی اور حقیر برطانیہ دولت وعظمت کے لحاظ سے مہذب متمول صوبوں کا پاسنگ بھی نہ تھے اس طرح روم اپنے اہم ترین مقبوضات کی انتہائی مغربی حد پر واقع تھا اس کے برعکس اسکندریہ کو مرکزی حیثیت حاصل تھی انطاکیہ اور طارصس جیسے شہر یہاں سے سات آٹھ سو میل کے فاصلے پر واقع تھے حالانکہ روم سے تہذیب وتمدن کے ان مرکزوں کا فاصلہ اس سے تگنا تھا اس طرح ایشیائے کوچک اور شام کے دوسرے شہر اور دیگر مقبوضات مثلاً رھوڈز، سلیشیا، پونطس، آرمینیا، لیشیا، گلیشیا، کریٹ، قبرص وغیرہ روم کی نسبت اسکندریہ سے قریب تر تھے اس کے علاوہ مشرق ومغرب کی تجارت کا یہ سنگم تہذیب وتمدن شائستگی، دولت مندی اور صحت کے نقطہ نظر سے بھی روم کی نسبت زیادہ ترقی

یافتہ تھا ان تمام باتوں کے پیش نظر انطونی کا یہ اقدام کچھ بیجا نہ تھا کہ اسکندریہ کو اپنا وطن یا دارالحکومت بنا کر جشن فتح بھی یہیں منائے مگر اس حرکت سے اہل روم کی آشفتگی بڑھ گئی۔

یہ جشن بہت شاندار تقریب تھی ہزاروں سپاہیوں کے درمیان ایک شاندار رتھ پر جسے چار سفید گھوڑے کھینچتے تھے، انطونی سوار تھا آگے آگے بدنصیب شاہ آرمینیا طلائی زنجیروں میں جکڑا اپنی ملکہ اور بیٹیوں سمیت پیدل چل رہا تھا رتھ کے پیچھے ہزاروں آرمینی اسیر تھے ان کے پیچھے مال غنیمت کے چھکڑے تھے مختلف ملکوں سے تہنیتی وفد سنہری تاج انطونی کو پیش کرنے کے لئے لائے تھے ان کے پیچھے لاتعداد رومی، مصری اور شامی سپاہی تھے۔

جشن کا جلوس، جو صبح دم چڑھتے سورج کی کرنوں میں قصر شاہی سے نکلا، لوچیاس کے عظیم پشتے سے بندرگاہ تک پھیلا ہوا تھا یہاں سے یہ چوک کی طرف بڑھتا۔ احاطہ شاہی کی پر شکوہ عمارتوں کے برابر سے گزرتا، شاہراہ قینوفص کے اس نقطے پر پہنچا ہاں پانیم کا کوہ پیکر ٹیلا نیلے آسمان کو چھوتا نظر آتا ہے یہاں سے یہ جلوس سڑک سڑک مغرب کی طرف بڑھا لاکھوں تماشائیوں کے ہجوم میں سیما یعنی شاہی مقبرے کو (جہاں سکندر اعظم کی ہڈیاں محفوظ ہیں) سیدھے ہاتھ پر چھوڑتا اکھاڑے اور عدالتوں کے سامنے سے گزرا جن کے سایہ دار برآمدوں میں سینکڑوں معزز اکابر نظارہ کرنے کے لئے کھڑے تھے دوسری طرف عجائب گھر کے برآمدے پروفیسروں، طالب علموں اور ان کے

گھر والوں سے بھرے ہوئے تھے جو یہ عالی شان منظر دیکھنے آئے تھے ذرا آگے بڑھ کر جلوس جنوب کی طرف شاہراہ صیر افص پر بڑھا یہاں تک کہ صیر افیم کا عالی شان مندر آ گیا یہاں قلوپطرہ اور اہل دربار ٹھہر گئے صیر افص دیوتا کے پجاری اور پجارنیں سڑک کے دونوں طرف اور مندر کی چڑھتی سیڑھیوں پر محو تماشا تھے۔

یہاں انطونی بھی اپنی شاندار رتھ سے اترا لاکھوں تماشائیوں کے نعروں اور نیزوں برداروں کے لچکتے نیزوں نے منظر کی شان و شکوہ اور بڑھا دی تھی اس طمطراق کو یہیں چھوڑ کر انطونی مندر کی سیڑھیوں پر چڑھتا قربان گاہ تک پہنچا اور جس طرح روم میں مشتری کے مندر پر بھینٹ دی جاتی تھی، یہاں بھی نیاز چڑھانے کا فریضہ انجام دیا اس کے بعد نیچے اتر کر اس نقرئی چوکی کی طرف بڑھا جہاں قلوپطرہ زہرہ کی پوشاک پہنے طلائی تخت پر جلوہ افروز تھی یہاں انطونی نے قلوپطرہ کے حضور میں ارطاوسدس شاہ آرمینیا کو اس کی ملکہ اور بیٹیوں سمیت پیش کیا جو دوپہر کی دھوپ، پیادہ پائی اور عوام کے طنز و استہزاء کے باعث بدحال ہو رہے تھے ارطاوسدس صاحب ذوق اور ذی علم آدمی تھا کئی اچھے ضزنیہ ڈرامے اس کے قلم سے نکل چکے تھے یہاں اسے حکم دیا گیا کہ قلوپطرہ کو دیوی کہہ کر سلام کرے گردن جھکا کر کورنش بجا لائے مگر اس منچلے نے صاف انکار کر دیا سپاہیوں نے سختی بھی کی مگر جھکنے کی بجائے سیدھا کھڑا رہا اور قلوپطرہ سے بات کرنے میں اس کا نام لے کر مخاطب کرتا رہا روم کا دستور تھا

کہ جشن فتح پر اسیر بادشاہوں کو قتل کر دیتے تھے قلوپطرہ سے اس صریحی گستاخی کے بعد تو قتل اور بھی یقینی تھا مگر بادشاہ کا پروقار طرز عمل انطونی اور قلوپطرہ کے دل میں کھب گیا! مناسب احترام سے سبھوں کی جان بخشی ہوئی اور بعد ازآں شاہی قیدیوں کی طرح اسکندریہ میں نظر بند رکھا گیا۔

جشن کے بعد کوئی تین بجے خوان لغمیا بچھا ضیافت کا سامان پھیلا اور اسکندریہ کا ہر شخص ضیافت میں شامل ہوا اس کے بعد اکھاڑے میں ایک اور تقریب منائی گئی ایک بڑے سے نقرہ پوش چبوترے پر دو بڑے اور چار چھوٹے طلائی تخت رکھے گئے جن پر انطونی، قلوپطرہ اور چاروں بچے متمکن ہوئے آداب ورسوم پورے کر کے انطونی عوام سے مخاطب ہوا اور ملکہ کو اور اس کے چاروں بچوں کو شاندار خطابات عطا کئے قلوپطرہ ملکہ عالم بنی اور سیزارین کو جو اس کا شریک حکومت تھا، شہنشاہ کا خطاب ملا یہ لڑکا جو عمر کی چودھویں منزل پر تھا اپنے باپ سیزر سے کمال مشابہ تھا معلوم نہیں کہ سیزر کے لخت جگر کو یہ خطاب دیتے وقت انطونی کے دل میں بیتے دنوں کی کتنی دلگداز یادیں آئی ہوں گی خود اپنے لڑکے ہیلیوس الیگزنڈر کو شاہ آرمینیا اور میڈیا کا خطاب دیا۔ کیونکہ اس لڑکے کے خسر یعنی شاہ میڈیا نے وعدہ کر لیا تھا کہ میرے بعد بیٹی، داماد تخت کے وارث ہوں گے آرمینیا و میڈیا کے ساتھ پارتھیا کی حکومت بھی شہری کو بخش دی گئی اور یہ وعدہ ہوا کہ ایک روز یہ ملک بھی فتح کر کے عملاً تمہیں دیا جائے گا۔

چھ سال کے اس بچے کی دھج دیکھنے کے قابل تھی آرمینائی لباس پہنے ہوئے تھا سر پر میڈیا کی دستار تھی جس کے لٹکتے ہوئے شملے نے گردن چھپا رکھی تھی جسم پر آستینوں والا شرٹ کا اور اس پر ایک ڈھیلا ڈھالا لبادہ تھا جس کی لہراتی پرشکن تہوں سے شان ٹپکتی تھی ٹانگوں میں شلوار تھی جو ایران میں عموماً پہنی جاتی ہے اس نوعمر شہزادے کی تو ام بہن یعنی قلوپطرہ سیلین کو سیرانیکا، لیبیا اور ساحل شمالی افریقہ کی حکومت بخشی گئی ننھا بطلیموس فونیشیا، شمالی شام اور سلیشیا کا تاجدار مقرر ہوا دو سال کا یہ ننھا بچہ اس موقع پر مقدونی لباس میں ملبوس تھا مقدونی لبادہ کاندھے پر، پاؤں میں بوٹ، سر پر ٹوپی کے ساتھ ننھا سا تاج، غرض سکندر اعظم کے جانشینوں کی سی سج دھج تھی تقریب کے خاتمے پر چاروں بچوں نے والدین کو فوجی سلام کے اس کے بعد مرا ایک کے گرد اس کے باڈی گارڈ کا دستہ حاضر ہوا یہ دستہ ان ملکوں کے سپاہیوں پر مشتمل تھا جو ہر بچے کی حکومت میں دیے گئے تھے اب کہ سورج کی ٹکیہ سمندر کے پانی میں ڈوب رہی تھی یہ شاہ کام شاہی گھرانا دن بھر کی جلال آفریں مصروفیت سے فارغ ہو کر قصر شاہی کی طرف پلٹا۔

اس تقریب کی یادگار میں سکوں پر سکہ ملکہ و شہزادگان شاہ نژاد کے الفاظ تھپے گئے شش سالہ الیگنڈر سیلیوس کا ایک روٹین مجسمہ بھی ڈھالا گیا جس میں اسے اپنی نئی مملکت کا قومی لباس پہنے دکھایا گیا تھا یہ مجسمہ حال ہی میں دریافت ہوا ہے اور غالباً اسی بچے کا ہے انطونی نے ان تمام واقعات کی تفصیل اور جنگ

آرمینیا کی روداد روم کے ایوان حکومت کو ارسال کی اور اپنے گماشتوں کو لکھ بھیجا کہ مذکورہ ملکوں کی حکومتوں میں جو ردو بدل میں نے کیا ہے حکومت روم سے اس کی باقاعدہ توثیق کرلیں روم میں ان خبروں سے سنسنی سی پھیل گئی اور طبقہ امرا انگشت بدنداں رہ گیا انطونی کے گماشتوں نے بڑی عقل مندی کی کہ رپورٹ کا پڑھنا ملتوی کر دیا مگر آکٹیوین اسے پڑھوانے کے درپے تھا غرض گماشتوں نے رپورٹ تو پڑھی مگر جا بجا مطالب میں ردو بدل کر کے فوراً سارے شہر میں یہ داستان پھیل گئی کہ انطونی نے مشرقی سلاطین کا طریقہ اختیار کرلیا ہے اور مے خواری وعیاشی میں غرق رہتا ہے قلوپطرہ کے خلاف مے خواری کا الزام لگانا مشکل تھا اس لیے یہ مشہور کیا گیا کہ پیتی تو ہے مگر یاقوت کی طلسمی انگوٹھی کی بدولت خمار سے محفوظ رہتی ہے!

بے شک انطونی ان دنوں بادہ ارغوانی میں غرق رہتا تھا آکٹیوین کی جنگ کے تردد نے اسے بدحواس کر رکھا تھا اور یہ بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ روم میں میری ہر دل عزیزی خطرے میں ہے غم غلط کرنے کے لئے شراب کا سہارا ڈھونڈتا تھا مگر قلوپطرہ جو بالطبع متین تھی، اس حرکت سے بیزار تھی اس کی ابتری دیکھ دیکھ کر کڑھتی تھی کہ جس شخص پر میری امیدوں کا انحصار ہے وہ اندھا دھند تباہی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

انطونی روز بروز اپنے رومی خصائل ترک کرتا جا رہا تھا اور بیشتر امور میں مشرقی سلاطین کا وتیرہ اختیار کر چکا تھا مگر قلوپطرہ کو اس سے چنداں بحث نہ تھی

وہ اپنے خاندان میں اس سے زیادہ شراب نوشی وتن آسانی کی مثالیں دیکھ چکی تھی اسے غم تھا تو یہ کہ انطونی اپنی مردانہ صلاحیتیں کھونے سے آنے والی جنگ کے لئے ناکارہ ہوتا جارہا ہے وہ متوفی جولیس سیزر کی مستعدی اور انطونی کی کاہلی کا موازنہ کرتی تو افسردہ ہو ہو جاتی انطونی نے مشرقی خصلتیں اختیار کر کے نئے ملکوں میں ہر دل عزیزی حاصل کر لی تھی مگر یہ کہنا پڑتا ہے کہ مردانگی و ہوش مندی سے بیگانہ ہوتا جارہا تھا فلورس ایک متعصب مورخ ہی مگر سچ لکھتا ہے کہ قلوپطرہ نے متوالے انطونی سے اپنی محبت کے صلے میں روم کی حکومت مانگی اور انطونی نے وعدہ کرلیا یہ کیا خوب! گویا روم کی حکومت پر قبضہ کرنا فتح پارتھیا سے بھی آسان تھا اس بدمست جنرل نے اپنے ملک اپنے قومی لباس، اپنے عہدے اپنی وردی، غرض ہر قابل فخر چیز کو بھلا کر روم کی عظمت کو بٹا لگا دیا کردار وفکر کی شرافت کو تج کر جاہ طلبی، عیاشی اور ہوسنا کی کا دیو بن کر رہ گیا سر پر طلائی تاج رکھا ہاتھ میں سنہری عصا سنبھالا اور کمر میں اصفہانی تلوار باندھ لی غرض اپنی معشوقہ (ملکہ) ہم سے سری کرنے کی دھن میں بادشاہی کا ٹھاٹھ پھیلا دیا۔

گزشتہ چند سال کے اندر شاہی قصر کی زیب و زینت میں چند در چند اضافہ ہو چکا تھا جس سے انطونی اس شاندار عمارت کا بڑا دالہ وشیدا تھا لیوکن کی تحریروں سے اس شاہی شبستان کی آرائش کا حال معلوم ہوتا ہے اس کی دیواریں اور ستون شفاف سنگ مرمر کے تھے چھت کے شہتیروں کے نیچے

سونے کی چھت گیریاں تھیں جن میں سنگ ساق اور عقیق سے پچی کاری کی گئی تھی فرش سنگ جراحت کا تھا کواڑ اور دروازے سراسر آبنوس کے تھے جن میں ہاتھی دانت کا استعمال بکثرت ہوا تھا دروازوں میں ہندوستان صدف اور زمرد کا جڑاؤ تھا فرنیچر میں سنگ نشیب اور عقیق جڑے ہوئے تھے کوچ اور کرسیاں جواہر نگار تھیں جن پر قرمزی رنگ کے جھل جھل کرتے زرتار بالاپوش پڑے تھے کمروں میں ہر جگہ قمر طلعت کنیزوں، زیبا شمائل لڑکوں کی ریل پیل تھی بعض سانولے سلونے بعض گورے چٹے مگر سب کے سب حسین خوبرو، ایتھوپیا والوں کے گھونگھر والے بال، فرانسیسی اور جرمنی کنیزوں کی سنہری زلفیں، غرض ایک پرستان کا سا عالم تھا ان کے انتخاب میں دولت بکھیرنے کے علاوہ اور بہت سی نزاکتیں ملحوظ رکھی گئی تھیں انطونی نے دو لڑکوں کو آٹھ آٹھ سو پونڈ کی قیمت پر خریدا تھا شکل وصورت اور قد وقامت کے اعتبار سے یہ دونوں توام بھائی معلوم ہوتے تھے مگر فی الواقع مختلف ملکوں کے تھے قلوپطرہ اس پرستان کی بکاولی سر سے پاؤں تک زیورات میں لدی، پری بنی پھرتی تھی چینی ریشم کی قبا میں سے جو مصری صناعوں کی نازک سوزن کاری نے جالی دار بنا دی تھی اس کا سینہ شفاف شیشے کی طرح جھلکتا تھا ہندوستان سے تجارت ترقی پر تھی اس لئے مشرق کے نازک، شبنمی زرتار ملبوسات سے سارا محل بھرا پڑا تھا مختلف ملکوں کی استعمال چیزیں اس کی کثرت سے محل میں جمع ہو گئی تھیں کہ یونانی یا مصری رنگ دب گیا تھا۔

مشرق کا مختار مطلق اس پرستان میں راجہ اندر کی طرح نشہ عیش وعشرت سے جھومتا پھرتا تھا نشہ کم ہوتا تو سیاسی تفکرات سامنے آجاتے مگر پھر سر درد و کیف کی پناہ میں سرخوشی کے گیت گانے لگتا۔ وہ اپنے آپ کو راجہ اندر بیکھس یا لیبر پطر کملا کر بیحد خوش ہوتا اور جس روز اس دیوتا کا جلوس نکلتا تو اسی کی طرح رتھ میں سوار ہو کر منظر عام پر آتا گلے میں پھولوں کے ہار ہوتے، ہاتھ میں سنہری عصا، سر پر طلائی تاج اوائے کج کلاہی سے رکھا ہوتا غرض دیوتاؤں کی سی شان سے مقدس رتھ میں بیٹھ کر شاہراہ قینوفص پر گشت کرتا اور اسکندریہ کے رنگین مزاج زن و مرد فرط سرور میں اس کے اردگرد خوب اچھلتے کودتے احاطہ شاہی میں اپنے نام پر ایک عالی شان مندر بھی تعمیر کروایا تھا جسے انقلاب روزگار نے بعد میں آکیٹوین کی درگاہ قرار دے کر سیزاریم کے نام سے مشہور کیا رنگینی کی حد یہ تھی کہ جب انطونی نے اپنے ایک دوست پلنیکس کورت البحر کا کردار ادا کرنے کا اعزاز بخشا تو وہ ایک دعوت میں عجیب شان سے وارد ہوا برہنہ جسم نیلی رنگت سے لپا ہوا تھا سر پر سمندری گھاس کا تاج تھا اور کمر میں ایک بڑی سی مچھلی کی دم بندھی ہوئی تھی۔

انطونی اپنے ذاتی وقار سے قطعاً بے پروا تھا اب کہ وہ مشرق کا مختار مطلق تھا اسے شاہی متانت و وقار کا خیال رکھنا لازم تھا مگر کیفیت یہ تھی کہ قلوپطرہ رتھ میں نکلتی تو یہ اکثر اس کی جلو میں پیدل چلتا اور حذم و حشم سے بے تکلف باتیں کرتا رہتا ایک مرتبہ ملکہ سے اکھاڑے کا مہتمم جیسے حقیر عہدے کی التجا کی ملکہ کی

ہم صحبتی کا اتنا دلدادہ ہو گیا تھا کہ ہر جگہ اس کے پیچھے پیچھے جاتا اور لوگ انگشت نمائی کرتے کبھی اس کی رتھ کے برابر میں گھوڑے پر چلتا اور سرکاری یا مذہبی رسوم انجام دیتا وہ دربار میں بیٹھی مقدمات کی سماعت کرتی تو اس کے پہلو میں بیٹھتا بعض دفعہ یہ تماشا بھی ہوا کہ منصف اعلیٰ کی حیثیت سے کسی الجھے ہوئے مقدمے کی سماعت کر رہا ہے کہ اتنے میں کھڑکی سے ملکہ کی رتھ نظر آئی پھر کیا تھا، کچھ کہے سنے بغیر دیوانہ وار اٹھا مقدمے کی کارروائی چھوڑ چھاڑ رتھ کے ساتھ ہو لیا اور محل تک پہنچا پولیس، مجرم، تماشائی سب منہ پھاڑے حیران ہیں کہ یہ کیا ہو گیا!

کچھ معلوم نہیں کہ اپنے بچوں سے انطونی کا کیا برتاؤ تھا گھریلو ماحول کا نقشہ کھینچنے کے لئے ہمیں واقعات نہیں ملتے ان دنوں سیزر کا لڑکا سیزارین انطونی کے دونوں تو ام بچے، تیسرا لڑکا بطلیموس اور انطیلس، جو فلویا کے بطن سے تھا سب کے سب محل میں تھے اندازہ یہ ہے کہ وہ ایک شفیق، خوش مزاج باپ تھا قصر شاہی میں جو دلچسپ گھریلو چہلیں ہوتی ہوں گی اگر وہ تاریخ میں محفوظ ہوتیں تو انطونی کی خانگی زندگی بہتر بنا کر پیش کرتیں اپنے البیلے پن کے باوجود انطونی قصر شاہی میں خانگی زندگی گزار رہا تھا قلوپطرہ اس کی بیاہتا بیوی تھی ان دنوں جب کبھی آکیٹوین نے انطونی کے کردار پر حملہ کیا ہے تو اس نے دوٹوک جواب دیا ہے کہ ''قلوپطرہ آج سے نہیں نو سال سے میری بیوی ہے تم اگر جلتے ہو تو محض اس لیے کہ میں ایک ملکہ کا شوہر ہوں'' انطونی کی شراب نوشی

اور طفلانہ اچھل کود قابل اعتراض سہی مگر اس کی خانگی زندگی کسی عنوان درخور ملامت نہیں وہ آکیٹوین جیسے سیاہ کار سے کہیں اچھا تھا واقعات شاہد ہیں کہ وہ اپنے دوستوں سے شہر کی نوخیز حسین عورتیں منگواتا اور یہ لوگ اس کے حسب خواہش معزز گھرانوں کی لڑکیاں اغوا کر کر کے اپنے فاسق آقا کو پیش کرتے تھے لانے سے پہلے وہ ان لڑکیوں کو عریاں کر کے ان کے حسن و جمال کا اندازہ کر لیتے تھے کہ آکیٹوین کے معیار حسن پر پوری اترتی ہیں یا نہیں۔

لاکلام قصر شاہی کی زندگی بڑی مسرفانہ تھی یہاں صبح سے شام تک ہن رہتا تھا ایک مرتبہ فلوطس نے جو انطیلس کے ساتھ کھانے پر شریک تھا ایک باتونی حریف کا ناطقہ بند کرنے کے لئے کچھ ایسا بیہودہ مگر چست آواز کسا کہ سب ہنس پڑے انطیلس بہت محظوظ ہوا اور کھانے کی میز جس پر سونے کا پتر چڑھا ہوا تھا، اسے بخش دی فلوطس نے یہ سمجھ کر کہ یہ نوعمر لڑکا اتنی بیش بہا چیزیں بخشنے کا حق نہیں رکھتا اسے قبول کرنے سے پہلو تہی کی اور اپنے گھر چلا گیا اتنے میں ایک دوست وہی میز لیے ہوئے آیا فلوطس نے پس و پیش کیا تو اس نے کہا ''تمہیں کیا ہوا ہے؟ انعام دینے والا انطونی کا لڑکا ہے جسے یہاں تک اختیار حاصل ہے کہ اگر یہ میز خالص سونے کی ہو تو بھی بے دریغ بخش دے۔'' قصر شاہی کے اللے تللوں کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے۔

34 ق م کا موسم سرما اسکندریہ میں بسر کرنے کے بعد اپریل 33 ق م میں انطونی گرمیاں گزارنے کے لئے شام چلا گیا خیال یہ تھا کہ شاہ میڈیا سے

تعلقات اور مستحکم کر لئے جائیں تا کہ آکٹیوین سے جنگ کے دوران میں پارتھیا کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ ہو اس سفر میں قلوپطرہ اس کے ساتھ نہ گئی جسے اس کی سرد مہری پر محمول کیا جا سکتا ہے انطونی آرمینیا پہنچا اور غالباً وہیں شاہ میڈیا سے ملاقات کر کے آرمینیا کا بڑا حصہ اسے اور چھوٹا حصہ شاہ پونطس کو عنایت کیا شاہ میڈیا نے اپنی بیٹی آیوطپا کو، جو الیگزنڈ ہیلیوس سے منسوب تھی، انطونی کے سپرد کر دیا تا کہ اسکندریہ میں مناسب تعلیم و تربیت حاصل کر سکے اس کے ساتھ روم کا وہ شاندار عقابی جھنڈا بھی واپس کیا جو 36 ق م کی لڑائی میں اس نے رومی فوجوں سے چھینا تھا علاوہ بریں اپنے تیر انداز سواروں کا وہ دستہ نذر کیا جس نے اس خونیں معرکے میں رومیوں کی صفیں تہ و بالا کر دی تھیں اس کے صلے میں انطونی نے بھی رومی جانبازوں کا ایک دستہ تحفتہً دیا۔

پارتھیا کے خطرے کا سدباب کر کے انطونی مصر واپس آیا شاہ میڈیا کی دختر جو اس کے ساتھ تھی خاندان شاہی میں ایک خوشگوار اضافہ بن گئی قلوپطرہ کو ادھر سے تو اطمینان ہوا مگر آکٹیوین کے ساتھ عنقریب ہونے والی جنگ کی خبریں سن کر متفکر ہوئی 33 ق م کے ساتھ اتحادی معاہدہ ختم ہونے والا تھا آکٹیوین نے ایوان حکومت میں انطونی کے خلاف نفرت کا طوفان برپا کر رکھا تھا انطونی کو آرمینیا کی حکومت میں یہ خبریں ملیں تو اسے ایک انتہائی فحش خط لکھ مارا جس کا اس نے بھی ایسا ہی جواب دیا انطونی نے اس پر یہ الزام لگائے تھے کہ تم نے سکیسٹس کی مہم کا مال غنیمت اور میرے دیے ہوئے ایک سو تیس جہاز اب تک

میرے حوالے نہیں کیے لیپڈس کے چھوڑے ہوئے افریقی مقبوضات بھی خود دبائے بیٹھے ہو حالانکہ نصف حصے کا میں مستحق ہوں علاوہ بریں اٹلی کی جاگیر تم نے اپنی فوج میں بانٹ دی ہے میرے سپاہیوں کے لئے ایک قطعہ بھی باقی نہیں چھوڑا آکٹیوین نے جواب دیا کہ جب تم آرمینیا اور مصر کا مال غنیمت مجھے دو گے میں بھی تمہارا حصہ ادا کروں گا رہی جاگیر کی تقسیم سو آرمینیا اور میڈیا زیر نگیں کر لینے کے بعد تمہارے سپاہیوں کو اٹلی کی جاگیروں کی کیا حاجت ہے آکٹیوین کا مصر کی طرف اس طرح اشارہ کرنا گویا مصر ایک خود مختار حکومت ہونے کے بجائے روم کا صوبہ ہے، قلوپطرہ کو خصوصیت سے ناگوار گزرا البتہ اس بات سے اطمینان ہوا کہ آکٹیوین کی طعنہ زنی کے جواب میں انطونی نے بہ شدومد صاف صاف لکھ دیا تھا کہ قلوپطرہ میری بیوی ہے۔

اب جنگ کا دیو چنگھاڑنے ہی کو تھا اور قلوپطرہ کے دل و دماغ میں ہیجان برپا تھا وہ انطونی کی بے فکر غیر مستعد روش سے اتنی بیزار رہنے لگی کہ انطونی نے اسکندریہ چھوڑ کر الفیسس کو اپنا مستقر بنانے کا فیصلہ کیا یہ سن کر قلوپطرہ ملائم پڑ گئی ابتر ختم ہوئی انطونی نے بھی اس کچوکے سے ہوش مندی اختیار کر لی چاروں طرف قاصد روانہ کر کے حکم بھیجا کہ سب سردار فوجیں لے کر آئیں قلوپطرہ کو بھی جنگی تیاریوں میں مدد دی غرض بحری بیڑا، بے شمار فوج۔۔۔۔اور سامان جنگ جمع کر کے، کیل کانٹے سے لیس ہو کر نومبر 33 ق م انطونی اور قلوپطرہ نے الفیسس کی طرف حرکت کی اہل اسکندریہ یہ دیکھ کر جوش طرب سے

مست ہو گئے کہ ان کی ملکہ، جو زہرہ دیوی کا ارضی مظہر ہے اس روم کی تسخیر کے لئے نکلی ہے جو چند سال قبل مصر کے آزاد وجود کو نگل لینے کی دھمکیاں دیتا تھا انہوں نے قلوپطرہ کو قسم کھاتے سنا تھا کہ میں سیزارین کو لے کر ایک دن رومۃ الکبریٰ کے تخت پر بیٹھوں گی آج ملکہ نے اس منصوبے کی تکمیل کے لئے جنبش کی ہے تماشائیوں میں بہت کم ایسے تھے جو آنے والی عظمت کے تصور سے بے خود نہ ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

All rights reserved.
©2002-2006

سولہ

انطونی کی طاقت کا زوال

شہر الفیسس کوہستان مسیحسن کے دامن میں دریائے کیسٹرس کے دہانے پر سمرنا سے کچھ جنوب کو واقع تھا یہ ایشیائے کوچک کے ساحل پر جزیرہ ساموس کے سامنے آباد تھا یونان کا جزیرہ نما اسے رومۃ الکبریٰ کی دراز دستی سے محفوظ کرتا تھا ڈائنا دیوی کے مشہور زمانہ مندر کے سبب اس شہر کی شہرت دور دور تھی یہ مندر سنگ مرمر کا تھا اور اس میں سرو و صنوبر کی لکڑی استعمال ہوئی تھی جس پر جا بجا سونے کے پتر چڑھے ہوئے تھے یہاں ڈائنا کو زہرہ کا مظہر سمجھا جاتا تھا، وہی زہرہ جس کا مظہر ہونے کی قلوپطرہ بھی مدعی تھی۔

قلوپطرہ نے اس جنگ کے لئے پوری تیاری کی تھی بے شمار سپاہی، ملاح، اور کاریگر اس کی جلو میں تھے خزانے اور چالیس لاکھ پونڈ کی رقم لائی تھی غلہ، کپڑا، ہتھیار اور سامان جنگ انبار و انبار اس کے علاوہ تھے دو سو جہازوں کا طاقتور بیڑا سمندر پر قبضہ رکھنے کا ضامن تھا۔ خود انطونی کا بیڑا کئی سو جہازوں پر مشتمل تھا یہ سب کے سب دریائے کیسٹرس کے دہانے پر جمع تھے شام، آرمینیا اور پونطس سے آنے والے جہازوں نے رسد کا تانتا باندھ دیا تھا مشرق کے بادشاہ یکے بعد دیگرے فوجیں لئے شہر میں داخل ہو رہے تھے رات دن

سڑکیں مسلح سپاہیوں کی چاپ اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے پڑی گونجتی تھیں ماریطینیا کا بادشاہ بوکس سلیشیا کا فرمان روا طارکوڈمیوطس، کپاڈوسیا کا تاجدار آرلیکس، اور ماجین، تھریس، گلیشیا وغیرہ کے ذی جاہ بادشاہ انطونی کی آواز پر لبیک کہہ کر حاضر ہوئے تھے تاکہ اس معرکے میں انطونی اور ملکہ کے لئے خدمات انجام دیں۔

میرے لئے یہ تصور بڑا دلچسپ ہے کہ کیا یہ زبردست تاجدار جو انطونی کے جھنڈے تلے لڑنے کے لئے جمع ہوئے تھے اس بات سے آگاہ تھے کہ ہم کس مقصد کے لئے جنگ کرنے آئے ہیں۔ وہ ایک ایسے شخص کی آواز پر جمع ہوئے تھے جو مدت سے ان کا شہنشاہ اور ان کے تخت و تاج کا مالک تھا۔ وہ اس کے فراخ دلانہ رویے سے مطمئن تھے ظاہر تھا کہ اگر اس معرکے میں یہ شخص شکست کھا جائے تو ان کے تخت و تاج خطرے میں پڑ جائیں گے انہیں یہ بھی احساس تھا کہ جنگ کے بعد ہمیں اپنی جاں نثاری کا نہایت اچھا صلہ ملے گا بایں ہمہ انطونی نے ہوش مندی سے کام لے کر یہ اعلان کیا تھا کہ میں روم کو ایک ظالم کے پنجے سے آزاد کرانے اور حقیقی جمہوریت قائم کرنے کے لئے میدان میں آیا ہوں وہ جولیس سیزر کا دردناک انجام دیکھ چکا تھا یہ حماقت کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ رومۃ الکبریٰ کی تاجداری کو جو اس کا نصب العین تھی، لوگوں پر ظاہر کر دے علاوہ بریں یہ راز افشاں کر دینے سے وہ اپنے بہت سے رومی ہوا خواہوں کو گنوا دیتا روم میں اب تک اس کے سینکڑوں حامی تھے جو انطونی کی

سادگی وفراخ دلی کے عاشق اور بے فیض آکٹیوین سے متنفر تھے ان کے علاوہ سینکڑوں ایسے تھے جو متوفی سیزر کے احترام میں انطونی کے طرفدار تھے کیونکہ وہ متوفی کے بیٹے سیزارین کا حامی وسرپرست تھا ان میں سے بعض نے یہ داستان مشہور کر دی تھی کہ سیزر نے پہلی وصیت میں آکٹیوین کو جانشین بنانے کے بعد دوسری وصیت نامے میں سیزارین کو اپنا جانشین ووارث قرار دیا تھا مگر بعد میں کلپورنیا نے یہ دستاویز تلف کر دی غرض بے شمار رومیوں کو یقین تھا کہ انطونی نے سیزر کی وصیت پوری کرنے اور غاصب آکٹیوین کو راستے سے ہٹانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے پھر بھی یہ تمام دلائل اس عظیم خونریزی کا جواز نہ تھے جو ہونے والی تھی اگرچہ ڈاین کیشیس نے جنگ کی وجہ یہی قرار دی تھی۔

مورخ چاہے کچھ فیصلہ کریں، یہ واقع ہے کہ انطونی نے الفیسس میں زمانہ بھر کی فوجیں جمع کرنے کا مقصد یہی بتایا تھا کہ میں متوفی سیزر کے لخت جگر کی حمایت کے لئے تیغ بکف ہوں اس کے ساتھ ساتھ ہر شخص کو یہ بھی نظر آ رہا تھا کہا نطونی کی اس جنگ میں ملکہ مصر برابر کی شریک ہے اور جب وہ فاتحانہ شان سے روم میں داخل ہوتو تو ملکہ اس کی بیاہتا بیوی ہے اس کے ہمراہ ہوگی ایسے موقع پر عوام فریبی ضروری تھی اس لئے انطونی نے بہ شدومد یہ اعلان کیا کہ مجھے تخت وتاج سے سروکار نہیں، میں تو جمہوریت کی بقا کے لئے میدان میں آیا ہوں انطونی کے اس اعلان پر کسی نے یقین کیا ہو یا نہ کیا ہو، اتنی بات ہر شخص کی سمجھ میں آتی تھی کہ وہ غاصب آکٹیوین کو روم سے نکالنے اور سیزر کے

جائز وارث سیزارین کو اس کا حق دلانے کے لئے اٹھا ہے رہی قلوپطرہ سو وہ روم میں داخل ہوتے وقت تاج شاہی سر سے اتار دے گی اور جب اپنی مملکت میں پہنچے گی تو دوبارہ پہن لے گی یہی تجویز سیزر کے متعلق سنی گئی تھی کہ وہ اٹلی میں تو نہیں مگر اٹلی سے باہر تاج پہننے کا مجاز ہوگا سب یہی سمجھتے تھے کہ انطونی رومۃ الکبریٰ کے تخت پر قبضہ کر کے سیزر کا یہ ورثہ اس کے بیٹے کے حوالے کر دے گا اور اس طرح جولیس سیزر کے شاہی خاندان کی بنیاد پڑے گی اگر یہ خیال نہ ہوتا تو روم میں انطونی کے حامی بہت کم رہ جاتے ہر شخص اس کے خلاف ہو جاتا اور یہی سمجھتا کہ وہ قلوپطرہ کو تخت روم پر بٹھانا چاہتا ہے اسی قلو پطرہ کو جس کے پیچھے جولیس سیزر مرگ ناگہاں سے دوچار ہوا اہل روم مطلق العنان شاہی سے بیزار تھے اگرچہ آکٹیوین کی نام نہاد جمہوریت محض ایک ڈھونگ تھی مگر رومیوں کی افتادمزاج کو کیا کیجئے وہ اس خالی خولی لفظ ہی سے خوش تھے وہ قلوپطرہ کا وجود بحیثیت ملکہ برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھے بلکہ صرف اعتبار سے کہ وہ سیزر کی بیوہ اور سیزارین کی والدہ ہے۔

چاروں طرف سے آنے والی فوجوں کا انبوہ جو انطونی کے جھنڈے تلے جمع ہوئی تھیں مختلف قوموں کے سپاہیوں پر مشتمل تھا رومی سپاہیوں کی انیس پلٹنیں تھیں، فرانس اور جرمنی کے کئی دستے تھے، متعدد رسالے مصر، سوڈان، عرب اور افریقہ کے تھے میڈیا کے خونخوار جنگجو، سخت کوش آرمینی بحیرہ اسود کے ساحلی باشندے جن کی نظروں سے خون ٹپکتا تھا، یہودی، یونانی، شامی، غرض

مختلف النوع لاتعداد سپاہیوں کے ہجوم نے از روئے شاہی کو میدان محشر کا نمونہ بنا دیا تھا شہر میں مختلف قوموں کے آدمی رنگا رنگ لباس پہنے، اپنے اپنے قومی اسلحہ سنبھالے، طرح طرح کی بولیاں بولتے، سڑکوں پر سے گزرتے، چشم فلک بوس نے مختلف قوموں کا اتنا عظیم اجتماع کبھی نہ دیکھا ہوگا قلوپطرہ یہ سوچ کر نسوانی غرور سے بے خود ہو جاتی ہو گی کہ سپاہیوں کا یہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر میرے چشم وابرو کے ایک اشارے پر جمع ہو گیا ہے یہ سچ ہے کہ وہ انطونی کے فرمان پر حاضر ہوئے تھے مگر دراصل ملکہ کے منصوبے پورے کرنے اسے رومۃ الکبریٰ کے تخت پر بٹھانے اور عملاً اس خواب کی تعبیر بتانے کے لئے آئے تھے جو ملکہ نے آج سے سولہ سال پہلے جولیس سیزر کی پر جوش آغوش محبت میں لیٹے ہوئے دیکھا تھا ان دنوں وہ مصر کی خود مختاری اور اپنے خاندان کی بقا کے لئے کوشاں تھی آج اتنے ممالک اس کے زیر نگیں تھے کہ فراعنہ قدیم نے ان کا تصور بھی نہ کیا تھا رومۃ الکبریٰ کی تاجداری اب کوئی دن کی بات تھی جس کے بعد اس خاندان جاہ وجلال کی معراج پر پہنچنے والا تھا نشہ کامرانی سے مست ہو کر اکثر تخت روم کی قسم کھا کر بات کرتی اور ماتحت بادشاہوں کے اجتماع میں ملکہ و دراں کی حیثیت سے جلوہ گر ہو کر احساس اقتدار کے سرور سے بیخود ہو جاتی۔

اپریل 32 ق م میں سینیٹ کے کوئی چار سو ارکان روم سے چل کر انطونی کے کیمپ میں داخل ہوئے انہوں نے بیان کیا کہ آکٹیوین نے سینٹ کے

اجلاس میں انطونی کی شدید مخالفت کر کے فرمان جاری کیا ہے کہ جو اس کے ہواخواہ ہوں وہ شہر سے نکل جائیں اس لئے ہم یہاں چلے آئے ہیں باقی آٹھ سو ارکان روم میں رہ گئے ہیں جن میں سے بعض آکٹوین کے حامی ہیں اور بعض نے غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کر لیا ہے ابھی اعلان جنگ نہیں ہوا تھا مگر یہ واقعہ اعلان جنگ سے کچھ کم نہ تھا۔

سینیٹ کے ارکان آئے اور نا اتفاقی وفساد کی چنگاریاں ساتھ لے کر آئے انہوں نے یہاں آ کر ملکہ کے اقتدار کا مشاہدہ کیا تو حیران رہ گئے انہیں ہرگز اندازہ نہ تھا کہ اس جنگ میں ملکہ عملی حصہ لے رہی ہے اب احساس ہوا کہ انطونی سے جو مشرق کا مطلق العنان فرمان روا اور ملکہ کا شوہر ہے، جمہوریت کے احیا کی امید رکھنا غلط ہے بعض نے بہت جلد ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ ملکہ کا پیش پیش رہنا معیوب ہے، وہ واپس چلی جائے ایک پرانے سپاہی ڈرمیشس نے جو نسلاً جمہوریت پرست تھا، ملکہ کے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور گفتگو میں ہمیشہ اس کا نام لیا کرتا آخر ایک روز اس نے واشگاف الفاظ میں انطونی سے کہہ دیا کہ ملکہ کو سمجھاؤ، مصر واپس چلی جائے اور وہاں واقعات کی رفتار دیکھتی رہے اس نے غالباً یہ اشارہ بھی کیا کہ کیمپ میں ملکہ کے موجود رہنے سے غلط فہمیاں پیدا ہونے کا قوی امکان ہے اور ممکن ہے کہ بہت سے رومی ہواخواہ انطونی سے پھر جائیں شاید یہ بھی سمجھایا کہ ملکہ سیزارین کے حق میں دست بردار ہو جائے جس کی حقداری کو سارا روم تسلیم کرتا

ہے انطونی نے اس مشورے کی معقولیت کا احساس کیا اور ملکہ سے کہا کہ تم اسکندریہ واپس چلی جاؤ وہ یہ سن کر سخت مضطرب ہوئی انطونی کے ایک معتبر مشیر سپلیبس کینیڈیس کو بہت کچھ دے دلا کر کہا کہ تم انطونی کو سمجھاؤ اس نے انطونی سے کہا کہ ملکہ کو ساتھ رکھنے میں کئی فائدے ہیں اس کی موجودگی میں بحری بیڑا جان توڑ کر لڑے گا۔ وقتاً فوقتاً دربار مصر سے حسب ضرورت روپیہ منگوایا جا سکے گا علاوہ بریں فکر و رائے کی اصابت میں ملکہ کسی مرد سے کم نہیں حکمرانی کی لیاقت اسے ورثے میں ملی ہے تمہارے ساتھ رہ کر بڑے بڑے معاملات کا انصرام بھی سیکھ گئی ہے غرض یہ منتر بڑا کارگر ثابت ہوا۔ ڈومیشس کی تجویز مسترد کر دی گئی

بایں ہمہ کیمپ میں قلوپطرہ کی موجودگی سے بڑے بڑے اختلافات پیدا ہو گئے بعض ارکان دو گروہوں میں بٹ گئے کچھ تو کاملاً انطونی کے ہمنوا رہے کچھ یہ کہنے لگے کہ آکٹوین سے صلح کر لینا انسب ہے تا کہ رومی سیاسیات قلوپطرہ کے اثر سے آزاد ہو جائیں ان صلح پسندوں کی تجویز سن کر قلوپطرہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی امیدوں کا سنہری محل اس طرح پاش پاش ہو جائے؟ وہ بھی ان چند سرکش ارکان کے اشارے پر جو اسے غیر ملکہ سمجھ کر رومی معاملات میں دخیل کرنا گوارا نہیں کرتے! تو یہ تصور حد درجہ جانکاہ تھا اسے احساس ہوا کہ انطونی اپنی جاہ و عظمت کی فکر میں ہے اور ذرا سی مصلحت کی خاطر مجھے دغا دینا چاہتا ہے جھلائی کہ میں نے ہی انطونی کو اولوالعزمی کی راہ دکھائی بفرض شناسی کا

سبق دیا، مہم میں بے دریغ روپیہ کھپا دیا اور اب وہی انطونی ان مفت خورے صلح پسندوں کی باتوں میں آ کر آکیٹوین سے مفاہمت پر مائل ہے ابھی کچھ عرصہ پہلے جب انطونی نے صلح کی گفت وشنید کی تھی تو قلوپطرہ اسے سیاسی داؤں پیچ سمجھ کر خاموش ہو رہی تھی اب سمجھی کہ غالباً انطونی صلح اور امن و عافیت کا طلب گار ہے تا کہ اطمینان سے شرابیں انڈھائے اور سیاہ مستی کی داد دے مگر اسے یہ گوارا نہ تھا آکیٹوین کے زندہ رہتے ہوئے اسے چین سے سانس لینا یا سیزارین کا حق حاصل کر لینا محال نظر آتا تھا اب اس کی ایک ہی آرزو تھی اور وہ یہ کہ سالہا سال کے سیاسی تلاطم کے بعد اس دشمن کا کھٹکا مٹا دے اور اطمینان کا سانس لے!

اب قلوپطرہ نے محسوس کیا کہ صلح کی کوششوں کو کالعدم کرنا سخت ضروری ہے تمام حوبوں سے مسلح ہو کر بھرپور وار کرنے کے لئے مستعد ہو گئی انطونی سے کہا کہ تم اپنی بیوی آکیٹویا کو کب تک لٹکائے رکھو گے۔ اسے تحریری طلاق دے کر آزاد کر دو مطلب یہ تھا کہ آکیٹوین کو اس طرح اتنا مشتعل کر دیا جائے کہ صلح کا امکان ہی باقی نہ رہے صلح پسندوں کے کان میں بھنک پڑی تو انہوں نے انطونی پر یہ زور دینا شروع کیا کہ آکیٹویا جیسی شوہر پرست بیوی کو کب تک الگ ڈالے رکھو گے۔ اس سے دل صاف کر لو انطونی غریب کی جان عجب کشمکش میں پھنسی ہوئی تھی دونوں طرف سے دن رات اتنی ترغیب وتردید ہوئی کہ سنتے سنتے کان پک گئے عاجز آ گیا قلوپطرہ کے دم سازوں کو اتنی

کامیابی ضرور ہوئی کہ انطونی نے اواخر اپریل میں الفیسیس سے بڑھ کر جزیرہ ساموس میں چھاؤنی چھائی۔ یہاں اس نے جنگ اور سیاست کے ہنگاموں سے جان چھڑا کر دو تین ہفتے داد عیش دی تمام ماتحت تاجداروں سے کہہ رکھا تھا کہ اپنے ساتھ چیدہ چیدہ گویے اداکار اور مسخرے بھی لائیں تا کہ کیمپ میں شمشیر دسناں کے ساتھ طاؤس و رباب کی جھنکار بھی موجود ہے چنانچہ ارباب نشاط کے سینکڑوں طائفے جزیرہ ساموس میں بادشاہوں کے سامنے اپنے اپنے فن کی داد دینے لگے قلوپطرہ جس کے خیالات سنجیدگی سے جنگ پر مرکوز تھے، اس خرافات میں پڑنے سے الگ رہی جزیرے کے مندروں میں دھڑا دھڑ نیازیں اور قربانیاں چڑھ رہی تھیں پلوٹارک کا بیان ہے کہ ان دنوں جب ساری دنیا بین الاقوامی جنگ کی آگ میں پڑنے کو تھی ہر ملک اپنے بہترین سورماؤں اور دولت کے چلے جانے سے سنسان پڑا تھا صرف جزیرہ ساموس ہی وہ جگہ تھی جو رباب و چنگ کی سریلی آوازوں سے گونج رہی تھی اور جہاں رقص و سرود کے ہنگامے گرم تھے لوگ سوچتے تھے کہ جب عیش و نشاط کا سارا سرمایہ ابھی سے لٹایا جا رہا ہے تو جشن فتح کے لئے کیا باقی رہے گا!

اواخر مئی میں اس لشکر نے جو سمندر کی طرح موجیں مارتا تھا، بحیرہ یونان عبور کر کے ایتھنز میں مقام کیا دربار ہوا ان دنوں قلوپطرہ کے دماغ میں غضب کا ہیجان تھا محسوس کرتی تھی کہ میری وجہ سے اختلافات رونما ہو گئے ہیں اور انطونی کے متعلق اطمینان نہیں کہ کب کس طرف ہو جائے دونوں میں خاصی بد

مزگی تھی اگر چہ انطونی کو قلوپطرہ کی دلدی پہلے سے زیادہ ملحوظ تھی بایں ہمہ دونوں میں خاصی جھڑپ ہو جاتی تھی قلوپطرہ کا مطالبہ تھا کہ آکٹیو کو طلاق دے دو اور آکٹوین سے جنگ شروع کر دو انطونی فیصلہ کن اقدام کرنے سے ہچکچا رہا تھا وہ ملکہ سے پکا وعدہ کر چکا تھا کہ روم فتح کرنے کے بعد بہت جلد بادشاہی قائم کر کے سیزارین کو تخت نشین کر دے گا اس کے بالمقابل رومی سینیٹ کے ارکان یہ بات اس کے دل نشیں کر رہے تھے کہ اہل روم تم سے جمہوریت کے احیا کی امید قائم کئے بیٹھے ہیں اگر انطونی میں عہد شباب کی سی چستی یا قوت ہوتی تو اس گتھی کو سلجھانے کی تدبیر سوچ لیتا مگر اب کسی صحیح فیصلے پر پہنچنے سے قاصر ہوتا عمر پچاس کے لگ بھگ ہو چکی تھی اور بلانشی نے صحت کے ساتھ قوت ارادی کو بھی برباد کر دیا تھا تھکی ہوئی عمر نے جوانی کا ہر جائی پن چھوڑ کر قلوپطرہ کو محبت کا مرکز بنا دیا تھا، اگر چہ وہ عمر سے اتر جانے کے باعث کچھ ایسی حسین نہ رہی تھی ہر بات میں اس سے رجوع کرتا، جھگڑا کر کے سخت پچتاتا اور جتنی وہ سرد مہری سے پیش آتی، زیادہ نیاز مندی کا اظہار کرتا اس کی چابک دستی اور ماہرانہ انصرام معاملات کو بہ نظر استحسان دیکھتا اور کوشش کرتا کہ کسی طرح اس کے دل میں اپنا سابقہ احترام قائم رکھ سکے مگر عبث قلوپطرہ جیسی حوصلہ مند عورت کو نیاز مندی سے نہیں بلکہ مردانہ عزم و قوت سے مطیع کیا جا سکتا تھا اسے یہ دیکھ دیکھ کر صدمہ ہوتا تھا کہ میں نے جس شخص کو اپنا محبوب و معتمد بنایا تھا وہ سرعت سے خواری و مذلت کے غار میں گرتا جا رہا ہے۔

انہیں پریشانیوں میں ایک اور اضافہ ہوا انیٹلس، جو فلویا کے بطن سے انطونی کا بیٹا تھا، ایتھنز آ پہنچا کچھ عرصہ روم رہ آیا تھا جہاں شوہر پرست آکٹیویا نے اس سے حقیقی ماں کا سا سلوک کیا تھا یہ نیک خاتون اپنے شوہر کے تمام بچوں سے فیاضی و شرافت کے ساتھ پیش آتی تھی انطونی کو بھی اس لڑکے سے بہت محبت تھی اور حالیہ جشن میں اسے حکومت عطا کی تھی رفتہ رفتہ یہ لڑکا سیزارین سے جس پر قلوپطرہ بیحد مہربان تھی، کچھ جلنے لگا یہ مفت کی خلش اور پیدا ہوئی۔

آخر اوائل جون میں ملکہ نے انطونی کو یہ فیصلہ کن اقدام کرنے پر مجبور کر دیا کہ آکٹیویا کو طلاق دے دو انطونی نے یہ معاملہ رومی ارکان کے سامنے پیش کیا تو بڑی لے دے ہوئی مگر وہی ہوا جو ہونا تھا انطونی نے روم کو قاصد بھیج کر آکٹیویا کو اپنے گھر سے نکل جانے کا حکم دیا یہ اقدام جنگ کا دیباچہ تھا قلوپطرہ کی ایک خلش تو اس طرح ختم ہوئی مگر چاروں طرف کھلبلی مچ گئی انطونی کے بہی خواہ گھبرائے ہوئے آئے کہ اس حرکت سے تمہارے بیشتر رومی طرفدار ساتھ چھوڑ بیٹھیں گے اور تمہیں قلوپطرہ کی زن مریدی کا طعنہ دیں گے انطونی اور کیا کر سکتا تھا اپنے رومی سپاہیوں کو جمع کر کے تقریر کی اور وعدہ کیا کہ فتح روم سے دو مہینے کے اندر جمہوریت قائم کر دوں گا۔

مگر اس تقریر نے قلوپطرہ کے زخموں پر نمک کا کام کیا۔ وہ اتنا تو سمجھتی تھی کہ ایسے وعدے وعید مصلحتاً اکثر کئے جاتے ہیں اور یہ ہماری شہنشاہی کے

منصوبوں میں حائل نہیں ہو سکتے مگر یہ تصور اسے شاق گزرا کہ جس ملک پر میں حکومت کرنے کی امیدیں باندھے ہوئے ہوں اس کے باشندوں کو جمہوریت کا چسکا بری طرح لگا ہوا ہے جن مقاصد کے لئے جنگ کرنی ہے خود ان میں تغیر آتا جا رہا ہے اب تک یہ اعلان تھا کہ غاصب آکٹیوین کو نکال کر جائز وارث سیزارین کو تخت نشین کیا جائے گا اب آزادی و جمہوریت کے نام کا سہارا ڈھونڈا جا رہا ہے۔

ملکہ کو اس برہمی کو انطونی نے سمجھا بجھا کر فرو کر دیا دراصل وہ ان دنوں جمہوریت کے بجائے شاہی کا آرزومند بلکہ اس سے بھی ایک منزل آگے یعنی الوہیت و تقدس کا تمنائی تھا اہل ایتھنز اسے اور قلوپطرہ کو دیوی دیوتا سمجھتے تھے وہ اس احترام سے خوش ہوتا تھا قلوپطرہ ان دنوں سیاہ و سفید کی مالک تھی اور اکثر مورخوں کی رائے ہے کہ وہ اس کی مٹھی میں تھا اہل ایتھنز اصل و نسل کے اعتبار سے قلوپطرہ کو ہم وطن سمجھتے اور اس کا بہت احترام کرتے تھے چنانچہ انہوں نے انطونی کے برابر میں ایک بت اس کا بھی نصب کر دیا تھا انہوں نے ایک وفد بھیج کر جس کا انطونی ایک معزز شہری کی حیثیت سے صدر تھا قلوپطرہ کو اعلیٰ ترین شہری اعزازات عطا کئے اسی شہر میں کچھ عرصہ پہلے آکٹیویا بھی رہ گئی تھی اور اہل شہر اس کا بھی احترام کرتے تھے مگر قلوپطرہ کی جلال آفرین شخصیت نے اس خاموش غمگین خاتون کی یاد کو دو دن میں محو کر دیا بادشاہوں اور شہزادوں کے مجمع میں وہ شاہانہ شان کے ساتھ ہر شخص سے اس کی زبان میں باتیں کرتی

بذلہ سنجی سے پھول بکھیرتی اور ضیافت ہو یا مجلس مشاورت ہر جگہ اپنی شخصیت سے چھا جاتی تھی۔

انطونی کو سینیٹ کے ارکان کے اختلاف سے ذرا سکون ملا تو پھر راگ رنگ کی سوجھی ایتھنز والوں سے اپنے آپ کو بیکس یا ڈائنی سس (راجہ اندر) کا ارضی منصر کہلانا شروع کر دیا بیکس ایک تہوار عنقریب منایا جانے والا تھا انطونی نے سارے شہر کے بڑھئی جمع کر لئے ان سے تھیٹر کی چوبی چھت تیار کرائی اسے ہری بھری شاخوں اور بیلوں سے آراستہ کیا ان میں بیسیوں ڈھول اور تنبورے آویزاں ہوئے۔ تہوار کے دن سب دوستوں کو ٹٹ کر بیچ میں بیکس دیوتا کی طرح صدر نشین ہوا۔ سہ پہر کے سورج کی تر بیت شعاعیں شاخوں میں سے گزر کر اس رنگیلے جنرل پر پڑ رہی تھی جو بے تحاشا شراب لنڈھا کر مجسم مستی بنا بیٹھا تھا اور ہزاروں شہری حیرت و استعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے رات ہوئی تو شہر میں چراغاں ہوا بے شمار مشعلوں اور شمعوں کی روشنی میں انطونی نے مندر کا رخ کیا جہاں اس کے دیوتا ہونے کا اعلان کیا گیا۔

ان دنوں انطونی اور قلوپطرہ نے متعدد ضیافتیں کیں جن میں انطونی کی طرف سے اکثر مٹرونگے پن اور بے تمیزی کا مظاہرہ ہوا ایک مرتبہ عین کھانے کے درمیان اٹھ کر قلوپطرہ کے پاؤں دابنے لگا یہ کام غلاموں کا تھا مگر کسی شرط میں ہار جانے کے باعث ایسا کیا جس سے اہل محفل حیران ہو گئے زبان خلق کا خیال اسے کبھی آتا ہی نہ تھا اور عمر کی اس منزل میں تو وہ بالکل ہی بے پروا ہو گیا

تھا اکثر ایسا ہوا کہ ماتحت بادشاہوں سے خطاب کر رہا ہے کہ اتنے میں قلوپطرہ کا کوئی تحریری پیغام آ گیا یہ آواز بلند اسے بھی پڑھ دیا ایک مرتبہ فورنیس نامی شیوا بیان مقرر اس کے سامنے کسی مقدمے کی پیروی میں تقریر کر رہا تھا اتنے میں دور سے ملکہ کی سواری نظر آ گئی انطونی نے مقدمہ، مقرر مجرم اور وکیل سب کو وہیں چھوڑا اور بے تحاشا اٹھ یہ جا وہ جا سب دیکھتے رہ گئے!

انہیں ایام میں ایک ایسا واقعہ ہوا جس سے انطونی کے حامیوں کو سخت تشویش ہوئی دو ممتاز درباری انطونی کے پاس سے بھاگ کر آکٹیوین سے جا ملے ایک تو ٹائی شس جا کا سکیٹس کی گرفتاری اور قتل کے سلسلے میں ذکر آ چکا ہے، دوسرا پلنیکس جس نے اسکندریہ میں رب ھجر کا روپ بھر کر بھری محفل میں برہنہ رقص کا مظاہرہ کیا تھا یہ شخص ذلیل ترین غلاموں سے بھی زیادہ کمینہ تھا اور ملکہ کی خوشامد میں لگا رہتا تھا ملکہ اس سے حقارتاً پیش آتی تھی جس کی تاب نہ لا کر یہ شخص بھاگ نکلا ان دونوں کو معلوم تھا کہ انطونی کا وصیت نامہ وسٹا مندر کی پجارنوں کے پاس ہے جاتے ہی یہ بات آکٹیوین سے لگا دی آکٹیوین فوراً مندر میں داخل ہوا دوشیزہ پجارنوں سے وصیت نامہ چھین لیا چند روز بعد سینیٹ کے اجلاس میں پڑھا ہر شخص مشتاق تھا کہ کوئی قابل اعتراض بات معلوم ہو مگر ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں صرف ایک فقرہ ایسا نکلا جس پر آکٹیوین نے بڑا اودھم مچایا اور وہ یہ تھا کہ

"میرے مرنے پر میری نعش کو حسب دستور چوک میں گشت

کرانے کے بعد اسکندریہ بھیج دیا جائے تاکہ وہاں میں قلوپطرہ کے پہلو میں دفن ہوں"

روم میں ان دونوں بھگوڑوں نے انطونی اور قلوپطرہ کے متعلق بیہودہ داستانیں کہنی شروع کر دیں قلوپطرہ خصوصاً لعنت ملامت کا نشانہ تھی کیونکہ اس نے منتر کے زور سے انطونی کو بس میں کر لیا تھا "پلینکس جیسے ذلیل لفنگے کو انطونی کے خلاف بس یہی ایک الزام ہاتھ آیا کہ وہ ملکہ کا والہ وشیدا ہے اس کے پاؤں دابتا ہے دن رات شراب میں غرق رہتا ہے جب ملکہ اپنی طلسمی انگوٹھی کی بدولت نشے سے محفوظ رہتی ہے قلوپطرہ کے خلاف یہ الزام تھا کہ اس نے انطونی سے کہہ سن کر شہر پرگام کی لائبریری حاصل کر لی ہے جس میں دو لاکھ نسخے ہیں غرض ان داستانوں کو نمک مرچ لگا کر ملکہ کی بدطینی کا اعلان کیا جاتا شہر میں مشہور ہو گیا کہ ملکہ روم فتح کر کے مصری مذہب رائج کرنا چاہتی ہے اور رومی پرچم کو سرنگوں کر کے مصری جھنڈا لہرانے کا خواب دیکھ رہی ہے۔"

انطونی کے رومی دوستوں نے ہوا بدلی ہوئی دیکھ کر ایک رفیق جیمی نیس کو ایتھنز دوڑایا اور اپنے سردار کو متنبہ کیا کہ حریف بہت جلد آپ کو روم کا دشمن غدار قرار دینے کی کوشش کر رہا ہے وہ بیچارہ یہاں پہنچا تو لوگوں نے اسے آکٹیویا کا فرستادہ سمجھا انطونی اور قلوپطرہ دونوں اس کے ساتھ سرد مہری سے پیش آئے محفل میں اسے دور بٹھاتے اور طنز و تمسخر کا نشانہ بنایا کرتے وہ کچھ دن تو تحمل سے یہ سب کچھ برداشت کرتا رہا مگر جب ایک روز قلوپطرہ کے سامنے

بدمست انطونی نے اس سے پوچھا کہ صاف صاف بتاؤ تم یہاں کس لئے آئے ہو تو اس سے نہ رہا گیا بولا کہ باقی باتیں تو پھر بتاؤں گا مگر ایک نقطہ ابھی سمجھ لو کہ اگر قلوپطرہ مصر واپس چلی جائے تو تمہارے معاملات ٹھیک ہو سکتے ہیں اس پر انطونی غضبناک ہو گیا مگر قلوپطرہ نے متانت سے بڑے دل خراش انداز میں یہ کہا کہ جیمی نیس تم نے بہت اچھا کیا کہ مار کھائے بغیر اپنا راز اگل دیا اگلے ہی دن یہ شخص خاموشی سے کھسک گیا اور روم واپس چلا گیا۔

اس کے بعد مارکس سلانس بھاگ کر آکٹیوین سے جاملا اور اس نے بھی روم میں قلوپطرہ کے اقتدار اور انطونی کی زن مریدی کے قصے پھیلائے اب آکٹیوین نے باقاعدہ اعلان جنگ کر دیا یہ اعلان انطونی کے نہیں بلکہ قلوپطرہ کے خلاف تھا اس اعلان کے رو سے انطونی کا عہدہ اور اختیارات بھی سلب کر لئے گئے کیونکہ اس نے یہ اختیارات ایک عورت کو سونپ رکھے تھے یہ بھی وضاحت کر دی کہ قلوپطرہ نے انطونی کو اتو کا گوشت کھلا کر اس کی عقل ماردی ہے ہم انطونی سے نہیں بلکہ قلوپطرہ اور اس کے خواجہ سراؤں سے جنگ کرنے اٹھے ہیں قلوپطرہ کو صاف اندازہ ہو گیا کہ میری موجودگی سے انطونی کو سخت نقصان پہنچنے والا ہے مگر یہ بھی معلوم تھا کہ ادھر میں مصر واپس گئی اور ادھر ضعیف الارادہ انطونی آکٹیوین سے ملا اعلان جنگ کے یہ الفاظ کہ ہم انطونی سے نہیں بلکہ ملکہ سے جنگ کرنے اٹھے ہیں، اس کے لئے خاصا بہانہ بن جائیں گے۔

انطونی نے جوابی کارروائی شروع کی دشمنوں نے اس کے خلاف روم میں

جو زہر پھیلایا تھا اس کے توڑ کے لئے بہت سے چرب زبان آدمی روم بھیجے تا کہ وہاں رائے عامہ کو اس کے موافق کریں ادھر جنگ کے لئے فوج کو ترتیب دیا جا رہا تھا یہ تھا کہ آکٹیوین خود بڑھ کر حملہ کرے اس میں دو مصلحتیں تھیں ایک تو یہ کہ آکٹیوین کے سپاہی یہاں پہنچتے پہنچتے بد دل ہو جائیں گے دوسرے یہ کہ ساحل ایتھنز پر قدم رکھنے سے پہلے ہی میرا طاقتور بحری بیڑا ان کے پرخچے اڑا دے گا علاوہ بریں جنگ کی وجہ سے ضروریات زندگی مہنگی نہیں بلکہ کمیاب ہو جائیں گی اور وہاں فاقہ کشی سے بد دلی پھیل جائے گی میرے لئے شام آرمینیا اور مصر سے خزانے اور رسد کے راستے کھلے رہیں گے واقعہ بھی یہی تھا ان دنوں اٹلی میں ایسی بد حالی پھیل گئی تھی کہ آکٹیوین کی فوج میں بغاوت کے آثار نمایاں ہو چلے تھے انطونی کو یقین تھا کہ لڑائی طول نہ کھینچے گی اس اطمینان پر شام، سیرین اور مصر میں جا بجا فوجیں چھوڑ آیا تھا جو بحیرہ روم کے مشرقی ساحل پر ادھر سے ادھر تک پھیلی پڑی تھیں یونان میں حاضر فوج یعنی ایک لاکھ پیدل سپاہی اور بارہ ہزار سوار جنگ کے لئے کافی سمجھے تھے کیونکہ آکٹیوین کی فوج اسی ہزار پیدل اور بارہ ہزار سوار پر مشتمل تھی اڑھائی سو جنگی جہاز اس کے علاوہ تھے۔

جاڑے کی آمد آمد پر انطونی نے یونان سے بڑھ کر سرمانی مستقر یعنی شہر پارے میں قیام کیا جو خلیج کورنتھ کے دہانے پر اٹلی سے دو سو میل ادھر واقع تھا بیڑے کو خلیج امبریشیا میں لنگر انداز کیا جو ذرا شمال کو بہت عمدہ قدرتی بندرگاہ تھی

یہاں سے اٹلی کی طرف سوا سو میل تک جہازوں کی چوکیاں قائم کر دیں جاڑے میں بحیرہ روم کی طوفان خیزی نے لڑائی کو ناممکن بنا دیا تھا اس عرصے میں دونوں حریفوں کے درمیان بڑا تلخ و تند تحریری ردو بدل ہوتا رہا سپاہیوں کی بد دلی اور رسد کی کمی کے باعث آکٹیوین نے گھبرا کر لکھا کہ کس بات کا انتظار ہے؟ اٹلی میں آ کر دو دو ہاتھ کر لو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے لشکر کو بہ اطمینان ساحل پر اتر جانے دوں گا اور صرف اس وقت سامنے آؤں گا جب تمہاری ساری فوج مرتب ہو جائے انطونی نے جواب دیا کہ فوجوں کو تباہ کرنے کی کیا ضرورت ہے آؤ ہم تو ہم دونوں ہی باہم نبٹ لیں یہ دعوت آکٹیوین نے مسترد کر دی اب انطونی نے پیغام بھیجا کہ میدان فارسیلیا میں آ کر قسمت آزمائی کر لو جہاں آج سے سولہ سال پہلے سیزر اور پومپی کی قسمت کا فیصلہ ہوا تھا آکٹیوین نے یہ پیشکش بھی نامنظور کی دونوں فوجیں اپنے اپنے کیمپ میں پڑی دور ہی سے ایک دوسرے کو گھورتی رہیں دو سو میل کا سمندر درمیان میں حائل تھا۔

اب آکٹیوین نے یہ پیغام بھیجا کہ سینیٹ کے وہ ارکان جو انطونی کے پاس چلے گئے ہیں اگر روم واپس آنا چاہیں تو میں اعزاز سے ان کی پذیرائی کروں گا اکثر نے بڑے اشتیاق سے یہ پیغام سنا اگرچہ کسی کو اس پر عمل کرنے کی جرأت نہ ہوئی ان میں بہت سے ایسے تھے جو انطونی کے رنگیلے پن سے ناخوش اور ملکہ کے اقتدار سے متنفر تھے اعلان جنگ کا یہ فقرہ کہ لڑائی انطونی سے

نہیں بلکہ قلوپطرہ سے ہے کام کر گیا ساتھ ساتھ یہ خبر بھی آئی کہ آکٹیوین نے لڑائی کا افتتاح ان رسموں سے کیا ہے جو غیر ملکی دشمنوں سے جنگ کرتے وقت ادا کی جاتی ہیں یعنی بیلونا دیوی کے مندر میں پجاری کا لباس پہن کر برچھی پھینکی ہے یہ اس بات کی علامت ہے کہ جنگ ایک غیر ملکہ حریف کے ساتھ ہے۔

اس اثنا میں خلیج امبریشیا سے ایسی پریشان کن خبریں آئیں کہ ان کا اخفا نا ممکن تھا موسم سرما میں رسد ختم ہو چکی تھی اور جہازوں کے ملاح طرح طرح کے امراض میں مبتلا تھے جس سے ایک تہائی نفری بالکل تباہ ہو گئی تھی اس کمی کی تلافی کے لئے انطونی نے اپنے سرداروں کو لکھا کہ جس طرح ہو سکے دور و نزدیک سے آدمیوں کو پکڑ پکڑ کر نفری پوری کرو انہوں نے آس پاس کے کسانوں، چرواہوں، لکڑہاروں حتیٰ کہ مسافروں کو پکڑ کر زبردستی جہازوں پر لاد دیا پھر بھی نہ کمی پوری ہوئی نہ یہ لوگ ملاحی فن سے واقف تھے کیمپ میں بڑی پریشانی پھیل گئی جاڑا ختم ہو رہا تھا اور جنگ سر پر آ رہی تھی مگر ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح اس ہنگامے سے جان چھڑا کر اپنے وطن پہنچ جائے!

جنگ کا پہلا وار آکٹیوین نے کیا اپنے دوست صادق مارکس ایگرپا کی ماتحتی میں ایک فوج جنوبی یونان بھیج دی جس نے آتے ہی میتھون پر قبضہ کر لیا اور بظاہر ادھر ادھر پھر کر بڑی فوج کی فرودگاہ کا بندوبست کرنے لگی انطونی فوراً ادھر متوجہ ہوا تاکہ ساحل پر قبضہ کر لے مگر جب وہ اس طرف مشغول تھا،

آکٹیوین نے خاموشی سے ساری فوج بمقام کورفوا اتار دی یہاں سے بڑھتا ملک کے اندر سے گزرتا خلیج ہمبریشیا پر خیمہ زن ہوا جس سے انطونی کا بد حال بیڑا خطرے میں پڑ گیا انطونی پوری سرعت سے مڑا اور خلیج کے دہانے والی راس ایکشیم پر پہنچا عین اس وقت آکٹیوین بھی راس کے شمالی سرے پر اترا انطونی نے حملے کے خوف سے فوراً اپنے جہازوں کو جنگی ترتیب میں آراستہ کیا جن پر ملاحوں کی کمی تھی، سپاہی بھیج دیے مگر آکٹیوین فوراً جنگ چھیڑنے سے باز رہا اب انطونی اطمینان سے بیٹھ گیا راس کے جنوبی حصے میں اردوئے معلیٰ قائم کیا چند دن بعد قلوپطرہ بھی آملی۔

☆☆☆☆☆☆

سترہ

جنگ ایکشیم اور مصر کو فرار

مورخ اس جنگ کی روداد بیان کرنے اور اس کے عجب وغریب واقعات کا تجزیہ کرنے میں حیران ہیں میں فیریرو کے ایجاد کردہ نظریات تسلیم کرنے سے قاصر ہوں دوسرے مورخوں سے بھی مجھے کامل اتفاق نہیں میں نے ان اوراق میں واقعات کو اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس طرح وہ میری دانست میں رونما ہوئے پھر بھی قارئین کو اجازت ہے کہ باقی کتاب کی طرح وہ اس داستان کے اس غم ناک ورق کو جرح وتنقید کی نظر سے دیکھ کر کسی فیصلے پر پہنچ جائیں۔

اول اول آکٹیوین نے انطونی سے قریب ہونے کی ضرورت ہی نہ سمجھی۔ اس نے خلیج کے دہانے سے کئی میل پیچھے قیام کیا۔ انطونی نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً اپنی فوج دہانے کے شمال میں بھیج دی آکٹیوین نے پھرتی سے بحیرہ آیونین تک مٹی کے اونچے اونچے پشتے قائم کروائے اور اس طرح اٹلی سے آنے والی رسد وغیرہ کا راستہ محفوظ کرلیا جہازوں کو اس طرح ترتیب دیا کہ خلیج امبریشیا کا دہانہ کاملاً اس کے قبضے میں آگیا ملاح بھی ماہر اور چابک دست تھے اس طرح انطونی کا بیڑا خلیج میں پھنس کر رہ گیا جس کے لئے باہر نکلنے کی

صرف یہ صورت تھی کہ ایک ایک قدم پر حریف کے جہازوں کی زد سہتا ہوا بڑھے۔ مگر ساتھ ساتھ آکٹیوین کی فوج بھی اونچے پشتوں کے اندر محصور ہو کر رہ گئی کیونکہ انطونی کا لشکر چاروں طرف گھیرا ڈالے پڑا تھا اس طرح دونوں حریف بے قابو ہو کر رہ گئے کسی نے بھی جنگ کا اقدام نہ کیا۔

ظاہر ہے کہ فیصلہ کن جنگ اسی صورت میں ہو سکتی تھی کہ یا تو انطونی اپنے پھنسے ہوئے بیڑے کو تمام خطرات کا ہدف بنا کر آگے بڑھائے اور اس طرح حریف کے جہازوں سے الجھتا الجھاتا جوں توں اس قید کو توڑ کر نکل جائے یا یہ کہ اپنی فوج ظفر موج کو پیچھے ہٹا لے تا کہ آکٹیوین پشتوں کی قید سے نکل کر کھلے میدان میں اس کا مقابلہ کر سکے انطونی کے اکثر جنرل اسی دوسری تجویز کے حق میں تھے مگر قلوپطرہ کی رائے یہ تھی کہ فوج میں مختلف قوموں کے آدمی ہیں، پیچھے ہٹنے کو کمزوری پر محمول کریں گے اور خواہ مخواہ فوج میں ہراس پھیل جائے گا اس کے برعکس یہی مناسب ہے کہ پوری نفری مہیا کر کے آکٹیوین کے بیڑے سے ٹکر لی جائے حریف کے بیڑے کو ہٹا دینے کے لئے تین سو جہاز کافی ہیں جو حریف کی سد سکندری توڑ کر باہر نکل جائیں گے اور اس بیڑے کو اسی طرح گھیر لیں گے جس طرح وہ ہمیں گھیرے ہوئے ہے غالباً ڈومیشس نے بہ شد و مد اس تجویز کی مخالفت کی چونکہ تاخیر سے کوئی خاص نقصان بھی ہونے والا نہ تھا اس لئے انطونی نے نقل و حرکت سے گریز کی۔

جون میں انطونی نے دشمن کا پانی بند کرنے کے لئے ایک رسالہ نامزد کیا

مگر اس تدبیر میں خاص کامیابی نہ ہوئی کچھ دنوں بعد ٹائی شس نے انطونی کے چند سواروں کو شکست دی اور ایگر پاٹ نے انطونی کے چند جہاز پکڑ لیے جو خلیج میں باہر گشت کرتے پھر رہے تھے یہ کامیابی بہت حقیر تھی مگر آکٹیوین نے فوراً بڑے اہتمام سے دارالسلطنت کو فتح نامے لکھ بھیجے جن میں تحریر کیا کہ میں نے انطونی کو خلیج کے اندر پھانس رکھا ہے ساتھ ساتھ یونان میں آدمی پھیلا دیے جنہوں نے باشندوں کو انطونی کی طرف سے بد دل کرنے کی کوشش کی اس مقصد میں کچھ کامیابی بھی ہوئی۔

بات کچھ بھی نہ تھی مگر اس فال بد سے انطونی کو خاصا جھٹکا لگا فوج میں بھی کچھ بد دلی پھیلی اس سے پہلے بھی کئی بدشگونیاں واقع ہو چکی تھیں ایک مصری نجومی نے یہ پیش گوئی کی کہ آکٹیوین کی تدبیر کے سامنے انطونی کی فراست مات کھا جائے گی قلوپطرہ کو بھی اندیشہ ہوا کہ دو سال سے انطونی کی فہم و فراست کو گھن لگ رہا ہے خدا خیر کرے ایتھنز سے خبر آئی کہ وہاں بڑے زور کی آندھی آئی جس سے بیکس دیوتا کا مجسمہ اکھڑ کر زمین پر گر پڑا (انطونی اسی دیوتا کا اوتار ہونے کا مدعی تھا) دو اور بت جن پر انطونی کے نام کندہ تھے اسی طوفان سے گر پڑے ابھی چند ماہ پہلے شہر پاڑے میں ہرقل کے مندر پر بجلی گر چکی تھی انہیں دنوں قصبہ لپسارم، جو انطونی نے ساحل اٹلی پر بسایا تھا، زلزلے سے زمین میں دھنس گیا ان کے علاوہ اور کئی بدشگونیاں ہو چکی تھیں جن سے قلوپطرہ سخت گھبرائی ہوئی تھی انطونی اور اس کے جرنیلوں سے اس کا مسلسل

اختلاف اسی اضطراب وتشویش کے سبب تھا جو اس کے اعصاب پر سوار تھے۔

اوائل اگست میں انطونی کے کیمپ میں جو نشیبی علاقے میں واقع تھا ملیریا پھیل گیا طریق جنگ کے متعلق بھی دوبارہ اختلاف اٹھا گرم مرطوب موسم نے ہر شخص کو تندمزاج بنا رکھا تھا ڈومیشس ڈپلیس، اینطس اور دوسرے مشیروں کی صلاح تھی کہ یہ کیمپ چھوڑ کر پیچھے ہٹ جاؤ تا کہ جب آکٹیوین اپنی فوج لے کر نکلے تو کھلے میدان میں گھمسان کا معرکہ ہو جائے قلوپطرہ غالباً اب بھی آکٹیوین کے بیڑے کو اپنے جہازوں سے ٹھوکر دینے پر راغب تھی اور تذبذب انطونی کو اسی طرف مائل کر رہی تھی خطرہ یقیناً تھا مگر خطرات کا ارتکاب جانباز ملکہ کی فطرت میں تھا سوچتی تھی کہ جانبازی وجرأت کا یہ سودا کچھ زیادہ مہنگا نہ پڑے گا تین سو جہاز آکٹیوین کے بیڑے کو ہٹا دینے اور انہیں محصور کر لینے کے لئے کافی ہیں حریف اپنے حصار میں قید ہو کر رہ جائے گا پھر اسے گرفتار کرنے کے بجائے اسی طرح ایک لاکھ سپاہیوں کے نرغے میں چھوڑ کر بیس تیس ہزار سپاہیوں سے روم پر قبضہ کر لیا جائے گا جو آج کل بالکل خالی پڑا ہے میں اور انطونی روم کے مختار ہوں گے اور حریف اس قید بے زنجیر میں پڑا ہوا فاقے کرتا کرتا گھٹنے ٹیک دے گا خشکی پر پیچھے ہٹنے کے بجائے صحیح طریقہ یہی ہے کہ یہیں ایک بحری معرکہ ہو جائے بس ایک بحری معرکہ اور روم ہماری مٹھی میں ہوگا۔

انطونی نے طاہا تو یہی مگر فوج کے جرنیل اس تجویز سے متفق نہ ہو سکے ان کی رائے میں یہ ارتکاب حد درجہ خطرناک تھا اسی بحث ومباحثہ میں پھر یہ سوال

اٹھا کہ اگر ملکہ روم میں انطونی کے ساتھ داخل ہوئی تو اہل شہر اسے برداشت نہ کریں گے بہتر یہی ہے کہ ملکہ مصر واپس چلی جائے اور واقعات کی رفتار پر نظر رکھے اس کا الگ رہنا ہی بہتر ہے انطونی کس منہ سے جمہوریت پرستی کا دعویٰ کر سکے گا جب شاہ زادہ ملکہ قلوپطرہ اس کی رفیقہ حیات کی حیثیت سے روم کے ایوان حکومت میں داخل ہوگی اگر ملکہ کہ جہاز آکٹیوین کے بیڑے کو توڑ دیں تو بھی یہی مناسب ہوگا کہ ملکہ جہازوں سمیت مصر واپس چلی جائے آکٹیوین کو بھی بہانہ سازی کا موقع نہ مل سکے گا ہماری فوج کا جمہوریت پسند عنصر بھی مطمئن ہو جائے گا غرض ایک طوفان مخالفت اٹھا سب یہی کہتے تھے کہ ''دشمن نے قلوپطرہ ہی کا بہانہ بنا کر سارے روم کو انطونی کے خلاف برانگیختہ کیا ہے ماتحت بادشاہ فوج کے جرنیل اور اکثر سردار قلوپطرہ کی بڑھی ہوئی طاقت سے جلتے ہیں اگر اسے واپس نہ بھیجا تو سارا کام بگڑ جائے گا''

انطونی نے ان تجاویز کی معقولیت تسلیم کی اور وعدہ کیا کہ ملکہ کو مصر واپس جانے پر راغب کروں گا اب تک کینڈلیس نے ہر موقع پر ملکہ کے موجود رہنے کی حمایت کی تھی مگر جب اس نے بھی یہی رائے دی تو انطونی مجبور ہو گیا اس نے ملکہ کو سمجھایا کہ فتح کی صورت صرف یہی ہے اس لئے میری خواہش ہے کہ تم واپس چلی جاؤ۔

اس حکم سے ملکہ غضبناک ہوگئی اسے انطونی پر جو رہا سہا اعتماد باقی تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ اسے یہاں تک شک گزرا کہ انطونی فتح کے بعد بھی میرے

منصوبے پورے نہ کرے گا انتہا یہ ہے کہ اسے فتح بھی مشکوک ومشتبہ نظر آنے لگی انطونی کے متعلق جتنا سوچتی تھی طیش میں آتی تھی'' مجھے امید نہیں کہ یہ شخص فتح کے بعد سیزارین کی حمایت کرے یا اس کا دل سوزسرپرست ثابت ہو سکے امید بھی کیونکر ہو سیزارین کے حق کے بجائے جمہوریت وآزادی جیسے عجیب و غریب عقیدوں کی خاطر جنگ کا نعرہ لگایا جارہا ہے۔''

قلوپطرہ کا غیظ وغضب کچھ بے جا نہ تھا انطونی جو کبھی مرد میدان، اولوالعزم جانباز جرنیل تھا اب ایک چلتا پھرتا سایہ ہو کر رہ گیا تھا بیکس دیوتا کا روپ دھارنے کی دھن میں بے تحاشا شراب نوشی کرنے سے اس کی صحت ہی نہیں بلکہ عزم وحوصلہ، عقل وفہم، فراست وفیصلہ سب برباد ہو چکے تھے۔۔۔۔ ملکہ ان تمام باتوں پر نظر کر کے میدان سے چلے جانے کو دیوانگی شمار کرتی تھی کہ'' میری پیٹھ مڑتے ہی یہ بے اصول شخص جمہوریت کی بقا کا وعدہ کر لے گا اور یہ رومی خبیث اس بدمست دیو کو اتنا ہوش نہ لینے دیں گے کہ شاہی خاندان کی بنیاد رکھنے کا تصور بھی کر سکے یہ تو دور کی باتیں ہیں کیا خبر کہ اپنے جرنیلوں کو مطمئن کرنے کی خاطر وہ ابھی مجھے طلاق دے دے میرے جہازوں اور مصر کی دولت سے جو کام لینا تھا لیا جا چکا ہے اب اس کی نظر میں میری اہمیت ہی کیا ہے؟ میں نے مانا کہ اسے مجھ سے محبت ہے میرے بغیر قرار نہیں مگر کیا معلوم جاہ طلبی کا جذبہ محبت پر غالب آجائے یہ خیالات تھے جنہوں نے اس کے دماغ میں ہیجان برپا کر رکھا تھا اس نے انطونی سے صاف کہہ دیا کہ میں یہاں سے

جانے والی نہیں انطونی بھی جو کچھ تو دل کے ہاتھوں مجبور تھا کچھ ملکہ کی طاقت کا احساس رکھتا تھا، خاموش ہو گیا اس طرح یہ تحریک دب گئی۔"

ملکہ سے مزید گفتگو کے بعد انطونی نے فیصلہ کیا کہ آکٹیوین کے بیڑے سے ٹکر لے اور ساتھ ساتھ اس کے کیمپ کا مکمل محاصرہ کر لے تا کہ حریف موت کے جال سے نکلنے نہ پائے۔ اس مقصد کے لئے اس نے اپنے بیڑے کی نفری پوری کی اور ڈیلیس اور المنیٹس کو سواروں کی بھرتی کے لئے تھریس بھیجا تا کہ رسالے کی طاقت اور بڑھ جائے قلوپطرہ نے یہ صلاح بھی دی کہ ہمارا کیمپ نشیبی زمین پر ہے جس سے ملیریا کا اندیشہ ہے مناسب ہو کہ فوج کو تین چار میل کے چکر سے راس کے شمالی سرے پر لے جا کر پڑاؤ کرائیں اس طرح آکٹیوین کا محاصرہ بھی ٹوٹ جائے گا ڈومیشس اب تک ہر بات میں ملکہ کی مخالفت کر رہا تھا اب جو سنا کہ ملکہ یہیں رہے گی اور اسی کی تجاویز پر عمل ہو گا تو تاب ضبط نہ رہی اس کیمپ میں رہنا تنگ معلوم ہوا چپکے سے ایک جہاز پر سوار ہوا اور آکٹیوین کے لشکر میں جا اترا وہاں پہنچ کر بہت جلد بخار میں مبتلا ہوا اور مر گیا آنے والی جنگ میں شریک ہونے یا اس کے نتائج سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہی نہ ملا۔

ڈومیشس کی بیوفائی سے انطونی کو سخت صدمہ پہنچا غالباً اس نے ملکہ کو جتا دیا کہ میرے افسروں کی غداری کا باعث محض تمہاری ذات ہے اس نے اب بڑی سختی سے ملکہ کو مصر چلے جانے کے لئے کہا مگر اس سے دونوں میں سخت

رنجش ہوگئی جو قیام یونان تک برابر قائم رہی ملکہ نے جانے سے صاف انکار کر دیا اور انطونی کو الزام دیا کہ تم میرے مفاد اور اپنے قول و قرار سے پھر گئے ہو سابقہ وعدے یاد دلائے اس وقت کا اشارہ کیا جب انطونی نے روم سے کٹ کر اس کا سہارا ڈھونڈا تھا یہ طعنہ بھی دیا کہ اب تمہیں میری بجائے ان چار سو وفادار رومی مشیروں کی زیادہ ضرورت ہے اچھا یوں ہی سہی تم ایک دفعہ پہلے بھی مجھ سے بیوفائی کر چکے ہو، ایک بار اور سہی۔

قلوپطرہ کی ناراضی، بدگمانی اور غمگینی سے انطونی کو بھی سخت ملال ہوا وہ اس کی بات مان لینے کو تیار تھا مگر اسی اثنا میں تین آدمی پھر کیمپ سے بھاگے ایک تو شاہ پغلا گونیا تھا جو قلوپطرہ کے اقتدار سے جل کر آکٹیوین سے جا ملا اور وہاں جا کر ادھر کا سارا کچا چٹھا سنا دیا دوسرا ایک رومی سینیٹر کوئنٹس پوسٹومس تھا تیسرا ایک عرب سردار موخر الذکر دونوں آدمی بھاگتے وقت پکڑے گئے اور انطونی نے غداروں کو عبرت دلانے کے لے ان دونوں کو بڑے عذابوں سے مارا۔ مگر اس سے کیا ہوتا تھا روز بروز آکٹیوین کا معاملہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا اور انطونی کو قلوپطرہ کی زن مریدی کے طعنے دیئے جاتے تھے آکٹیوین کے سپاہیوں کی خود اعتمادی بڑھتی جا رہی تھی بلکہ اب وہ کبھی کبھی دیدہ دلیری کا مظاہرہ بھی کر گزرتے ایک رات انطونی ایک افسر کو ساتھ لئے بندرگاہ کی طرف گیا دشمن کے سپاہی پشتے پر سے اتر کر خاموشی سے گھات میں بیٹھ گئے واپسی میں یہ دونوں ادھر سے گزرے تو وہ ان پر ٹوٹ پڑے انطونی کے

دھوکے میں وہ افسر تو پکڑا گیا مگر انطونی بھاگ کر بچ نکلا۔

واقعات کی اس رفتار سے مضطرب ہو کر انطونی نے ایک بار پھر ملکہ سے واپس چلے جانے کو کہا قلوپطرہ دن رات کی اس بک بک سے عاجز آ چکی تھی فرط غیظ میں کہہ دیا کہ اچھا یہی مرضی ہے تو میں جاتی ہوں اس فیصلے کے بعد جانے کی تیاری کرنے لگی مگر انطونی کو انتہائی غیظ آلود نظروں سے دیکھا روح کی عمیق نفرت اور دل کا طیش چہرے پر نمودار ہو گیا انطونی کو بھی ہراس ہوا کہ کہیں مجھے قتل نہ کرا دے دراصل یہ وہم انطونی کے دل پر ایسا چھایا کہ ایک مرتبہ دوستوں کے سامنے کہہ بیٹھا کہ ملکہ میرے قتل کی فکر میں ہے قلوپطرہ کو بھی خبر ہوئی اور اس نے اپنے طفل مزاج شوہر کو ناقابل فراموش سبق دینے کا فیصلہ کیا ایک رات کھانا کھانے کے بعد شراب کا جام بھرا اس میں سے دو چار گھونٹ خود پی کر جام شراب ادائے دلنوازی سے انطونی کی طرف بڑھا دیا انطونی فرط مسرت سے جام لبوں تک لے جانے ہی کو تھا کہ قلوپطرہ نے چوٹی میں سے چنبیلی کا ہار کھولا اور اظہار الفت کے لئے ہار کو شراب میں ڈبو کر نکال لیا انطونی نے جام لبوں سے لگایا ہی تھا کہ قلوپطرہ نے یکا یک اسے جھپٹ لیا اور بولی کہ شراب زہر آلود ہے انطونی حیرت سے بولا کہ اسی صراحی کی شراب تم نے بھی پی ہے زہر آلود ہونے کا کیا امکان ہے قلوپطرہ نے وضاحت کی کہ چنبیلی کا ہار جسے میں نے انداز دلربائی سے شراب میں ڈبویا تھا زہریلا ہے اور شراب فی الواقع زہر آلود ہو چکی ہے یہ کہہ کر انطونی کو سمجھایا کہ تمہیں ہلاک

کر دینا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی!

میرا خیال ہے کہ ان دنوں ملکہ کے دل میں غرور و نفرت کا تلاطم برپا تھا دن رات اسے یہی فکر کھائے جاتا تھا کہ انطونی مجھ سے غداری کر رہا ہے اور اب میرے ملک نیز میرے خاندان کا مستقبل خطرے میں ہے اس کے دل میں ہزاروں خیالات درہم برہم ہوتے رہتے تھے مگر انطونی اس کی خاموشی و عزلت گزینی کو نفرت و حقارت پر محمول کر کے انتہائی غمناک رہتا تھا اپنے سابقہ فیصلے یعنی قلوپطرہ کی روانگی کو منسوخ کر دینا مشکل تھا کیونکہ وہ لشکر کے جرنیلوں کو اپنے منصوبے سے آگاہ کر چکا تھا جہاں تک میرا اندازہ ہے، ان سرداروں اور انطونی اور قلوپطرہ کے مابین یہ تجویز طے ہو چکی تھی کہ آکٹیوین کے لشکر کا مکمل محاصرہ کر کے فوج کے چیدہ چیدہ جانبازوں کو بیڑے پر سوار کیا جائے اور حریف پر بیک وقت خشکی اور سمندر سے حملہ کر کے اس کی طاقت برباد کر دی جائے عین اس وقت قلوپطرہ اپنا بیڑا لے کر مصر کو روانہ ہو جائے اور انطونی تنہا فتح و ظفر کے پرچم اڑاتا روم میں داخل ہو۔

میری دانست میں پیچ در پیچ مشکلات کا واحد حل یہی تھا لشکر پر تسلط قائم رکھنے، مصری اقتدار سے نجات پانے اور صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کی یہی ایک ترکیب تھی کہ ملکہ کو اس کے بیڑے سمیت رخصت کر دیا جائے اگر ملکہ کو ایشیائے کوچک کے راستے بھیجا جاتا تو ممکن تھا کہ لوگ اس سفر کو پسپائی یا

ہزیمت سمجھتے اور تمام زیر دست ممالک میں بغاوت پھیل جاتی۔ علاوہ بریں مصری بیڑا خلیج امبریشیا میں پڑا رہ جاتا اور لشکر کے مفسدہ پرواز شور مچاتے کہ ہم ملکہ کے چلے جانے کے باوجود مصر کے غلام ہیں اس کے سوا کوئی اور چارہ کار نہ تھا کہ انطونی اور قلوپطرہ کا متحدہ بیڑا حریف کے بیڑے سے ٹکر لے کر اس قید بے زنجیر سے آزاد ہو جائے ملکہ کے دل میں جو ایک فیصلہ کن بحری جنگ کا ارمان ہے وہ بھر نکل جائے رومی جمہوریت پسندوں کی ضد بھی پوری ہو جائے گی کہ ملکہ اپنا بیڑا لے کر مصر چلی گئی اور اب ہم غیر ملکی اقتدار یا اثر سے بالکل آزاد ہیں۔

غرض اس فیصلے کے مطابق انطونی نے اعلان کر دیا کہ 29 اگست کو بحری حملہ ہوگا البتہ یہ بات کہ فتح ہوتے ہی ملکہ اپنا بیڑا لے کر مصر روانہ ہو جائے گی عوام سے مخفی رکھی گئی صرف چند افسر اس منصوبے سے آگاہ تھے بیڑا آراستہ ہوا بہت سے جہاز جو سامان سے لیس نہ تھے یا جن کا عملہ کم تھا جلا دیے گئے کیونکہ اندیشہ تھا کہ یہ حریف کے ہاتھ میں جا پڑیں گے ساڑھے تین سو جہاز جن میں سے ساٹھ بہترین جنگی جہاز تھے اس خونیں معرکے کے لئے تیار ہوئے ملکہ کے ساٹھ جہاز جنہیں آکٹیوین کی ناکا بندی توڑنے کے بعد بحیرہ روم کو عبور کرنا تھا، بڑے بادبان کھولنے پر مجبور تھے مگر اس سے ایک لمبے سفر کی غمازی ہوتی تھی جس سے راز کھل جانے اور شبہات پیدا ہونے کا امکان تھا اس لئے سارے متحدہ بیڑے کے بادبان کھول دیے گئے اور انطونی کو یہ اعلان کرنا پڑا

کہ بڑے بادبان اس غرض سے چڑھائے گئے ہیں کہ دشمن کے شکست خوردہ بیڑے کا تعاقب کیا جا سکے دوسرا مرحلہ یہ تھا کہ قلوپطرہ کا ساز و سامان جواہرات اور طلائی اینٹیں خفیہ طور سے جہازوں پر لاد دیئے جائیں یہ کام بھی رات کی تاریکی میں انجام پا گیا اخفاء کا پورا اہتمام کیا گیا پھر بھی بعض اشخاص اصلی بات کی تہ تک پہنچ گئے۔

کئی جرنیل اس بحری جنگ کے خلاف تھے حالانکہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے قلوپطرہ اور اس کے بحری بیڑے کی روانگی کا مطالبہ کر کر کے انطونی کو اس خونریز بحری جنگ کا فیصلہ کرنے پر مجبور کیا تھا پیدل فوج کا سردار جوش اضطراب میں سینہ کھول کر سامنے آ گیا اور لڑائیوں کے زخموں کی طرف اشارہ کر کے یوں بولا ''اے جرنیل! ان زخموں اور میری خارا شگاف تلوار کی توہین نہ کر منچلے سپاہیوں کے دست و بازو کے بجائے کرم خوردہ لکڑیوں (جہازوں) پر بھروسا کرنے سے کیا فائدہ ہے میدان میں حریف سے دو دو ہاتھ ہونے دے اور اگر بحری جنگ اتنی ہی ضروری ہے تو اہل مصر فونیشیا کو بحری لڑائی کا حکم دے اور ہم سپاہیوں کو اجازت دے کہ میدان کارزار میں جاں نثاری کے جوہر دکھائیں'' انطونی کیا جواب دیتا، خاموش رہ گیا اور اسے ہاتھ کے اشارے سے صبر و تحمل کی فہمائش کی۔

28 اگست کو 22 ہزار سپاہی جن میں دو ہزار تیر انداز شامل تھے، جہازوں پر سوار ہوئے تا کہ۔۔۔۔ اگلی صبح جوانمردی کے جوہر دکھائیں یہ جہاز آکٹیوین

کے جہازوں سے بدر جہا بڑے تھے بعض پر چپواروں کے دس دس پرے تھے فتح یقینی معلوم ہوتی تھی آخر 29 اگست کی صبح طلوع ہوئی اور طوفان اس کی جلو میں آیا تلاطم کے مارے سمندر ابل رہا تھا اور سطح بحر پر اتنی ہلچل تھی کہ لڑائی کا امکان ہی نہ تھا چار دن تک جنگ ملتوی رہی تعطل کے یہ چار روز انتہائی صبر آزما تھے انطونی کے دو مشہور جرنیل یعنی ڈیلیس اور اینٹس کے اعصاب اس تعطل کی تاب نہ لا سکے اور کٹ کر آکٹیوین سے جا ملے ڈیلیس کو جنگ کا پورا نقشہ معلوم تھا جو اس نے آکٹیوین کو بتا دیا اینٹس نے یہ ستم کیا کہ خود تو گیا ہی مگر اپنے ساتھ رسالے کے دو ہزار سوار بھی لیتا گیا ڈیلیس نے بعد ازاں ایک مرتبہ بیان کیا کہ میرے بھاگ نکلنے کا باعث قلوپطرہ تھی جس کے اقتدار سے میں خائف تھا اور جسے میں یہ کہہ کر ناراض کر چکا تھا کہ ہمارے لشکر کا سامان رصد کم ہو چلا ہے۔

خدا خدا کر کے تعطل کا یہ دور ختم ہوا یکم ستمبر کو طوفان دھیما پڑ گیا اور شام کے وقت انطونی نے جہاز در جہاز گھوم گھوم کر لشکر کا دل بڑھایا ادھر آکٹیوین نے بھی جسے ڈیلیس سے سارا منصوبہ معلوم ہو چکا تھا، بیڑے کو آراستہ کیا اپنی بہترین فوج جہازوں پر سوار کی جو تعداد میں انطونی کے جہازوں سے کہیں زیادہ مگر نسبتاً چھوٹے تھے۔

2 ستمبر کی صبح پرسکون تھی آکٹیون کے جہاز خلیج امبریشیا کے دہانے پر چھ فرلانگ کے نیم دائرے میں قائم ہوئے جنہیں دونوں فوجیں دیکھ رہی تھیں

آکٹیوین نے اس بیڑے کے تین حصے کئے بائیں بازو کی کمان ایگریپا کے ہاتھ میں تھی قلب کا انتظام لوشیس آرنطینس کے سپرد تھا اور دایاں بازو خود آکٹیوین سنبھالے ہوئے تھا دوپہر کے قریب انطونی کے کوہ پیکر جہاز خلیج کی تنگ آبنائے سے نکلنے شروع ہوئے کارآزمودہ سپاہی اور قلعہ شکن منجنیق حریف کے ٹکڑے اڑا دینے کے ضامن تھے آکٹیوین نے آبنائے میں جنگ کرنا مناسب نہ سمجھا اپنے بیڑے کو کھلے سمندر میں نکال لے گیا اس طرح انطونی کے جہازوں کو اطمینان کے ساتھ آبنائے سے نکل کر قطاریں جمانے کا موقع مل گیا انطونی نے پھرتی سے بیڑے کو تین حصوں میں تقسیم کیا سوشیس کو آکٹیوین کے مقابلے پر مامور کیا مارکس کو لوشیس آرنطیس سے ٹکر لینے کا حکم دے اور خود اگریپا کے مقابل ہوا قلوپطرہ کے ساٹھ جہاز سب سے آخر میں خلیج سے نکلے اور قلب کے عقب میں قائم ہو گئے۔

انطونی نے قلوپطرہ کو سمجھا دیا تھا کہ تمہارے جہاز لڑائی میں مسلسل کمک پہنچائیں گے مگر فتح کا نقارہ بجتے ہی مصر کا راستہ اختیار کریں گے وہ چاہتا تھا کہ لڑائی ختم ہوتے ہی قلوپطرہ کے جہاز پر جا کر اسے الوداع کہے مگر اسی روز صبح کے وقت دونوں میں پھر تکرار ہو چکی تھی قلوپطرہ اپنی روانگی سے سخت آزردہ تھی انطونی سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ مجھے تم پر مطلق اعتبار نہیں، تم میری حمائت سے دست بردار ہو چکے ہو اور بیوفائی کے ساتھ بزدلی کا بھی ثبوت دے رہے ہو دیر تک اپنی بگڑی ہوئی قسمت کا رونا روتی رہی اور غالباً یہاں تک

کہ گزری کہ تم انتہائی ذلیل ہو اور میں اب کبھی تمہارا منہ نہ دیکھوں گی انطونی نے بھی ان دل آزار فقروں سے برہم ہو کر سخت وسست الفاظ کہے اور دونوں انتہائی غیظ وغضب کے عالم میں اپنے اپنے نشان کے جہازوں پر سوار ہو گئے مگر طفل مزاج انطونی جو ہمیشہ کر کے پچتاتا تھا اس رنجش کی تاب نہ لا سکا بادل ناخواستہ جنگ کی تکمیل میں مشغول ہوا مگر دل میں یہی تمنا تھی کہ وقت رخصت اپنی محبوبہ سے عذر خواہی کرے اور اسے خوش وخرمی سے الوداع کہے محبوبہ سے جدائی اور وہ بھی اس دل شکن انداز کے ساتھ یہ تصور اس کے لئے حد درجہ شائق تھا قریب تھا کہ آبدیدہ ہو جائے مگر اس امید نے سہارا دیا کہ چند گھنٹے بعد فتح وفیروزی کی خوشخبری لے کر محبوبہ کے سامنے جائے گا تو دل صاف ہو جائیں گے بایں ہمہ اس کے دل میں قلق تھا وہی قلق جو ایک گرم جوشی نوجوانع اشق کو اپنی معشوقہ سے لڑنے کے بعد ہوا کرتا ہے۔

آخر انطونی کے کوہ پیکر جہازوں نے جنبش کی لڑائی کا آغاز ہوا اگریپا اس کے سامنے آیا اور یہ کوشش کی کہ اپنے چھوٹے جہازوں سے انطونی کے بائیں بازو کا محاصرہ کر لے اس کے بعد انطونی کا میمنہ اور میسرہ حریف سے الجھ گیا اور لڑائی کا بازار گرم ہو گیا دونوں بیڑوں کے جہازوں کو ایک دوسرے سے ٹکرانے کا حوصلہ ہی نہ ہوا انطونی کے دیو قامت جہاز سست رفتاری کے سبب آکٹیوین کے جہازوں کی ناک پر ٹکر دینے سے قاصر تھے خود آکٹیوین کے ہلکے پھلکے سبک رفتار جہاز بھی یہ جرأت نہ کر سکے کیونکہ انطونی کے آہن پوش چوبی

قلعوں سے ٹکر لیتے تو خود پاش پاش ہو جاتے غرض اس بحری لڑائی کا انداز میدانی جنگ کا سا تھا یا یوں سمجھو کہ قلعے کے محاصرے کا سا رنگ تھا کیونکہ انطونی کے ہر جہاز کو آکٹیوین کے تین تین چار چار جہاز گھیرے ہوئے تھے اور ان پر بھالچھیوں، نیزوں اور تلواروں سے حملہ کرنے کے علاوہ آتش گیر مادے بھی پھینکتے تھے انطونی کے قلعہ نما جہاز منجیقوں سے حریف کو جواب دے رہے تھے۔

جنگ کا ہنگامہ کامل خونریزی سے تین چار گھنٹے برپا رہا اور رفتہ رفتہ انطونی اور قلوپطرہ پر یہ ہولناک صداقت آشکارا ہونے لگی کہ حریف کے ہلکے پھلکے جہازوں کا پلہ بھاری ہے خود انطونی کا جہاز اس طرح گھیرے میں آ گیا تھا کہ وہ دیر تک مدافعت میں مشغول رہنے کے باعث کچھ اور سوچ ہی نہ سکا ہر لمحے کسی نہ کسی جہاز کے جل جانے، ڈوب جانے یا گرفتار ہو جانے کی خبروں سے اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا سمندر کے چپے چپے پر ہلاکت کا طوفان گرج رہا تھا ہتھیاروں کی جھنکار، سپاہیوں کے نعرے، زخمیوں کی چیخ پکار سے قیامت کا سا ہنگامہ برپا تھا اور مضطرب الحواس انطونی بار بار سوچتا تھا کہ کہیں بیڑے کی شکست کے بعد میری فوج غداری نہ کر بیٹھے قلوپطرہ کی بھی یہی حالت تھی اس کا جہاز بھی بری طرح نرغے میں آ گیا تھا جوں توں کر کے دشمن کے حلقے سے نکلی اپنے جہاز کو ذرا بہتر مقام پر حرکت دی اور ہنگامہ کارزار پر نظر ڈالی صاف معلوم ہو گیا کہ حریف غلبہ پا رہا ہے ہر لمحے ادھر کا کوئی نہ کوئی جہاز ڈوب جاتا

جل جاتا یا گرفتار ہو جاتا اور دشمن کی صفوں سے فتح وظفر کا ہمہ بلند ہوتا۔ اس کے مصری سپاہی اور ملاح رومیوں کی سی بے جگری سے نہیں لڑ رہے تھے، پھر بھی مصری بیڑے نے سخت نقصان اٹھایا اس نے یہ بھی دیکھا کہ انطونی کے نشان کا جہاز دشمن نے اس طرح گھیرے میں لے لیا ہے کہ اس کا مارا جانا یا گرفتار ہو جانا عجب نہیں اس خونریز ہولناک منظر نے اس کے اضطراب زدہ دل و دماغ پر ایسا غلبہ پایا کہ سابقہ فکرات اور مستقبل کے اندیشے ذہن سے یک قلم خارج ہو گئے روم کی فرماں روائی کا خیال مصر کا تخت وتاج بچانے کی آرزو انطونی سے سابقہ رنجشیں، اس کے کردار کی خامیاں، اس کی بیوفائی کے خیالات سب کے سب دماغ سے محو ہو گئے ان سب کی جگہ ایک واحد اٹل ہولناک اندیشہ سامنے آ گیا کہ آج غالباً انطونی کی زندگی کا خاتمہ ہے حریف کے ہاتھ سے اسے مہلت نہ ملے گی اس کی کمزوری اور بیوفائی کا سوال ختم ہو گیا اب سوال اس کی زندگی کا تھا جو یقینی خطرے میں تھی شکست اور بربادی کی تصویر نظر میں پھر گئی۔

بدنصیب قلوپطرہ اس وقت کیا سوچتی ہو گی؟ انطونی نے اسے بارہا چلے جانے کی ہدایت کی تھی دو دن پہلے یہ طے ہو چکا تھا کہ لڑائی کے خاتمے پر وہ اپنا بیڑا لے کر مصر چلی جائے گی یہ خاتمہ اب نظر کے سامنے تھا اگرچہ ایک مختلف اور غیر متوقع صورت میں یعنی فتح کے بجائے شکست کی شکل میں شوہر کے پہلو سے جدا ہو کر مصر جانا ذلت آمیز سہی مگر اب تک اسے یہ امید تھی کہ اس شرمناک خبر کو فتح وظفر کی خوشخبری کے دھاروں لی یہ قید بھی رخصت ہوئی اب

اسے میدان جنگ سے نہیں بلکہ اپنی آرزوؤں کے مقتل سے مصر واپس جانا تھا صرف اس امید سے کہ وہاں پہنچ کر میں اس شخص کے بارے آزاد ہو جاؤں گی جس کا وجود میرے مقاصد کی تکمیل کرنے کے بجائے میرے منصوبوں کی راہ میں حائل ہو رہا تھا!

شام ہو چکی تھی اگرچہ فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوا تھا مگر قلوپطرہ کے خستہ و درماندہ دماغ میں اپنے شوہر کی فتح یابی کی امید دم توڑ چکی تھی عین اس وقت ہوا کے تند جھونکے شمال سے یعنی آکٹیوین کے بیڑے کی طرف سے مصر کی سمت میں چلنے شروع ہوئے سمندر میں تلاطم برپا ہو گیا اور لہریں ملکہ کے جہاز سے ٹکرانے لگیں لڑائی کا ہنگامہ شدید تھا، شدید تر ہو گیا مجھے خیال آتا ہے کہ جب ہوا کے جھونکے ملکہ کے چہرے سے ٹکرائے ہوں گے وہ سمجھ گئی ہو گی کہ اب میری روانگی کا وقت آن پہنچا ہے مزید انتظار کی گنجائش نہیں انطونی غیظ و غضب کے عالم میں مجھے مصر چلے جانے کی ہدایت کر چکا ہے تاخیر کی ضرورت نہیں ممکن ہے کہ ایک گھنٹے بعد وہ گرفتار ہو جائے یا مارا جائے یہ بھی ممکن ہے کہ میں خود گرفتار ہو جاؤں اور ذلت سے روم کے بازاروں میں میری تشہیر کی جائے انطونی کے پہلو سے چمٹے رہنے اور اس کے ساتھ برباد ہونے سے کیا حاصل ایک شراب خور بیوفا شوہر کے ساتھ تباہ ہو جانے سے کیا فائدہ فوری تباہی کو دعوت دینے سے کیا نتیجہ؟ بہتر یہی ہے کہ ہلاکت و بربادی کے گرداب سے نکل کر مصر پہنچوں اور از سر نو اپنے خاندان کی بقا کا بندوبست کروں۔

یہ فیصلہ کر کے ملکہ نے اپنے جہازوں کو روانگی کا اشارہ دیا نشان کا جہاز پورے بلوبان تانے نبرد آزما بیڑوں کے عین درمیان سے نکلا اور مصر کے شکستہ وضرر رسیدہ جہاز اس کے پیچھے پہلے اس وقت انطونی کا جہاز بھی دشمن کے نرغے سے نکل چکا تھا اور وہ ملکہ کے بیڑے کو حرکت کرتا دیکھ رہا تھا اس دلسوز منظر نے انطونی کو بے قرار کر دیا جذبات کی یورش سے دماغ مفلوج ہو گیا غصہ، افسوس، ندامت و نا امیدی اور یاس وحرماں کے وفور نے قیامت ڈھا دی قلوپطرہ اسے اس کی قسمت پر چھوڑے جا رہی تھی اس بیچاری کا قصور بھی کیا تھا خود انطونی ہی نے تو اسے یہ حکم دیا تھا ہاں قلوپطرہ جا رہی تھی وقار، تمکنت، دل فریبی و دل نوازی کا مجسمہ قلوپطرہ کی دلکشی نے اسے مسحور کر لیا تھا، جس کا دلکش چہرہ وہ پھر کبھی نہ دیکھ سکے گا وہ نامرادی و ناکامی کا مقابلہ کرنے کے لئے تنہا رہ جائے گا قلوپطرہ کی ذات پر وہ کچھ عرصے سے اتنا تکیہ کرنے لگا تھا کہ اب جو اس کے جہازوں کو بحر بیکراں کی وسعت میں گم ہوتے دیکھا تو اس کے درماندہ دل و دماغ پر تنہائی کا خوف مسلط ہو گیا ساتھ ساتھ یہ تصور بھی حد درجہ شاق گزرا کہ اسے خدا حافظ کہے بغیر اس طرح رخصت ہو جانے دے کہ اس کے دل پر آخری نقش جو ہو وہ لطف ومحبت کے بجائے نفرت وعداوت کا ہو یہ تصور نا قابل برداشت تھا دبے ہوئے جذبات بھڑک اٹھے دل دیوانہ نے آواز دی کہ خواہ کچھ ہو، صلح ومعذرت کے دو لفظ، لطف ومحبت کی ایک نگاہ اس وقت ضروری ہے یہ درست ہے کہ میرا میدان جنگ سے اس طرح ہٹ جانا

غلط ہے مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے فتح کی امید پہلے ہی دم توڑ چکی ہے! اس کے مضطرب آشفتہ حال دماغ کو لڑائی میں کوئی امید افزا پہلو نظر ہی نہ آتا تھا نامرادی و ذلت کی تصویر نظر کے پیچھے پھر رہی تھی دل تقاضا کر رہا تھا کہ عقل و ہوش کی سلامتی منظور ہے تو تباہی و نامرادی کے اس گرداب سے جس قدر جلد کنارہ کر جاؤ بہتر ہے۔

پلوٹارک کا بیان ہے کہ اس مخمصے میں انطونی نے وہ غلط اقدام کیا جو سپہ سالاروں کے لئے باعث ننگ اور مردوں کے واسطے قابل افسوس ہے رشتہ در گردنم افگندہ دوست، شاعرانہ استعارہ ہے مگر اس روز یہی شاعرانہ تخیل حقیقت بن کر ظاہر ہوا یعنی جیسے ہی انطونی نے ملکہ کے بیڑے کو مصر کی جانب حرکت کرتے دیکھا، دیوانہ وار اس کے پیچھے چل پڑا اور ان لاکھوں جانبازوں کی طرف سے قطعاً غافل ہو گیا جو اس کی خاطر ہتھیلی پر سر رکھے مصروف جنگ تھے ایک سبک رفتار جہاز پر سوار ہوا اور پتان کو حکم دیا کہ انتہائی مسرت سے قلوپطرہ کا جہاز پکڑے صرف دو آدمیوں الیگزنڈر اور سیلیس کو ساتھ لیا یہ جہاز جس پر سواروں کے پانچ پرے تھے بہت جلد قلوپطرہ کے جہاز سے جا ملا اور ملکہ کو اطلاع ہو گئی کہ اس کا طفل مزاج شوہر لڑائی کا ہنگامہ چھوڑ چھاڑ کر اس کے پیچھے آ پہنچا ہے ملکہ کے جذبات کا اندازہ کرنا مشکل نہیں سمجھ گئی کہ میرے منہ موڑتے ہی جنگ کا نقشہ بدل گیا فتح و ظفر کی رہی سہی امید خاک میں مل گئی یہ تو معلوم تھا کہ انطونی مردانہ عزم و ہمت سے عاری ہو چکا ہے مگر قیامت یہ تھی کہ

وہ کسی طرح قلوپطرہ کا پیچھا چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا اپنے ساتھ اسے بھی لے ڈوبنے کا تہیہ کئے ہوئے تھا پھر بھی وہ اس بدنصیب بدحال شخص کی بیوی تھی اور اس سے بیوفائی کرنے پر تیار نہ ہوسکی جہاز کو روکا، انطونی کو جہاز پر آنے کا اشارہ دیا اور فرط رنج وغم میں یہ کہتی ہوئی خواب گاہ میں چلی گئی کہ میں انطونی سے ملنے یا بات کرنے کے لئے تیار نہیں بدنصیب انطونی جہاز پر آیا مگر یاس وحرماں کے ہاتھوں یہ کیفیت تھی کہ غم میں چور تھا نہ ملکہ کے پاس جانے کا خواہش مند تھا نہ اسے اپنے پاس بلانے کا متمنی جیسے کوئی نیند میں ہو، جہاز کے عرشے کی طرف چلا اور وہاں پہنچ کر گھٹنوں پر سر رکھ غم میں اس طرح کھو گیا کہ ایک لفظ نہ بول سکا۔

یوں کئی گھنٹے گزر گئے رات کا اندھیرا چھا چکا تھا کہ پیچھے سے کئی جہازوں کے چپوؤں کی آواز آئی ایک لمحے کے بعد اگلے جہاز کی ناک تاریکی میں چمکی ملکہ کے جہاز پر تلاطم سا برپا ہوگیا اور تعاقب کنندہ جہازوں سے نعرے بلند ہوئے اس ہنگامے سے انطونی بھی چونکا سوچنے لگا کہ ممکن ہے یہ جہاز جنگ کی تازہ خبر لائے ہوں کیا عجب ہے کہ لڑائی کا رنگ بدل گیا ہو اور شکست فتح میں تبدیل ہوگئی ہو یہ سوچ کر کپتان کو حکم دیا کہ جہاز کا رخ موڑ دے اور اگر تعاقب کرنے والے جہاز کسی اور نیت سے آئے ہوں تو ان سے جنگ کی تیاری کرے خود آگے بڑھ کر اونچی آواز سے پکارا کون ہے جو انطونی کے پیچھے لگا چلا آرہا ہے سیاہ پانی اور تاریکی کے پردے سے کسی نے جواب دیا میں ہوں

یورکلیز لیکاریز کا بیٹا اپنے مقتول باپ کا بدلہ لینے آ پہنچا ہوں لیکاریز ایک نجیب وشریف رئیس زادہ تھا مگر قزاقی کا پیشہ اختیار کر چکا تھا اس لئے انطونی نے اسے قتل کر دیا تھا اس کے بیٹے یورکلیز نے باپ کے انتقام کی قسم کھائی تھی وہ قہر و غضب کا مجسمہ بنا اپنے جہاز کے عرشے پر کھڑا تھا برچھی ہاتھ میں تھی جسے حریف پر پھینکنے کے لئے بے تاب تھا اس کا جہاز جو پوری رفتار سے بڑھا آتا تھا غلطی سے ایک مصری جہاز سے ٹکرا گیا اور ایسا ٹکرایا کہ پورا گھوم گیا ملکہ کا جہاز اس کے صدمے سے محفوظ رہا اور ہنگامہ و تاریکی میں بچ بچا کر نکل گیا دوسرا جہاز یورکلیز کے ہاتھ میں آیا اس پر ملکہ کے خزانے کی طلائی اینٹیں اور بیش قیمت ساز و سامان بار تھا جو سب یورکلیز نے ہتھیا لیا۔

یہ آفت ٹلی تو انطونی پھر جہاز کے اگلے حصے میں جا بیٹھا غم و الم کی شدت نے نیمس کر دیا تھا تین دن اسی حالت میں گزر گئے گھنٹے دو گھنٹے بعد سمندر کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ لیتا پھر غم و یاس میں ڈوب جاتا وہ اپنی حماقت سے خود کو بھی تباہ کر چکا تھا اور قلوپطرہ کے مستقبل کو بھی تعجب یہ تھا کہ اس نے اب تک اپنی نامراد زندگی کا خاتمہ کیوں نہ کر لیا آخر یونان کی انتہائی جنوبی بندرگاہ طیناروس آئی انطونی اسی طرح دم بخود بیٹھا رہا ملکہ کی خواصوں نے بہت کچھ کہہ سن کر اسے اس بات پر آمادہ کیا کہ انطونی کو اپنے پاس آنے اور بات چیت کرنے کا اذن دے بڑی مشکل سے ملکہ اس کے ساتھ کھانا کھانے اور شب باشی پر رضامند ہوئی نسوانی فطرت میں الفت و شفقت کا مادہ غالب ہوتا ہے بد

قسمت شوہر پر جو یاس و نامرادی کے ہاتھوں مجسم بیکسی بنا بیٹھا تھا رحم آ گیا، اور اسے ہر طرح تسلی دے کر دل جوئی کا حق ادا کیا۔

ڈاین کیشس کا بیان ہے (اگر چہ وہ خود ہی اس کی تردید کرتا ہے) کہ انطونی پہلے ہی ملکہ کے ساتھ مصر جانے کا فیصلہ کر چکا تھا فیریرو اور دوسرے مورخین کی رائے بھی یہی ہے مگر میں اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا میری دانست میں انطونی کا یہ اقدام محض وقتی جذبات کا نتیجہ تھا اگر دونوں کا یہی منصوبہ ہوتا تو لازم تھا کہ جب ملکہ کا خزانہ جہاز پر لادا گیا تھا تو انطونی بھی اپنا خزانہ ساتھ ساتھ لادد یتا مزید برآں اگر یہی منصوبہ ہوتا تو ملکہ کی یہ ناراضی کہ تین دن تک اس سے ہمکلام نہ ہوئی، ہرگز اس حد تک نہ بڑھتی۔

ملکہ یہاں لنگر انداز ہوئی ہی تھی کہ ایکشیم کے ہزیمت خوردہ جہاز داخل ہوئے جن پر بقیۃ السیف سپاہی سوار تھے ان سے معلوم ہوا کہ بحری بیڑا بالکل تباہ ہو گیا ہے جو جہاز سلامت رہے حریف کے قبضے میں چلے گئے اور کم و بیش پانچ ہزار آدمی اس خونیں معرکے میں کام آئے بایں ہمہ فوج ثابت قدم رہی اور فوراً ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار نہ ہوئی قلوپطرہ نے جس کی حوصلہ مندی کسی حد تک باقی تھی انطونی کو صلاح دی کہ شکست خوردہ فوج کے جتنے دستے سنبھالے جا سکیں کسی عنوان سنبھالنے کا بندوبست کرے اور مقدونیہ کے راستے ایشیائے کوچک میں اپنے قاصد دوڑائے، انطونی نے ایسا ہی کیا پھر ان تازہ واردوں کو سمجھایا کہ تم مجھے میری قسمت پر چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی سبیل کرو

انطونی اور قلوپطرہ نے ان لوگوں کو فراخ دلی سے روپے اور طلائی ظروف دیے تاکہ وہ اپنا اپنا فدیہ ادا کر کے آکٹیوین سے جان بچا سکیں انتونی نے کورنتھ میں اپنے نائب کو یہ حکم بھیج دیا کہ جب تک یہ لوگ آکٹیوین سے مفاہمت نہ کر لیں، وہ ان کی ہر طرح خبر گیری کرتا رہے پلوٹارک کا بیان ہے کہ اس شکست خوردہ دستے کے افسر غم زدہ انطونی کی شرافت سے سخت متاثر ہوئے انہوں نے اس کا عطا کردہ روپیہ اور طلائی نقرئی ظروف واپس کرنے چاہے مگر انطونی نے انہیں دلاسا دیا اور ایسی شفقت کا مظاہرہ کیا کہ وہ زار زار رونے لگے۔

یہاں سے ملکہ کے جہازوں نے مصر کا رخ کیا اور کئی دن بعد مصر کے ساحل پر بمقام پیرا ٹونیم لنگر انداز ہوئے جو اسکندریہ سے کوئی ڈیڑھ سو میل مغرب کی طرف چھوٹی سی بندرگاہ ہے یہاں ایک مختصر سا رومی دستہ رہتا تھا دنیائے دوں کا ستایا دل شکستہ انطونی یہیں منہ چھپائے رہنے کے لئے ٹھہر گیا مگر حوصلہ مند قلوپطرہ نے دارالسلطنت کی راہ لی تاکہ اپنی رعیت کو سنبھالے انطونی کئی ہفتے تک اسی ریگستانی چوکی میں مقیم رہا مٹی کی چند جھونپڑیاں، کھجور کے دو چار پودے اور ایک چھوٹی سی گڑھی یہ یہاں کی کل کائنات تھی ستمبر کی مرطوب گرمی نے اس سنسان مقام کی بے رنگ فضا میں افسردگی کا رنگ بھر دیا تھا ساحل کا یہ حصہ قطعاً بنجر ہے اس دھوپ سے تپتی بستی میں سناٹا راج کرتا ہے اداس میدان کی غم آلود فضا کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کبھی گرمی میں یہاں آئے ہوں خاموش ساحل پر لہروں کے طمانچے موت کے جرس کی

طرح گونجتے ہیں ساحل سے نظر ہٹتی ہے تو ریگستان کی وسعت میں گم ہوتے ہوتے تاریک افق تک پہنچتی ہے سر پر خشک بے نور آسمان ہوتا ہے جسے سورج کی تمازت نے مار مار کر بے رونق کر دیا ہے اس اداس یاس انگیز ماحول میں انطونی کئی ہفتے ٹھہرا رہا ہر روز ساحل پر گھومنے نکل جاتا دو جاں نثار ساتھ ہوتے ایک تو ارسٹوکریز جو ایک یونانی خطیب تھا دوسرا لوسی لیس یعنی وہ سورما جو جنگ فلپی میں بروٹس کا ساتھی تھا اور جس نے جاں نثاری کا حق ادا کر کے بروٹس کو بچ کر نکل جانے میں مدد دی تھی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے انطونی نے اس کی دلاوری کا احترام کرتے ہوئے اس کی جاں بخشی کی تھی اور یہ بھی مرتے دم تک اس کا وفادار رہا۔

آخر ایک روز انطونی کا ایک جہاز اس بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا جس سے جنگ ایکشیم کی تفصیلات معلوم ہوئیں یعنی انطونی کے بیڑے نے سخت نقصان اٹھانے کے باوجود جنگ جاری رکھی اور رات کی تاریکی چھا جانے پر بچے کھچے جہاز خلیج امبریشیا میں پناہ گزیں ہوئے اگلے روز آکٹیوین نے بیڑے اور فوج کو مناسب شرائط پر ہتھیار ڈال دینے کی پیشکش کی مگر کسی کو یہ گمان تک نہ تھا کہ انطونی میدان سے گیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ پیشکش ٹھکرا دی گئی اگلے روز چند ماتحت بادشاہوں نے ہتھیار ڈال دیے تعطل کا ایک ہفتہ گزرا تو کینڈیس بھی بھاگ گیا بعض دستے مقدونیہ میں منتشر ہو گئے باقی فوج نے 9 ستمبر کو ہتھیار ڈال دیے آکٹیوین ایتھنز تک پہنچا اور کورنتھ کے سوا باقی تمام شہروں پر قبضہ کر

لیا اب اس نے انطونی کے طرفداروں کا قتل عام شروع کر دیا شہروں کے باشندوں نے جان بچانے کے لئے اس پر خطابات کی بارش کر دی کچھ دن بعد انطونی کو خبر ملی کہ شمالی افریقہ میں مقیم فوج بھی آکٹیوین سے جا ملی ہے دل میں امید کی آخری کرن بھی غائب ہوگئی اس نے خودکشی کا فیصلہ کیا مگر دونوں جاں نثاروں نے اسے بہ شدومد اس اقدام سے روکا اور اس بات پر مائل کیا کہ اسکندریہ چل کر ملکہ کی صحبت میں اپنے دل کے زخموں پر مرہم رکھے!

☆☆☆☆☆☆☆

All rights reserved. ©2002-2006

اٹھارہ

قلوپطرہ دوبارہ جدوجہد کرتی ہے

بظاہر توقع نہ تھی کہ قلوپطرہ بدنصیبی کے بارِعظیم سے نڈھال ہو چکی تھی، دوبارہ ہاتھ پاؤں ہلائے مگر اس کا پر امیدوں ابھی یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ میرے معاملات یکسر بگڑ چکے ہیں بحیرہ روم کے سفر میں دو ہفتے صرف ہونے اور اس مدت میں وہ برباد کن شکست کے صدمے سے اسی طرح سنبھل گئی جس طرح یاس و حرماں کے طوفانوں میں پہلے بھی کئی بار خداداد حوصلہ مندی کی بدولت سنبھلی تھی زمانہ غدار برسرِ عناد تھا مگر وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے پھر اٹھی انطونی کی شکست سے مفت اقلیم کی بادشاہی کا منصوبہ خواب پریشاں بن چکا تھا مگر بالکل پاش پاش نہ ہوا تھا خیال یہ تھا کہ ان ناسازگار حالات میں انطونی خودکشی کرے گا یہ تصور قلوپطرہ کے لئے حد درجہ دل شکن تھا مگر یہ یقینی تھا کہ اس کی موت کے بعد بدقسمتی کا بار کچھ ہلکا ہو جائے گا یوں بھی وہ اس کی صحبت کے لائق نہ رہا تھا ایک رسوائے عالم رند بادہ خوار جسے اس کا ملک غدار ٹھہرا چکا تھا اور جس کے سر کی قیمت لگ چکی تھی، اس عالی مرتبت خاتون کی ہمدمی کا اہل نہ تھا اس میں کوئی ایسی بات باقی نہ رہی تھی جو قلوپطرہ پسند کر سکتی مگر ان سب باتوں کے باوجود وہ بحیثیت شوہر آس کے رحم کا مستحق تھا

آکٹیوین اس کی جان کا گاہک بنا ہوا تھا لیکن قلوپطرہ سمجھتی تھی کہ وہ اپنے متوفی ماموں کی رفیقہ حیات کی حیثیت سے میری جاں بخشی کر دے گا اس کے بعد ممکن ہے کہ گردش دوراں بہتر صورتیں پیش کرے آکٹیوین مر جائے اور متوفی سیزر کا وارث سیزارین اپنا حق پا سکے غرض ہمت کی کہ امیدوں کا تانا بانا بننے میں سرگرم تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اب انطونی ملکہ کے لئے ایک نا قابل برداشت بار بن چکا تھا اس کی زندگی خود ملکہ کی زندگی بلکہ اس کے تاج وتخت کے لئے خطرہ عظیم تھی کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ انازک مرحلے پر کیٹو کی طرح بروٹس کی طرح یا معزول شاہ بطلیموس (شاہ قبرص) کی مانند خودکشی کر کے شجاعت کا ثبوت دیتا ان دنوں خودکشی بچوں کا کھیل تھی مکمل نا امیدی کے بعد خودکشی کر لینا ایک ایسا مسلمہ دستور تھا، جس کی تعلیم ہر شخص کو ملتی تھی وہ ہولناک تصور، جو ہم مہذب لوگ آج کل اس فعل سے وابستہ کئے ہوئے ہیں ان دنوں نہ تھا کشت وخون کے ہنگامے اتنے عام تھے کہ مرگ ناگہاں ایک معمولی بات تھی پیٹس کی بیوی ایریا نے خودکشی کر کے جو روایت قائم کی تھی بڑی بہادرانہ تھی اس کے شوہر پیٹس کو سزائے موت کا حکم سنایا گیا تھا اس خاتون نے اپنے شوہر کو تیغ جلاد کی توہین سے بچانے کے لئے ہمت مردانہ کا کام سے انجام دیا کہ دنیا ششدر رہ گئی شوہر کو ترغیب دینے کے لئے اس نے اپنی چھاتی میں دستے تک تلوار اتار لی پھر اسے نکال کر نہایت سہولت سے یہ کہتے ہوئے شوہر کی طرف بڑھا دیا کہ

کچھ ایسی تکلیف دہ نہیں ان روایات کے پیش نظر اگر کلوپطرہ نے بھی انطونی کی خودکشی کی توقع کر لی تو قابل ملامت نہیں۔

محض آکٹیوین کی فراخ دلی پر تکیہ کرنے کے بجائے کلوپطرہ کا متحرک ذہن اور تدبیریں سوچنے میں بھی مصروف تھا ایکشیم کی جنگ نے اس کے منصوبوں پر پانی پھیر دیا تھا روم میں تخت نشینی کی تمنا اور انطونی کے عطا کردہ ملکوں پر قبضہ رکھنا ایک مدت کے لئے وہم و گمان بن چکا تھا اب اس کی واحد آرزو یہ تھی کہ کسی طرح مصر کو روم کی غلامی سے محفوظ رکھ سکے اور اس طرح اپنے بیٹے کے لئے موروثی سلطنت باقی رکھے۔اس آرزو کی تکمیل کے لئے وہ مرتے دم تک جدوجہد کرنے کا عزم کئے ہوئے تھی اس کا ذہن میڈیا، ایران، ہندوستان اور پارتھیا کی سلطنتوں سے ساز باز کر رہا تھا اس کا بیٹا الیگزنڈر ہیلیوس شاہ میڈیا کا داماد اور میڈیا کے تخت و تاج کا وارث تھا اگر وہ مشرقی ممالک کا اتحاد قائم کرنے میں کامیاب ہو جاتی تو سابقہ منصوبوں کی تکمیل کچھ ایسی دشوار بھی نہ تھی۔

میں سمجھتا ہوں کہ بحیرہ روم عبور کرتے ہوئے ملکہ کا دماغ انہیں خیالات کی جولان گاہ بنا ہوا تھا مگر جب پیرا ٹونیم کی بندرگاہ پر دل شکستہ انطونی کو اتار کر وہ اسکندریہ کی جانب بڑھی تو اس کا ذہن فوری معاملات کی تکمیل میں مشغول ہو گیا یہ بات نہایت ضروری تھی کہ شکست کی خبریں دارالسلطنت میں پہنچنے سے پہلے وہ امور مملکت کو اچھی طرح سنبھال لے اس نے اپنے بیڑے کو کچھ پیچھے

چھوڑا اور نشان کے جہاز کو پورے تحمل سے آراستہ کر کے شاہی گھاٹ پر لنگر انداز ہوئی یہ جہاز جب اواخر ستمبر 31 ق م میں روشنی کے مینار کے نیچے سے گزرا تو شادیانے بج رہے تھے ملاح رقص وسرود میں مشغول تھے اور بیرقیں اڑ رہی تھیں ان رومی دستوں کے لئے جو شہر میں مقیم تھے وہ انطونی سے تحریری احکام لے آئی تھی اور قبل اس کے کہ شکست کی اڑتی خبریں اہل شہر تک پہنچتیں اس نے بغاوت یا ہنگاموں کو دبا دینے کا پورا انتظام کرلیا شہر کے بعض اکابر، جو مفسدہ پردازی پر ادھار کھائے بیٹھے تھے، تہ تیغ کر دیئے گئے آخر جب شکست کی صریحی خبریں دارالسلطنت میں پہنچیں تو ملک کا نظم ونسق مضبوطی سے ملکہ کی مٹھی میں تھا۔

نظم ونسق سے مطمئن ہو کر ملکہ نے مشرقی ممالک سے اپنے سابقہ رشتے استوار کرنے شروع کئے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ انطونی اور قلوپطرہ کے بڑے بیٹے الیگزنڈر سیلیوس کی شادی شاہ میڈیا کی دختر سے ہو چکی تھی یہ شہزادی قصر اسکندریہ میں رہتی تھی قصر کے ایک گوشے میں شاہ ارطاوسدس یعنی آرمینیا کا معزول بادشاہ تین سال سے نظر بند تھا توقع یہ تھی کہ آکٹیوین ان تمام بادشاہوں کو، جنہیں انطونی نے معزول کیا تھا بحال کر کے اپنا ہوا خواہ بنا لے گا عین ممکن تھا کہ شاہ ارطاوسدس بھی بحال کر دیا جائے اور اس کا ملک جو انطونی نے مملکت میڈیا کے ساتھ ہضم کرلیا تھا، مزید علاقے سمیت اسے واپس کر دیا جائے کچھ تو اس اندیشے کے ماتحت کچھ اس وجہ سے کہ شاہ ارطاوسدس نے

شکست کی خبریں سن کر آکٹیوین سے خط و کتابت کرنے اور قصر سے بھاگ نکلنے کی کوششیں کی تھیں، ملکہ نے ضروری سمجھا کہ یہ خوشہ مٹا دیا جائے چنانچہ اس کا سر کاٹ کر ایک قاصد کے ہاتھ شاہ میڈیا کو بھیج دیا ممکن ہے کہ الیگزنڈر ہیلیوس اور اس کی کمسن منگیتر کو بھی حفظ ماتقدم کے طور پر اسکندریہ سے میڈیا روانہ کر دیا ہو اور شاہ میڈیا سے اتحاد و تعاون کے عہد نامے مرتب کئے گئے ہوں۔

اب ملکہ نے وہ عظیم کام سرانجام دیا جسے پلوٹارک ''عزم و ہمت کا درخشاں کارنامہ'' کہتا ہے ان دنوں بحیرہ قلزم اور بحیرہ روم کے درمیان جہاں آج کل نہر سویز واقع ہے پینتیس میل لمبی صحرائی پٹی تھی جو ان دونوں سمندروں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی تھی اس پٹی کے شمالی سرے پر دریائے نیل کے ڈیلٹا کی ایک شاخ ہے جنوب میں نمکین جھیلیں تھیں چھٹی صدی قبل مسیح میں ارادے اول شہنشاہ ایران نے ان قطعات کو نہریں کھدوا کر باہم ملا دیا تھا اس طرح بحیرہ قلزم سے بحیرہ روم تک ایک آبی شاہراہ قائم کر دی تھی جو ہماری موجودہ نہر سویز کا نقش اول سمجھی جا سکتی ہے مرور ایام سے یہ نہریں اٹ گئیں مگر تین سو سال بعد شاہ بطلیموس فلاڈلفس نے انہیں دوبارہ جاری کیا کچھ دنوں بعد ریگ رواں کے طوفانوں نے ان کا وجود مٹا دیا ان دنوں یہ صورت تھی کہ اگر کسی جہاز کو بحیرہ روم سے بحیرہ قلزم میں منتقل کرنا ہوتا تو اسے جا بجا کئی کئی میل تک خشکی پر گھسیٹنا پڑتا ملکہ کو اندازہ تھا کہ اگر آکٹیوین کے قدم تخس اسکندریہ تک آ گئے تو

وہ اس کے بچے کھچے بحری بیڑے پر قبضہ کر لے گا باقی جہازوں کو اس موذی کے پل سے بچانے کے لئے اس نے انہیں بے اندازہ محنت و زحمت سے بحیرہ قلزم میں اتار دیا پلوٹارک کی رائے ہے کہ یہ اقدام ملکہ نے اس لئے کیا تھا کہ وقت ضرورت اپنے خزانے اور فوج سمیت فرار کر سکے اور ذلت کی موت یا قید سے بچ کر حیات مستعار کے باقی دن امن و سکون سے کسی گوشے میں بسر کرے مگر شاہ میڈیا سے تازہ سلسلہ جنبانی کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ ملکہ کا یہ اقدام حفاظت یا فرار کے لئے نہیں بلکہ ان بعض تجاویز کو لباس عمل پہنانے کے لئے تھا جو وہ سالہا سال سے مشرق کی تسخیر یا اتحاد کے متعلق سوچ رہی تھی۔

میڈیا ہندوستان اور ایران ان دنوں روم کے تسلط سے آزاد تھے ان میں میڈیا سیاسی اور خونیں رشتوں کے ذریعے سے مصر کے ساتھ وابستہ تھا ہندوستان تجارتی روابط کی بدولت مصر سے مربوط تھا ایک ایران تھا جو میڈیا کا دشمن اور مصر کا بدخواہ تھا اگر ملکہ اپنا بیڑا لے کر ساحل عرب کے گرد گھومتی خلیج فارس میں لنگر انداز ہو سکتی تو عین ممکن تھا کہ ہندوستان بھی دست تعاون بڑھا دیتا اور ایران طوعاً و کرہاً ایک مشرقی اتحاد میں شریک ہونے پر مائل ہو جاتا شام اور آرمینیا کی فتح بھی ممکن ہو جاتی اور اس طرح رومۃ الکبریٰ کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم ہو جاتا علاوہ بریں بدترین صورت حال میں یہ ممالک اسے پناہ دینے کے ضامن تھے یہی وجہ تھی کہ قلوپطرہ نے الیگزنڈر ہیلیوس کو میڈیا بھیج

دینے کے بعد اپنے لخت جگر سیزارین کو ہندوستان روانہ کرنے کے متعلق غور کرنا شروع کیا تھا پلوٹارچ بوضاحت لکھتا ہے کہ وہ یہ ارادہ کر چکی تھی اور اس بنا پر میری یہ رائے غلط نہیں معلوم ہوتی کہ ملکہ اپنا بیڑا بحر ہند میں بھیجنے اور دور دراز منصوبوں کی تکمیل سے غافل نہ تھی۔

ان منصوبوں میں انطونی کا دخل نہ تھا یہ بدنصیب ان دنوں سنسان بندرگاہ پیراٹونیم پر یلیس وحرماں کے عالم میں وقت گزار رہا تھا رنج وغم کے وفور میں اپنے ان جرنیلوں اور افسروں کو کوستا تھا جو اسے چھوڑ کر آکٹیوین سے جا ملے تھے حالانکہ ان کی بیوفائی اس بےتدبیری وحماقت کا فطری نتیجہ تھی جو اس سے معرکہ ایکشیم میں ظاہر ہوئی غرض ملکہ اپنے منصوبوں کی تشکیل میں منہمک اور پیچیدہ امور مملکت کا بار اپنے شانوں پر اٹھائے تھی کہ نومبر میں انطونی اسکندریہ میں داخل ہوا یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حوصلہ شکن حالات کے باوجود ملکہ اندیشہ ہائے دور دراز میں محو ہے اس نے اسے فتح مشرق یا اتحاد مشرق سے ہٹا کر اسکندریہ میں طاقت بڑھانے کی ترغیب دی اور بڑے اطمینان سے اپنی ان فوجوں کی وفاداری کا یقین دلایا جو مختلف علاقوں میں پڑی ہوئی تھیں اور جن کے پھر جانے کا اسے اب تک علم نہ تھا غرض ہر طرح ملکہ کو ان منصوبوں سے باز رکھ کر اس کی سرگرمیوں پر اوس ڈال دی ساتھ ساتھ یہ بھی جتا دیا کہ میں سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو کر ایتھنز یا کسی اور شہر میں خاموشی وعزت کی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں، اب میں تمہارے لئے کسی جنگ یا جانبازی کے

قابل نہیں رہا اور یہی بہتر ہے کہ تم اپنے مستقبل کے لئے تنہا جدوجہد کرو ملکہ بھی یہی چاہتی تھی فی الحقیقت وہ اس کے لئے ناکارہ تھا اور ملکہ نے اپنی امیدیں نوجوان سیزارین کی ذات پر مرکوز کردی تھیں جو بلوغت کی حد کو پہنچ چکا تھا اور جس کی امید افزا جوانی انطونی جیسے ہزار دماندوں سے بہتر تھی۔

مگر قلوپطرہ کے منصوبوں کو انہیں دنوں پھر دھکا لگا اور یہ محسوس ہوا گویا گردش تقدیر اس کے پیچھے لگی چلی آرہی ہے بندرگاہ پیڑا کے نواح میں رہنے والے عربوں نے جو اہل مصر سے برسرعناد تھے بندرگاہ کی گودیوں پر حملہ کیا تھوڑی بہت فوج جو یہاں مقیم تھی مار بھگائی وہ تمام جہاز، جو بڑی مصیبتوں سے بحیرہ روم سے بحیرہ قلزم تک کھینچ کر لائے گئے اور نئے جہاز جو گودی میں زیرتعمیر تھے جلا کر خاک کردیے قلوپطرہ کے پاس اتنی فالتو فوج نہ تھی کہ بندرگاہ کی حفاظت کرسکتی اس لئے یہ منصوبہ ترک کردیا گیا۔

چند روز بعد کینڈیس خود اسکندریہ میں داخل ہوا اور یہ خبر سنائی کہ مفتوحہ ممالک میں انطونی کی جتنی فوجیں تھیں سب کی سب آکٹیوین کی اطاعت قبول کرچکی ہیں تگ و نام کا تقاضا تو یہ تھا کہ انطونی یہ خبر سن کر اس عہد کے دستور عام کے مطابق خودکشی کرلیتا مگر یہاں اس کا جذباتی اداکارانہ ذہن برسرکار آیا اس نے خودکشی کے بجائے یہ فیصلہ کیا کہ میں اس مردم بیزار ارٹائمن کی طرح ہو ایتھنز کا باشندہ تھا (اور جسے شیکسپیئر کے فطرت نگار قلم نے لافانی کردیا ہے) عزلت گوشہ گیری اور آدم بیزاری کی زندگی بسر کروں گا تجویز یہ تھی کہ

ساحل کبر پر، جہاں سمندر کی گرج کے سوا کوئی انسانی آواز نہ سنائی دے اپنے لئے ایک اقامت گاہ تعمیر کرے اور آدم کی ناپاک نسل سے قطع تعلق کر کے پر آلام زندگی کے باقی ایام وہاں گزار دے رب البحر کے مندر کے قریب جزیرہ انطی روڈس کے مغرب میں بندرگاہ اسکندریہ کی ایک راس تھی جو دور تک سمندر میں چلی گئی تھی اس کا پشتہ تین سو گز لمبا اور نہایت مضبوط تھا مگر ان دنوں بیکار پڑا تھا انطونی نے سوچا کہ اس کی مرمت کرا کے اس کے سرے پر ایک عمارت تعمیر کرائے اور وہاں تنہائی کی زندگی بسر کرے۔

قلوپطرہ ذاتی الجھنوں میں اتنی گرفتار تھی کہ اسے شوہر کی تجاویز پر غور کرنے کی فرصت ہی نہ تھی اپنے طفلانہ مزاج، آشفتہ خو رفیق زندگی کو خوش کرنے کے لئے پشتے پر ایک خوشنما عمارت تعمیر کرا دی ٹائمن کی نسبت سے عمارت کا نام ٹائمونیم رکھ دیا گیا غالباً ان دنوں قلوپطرہ اور انطونی میں کامل بیگانگی اور مغایرت تھی موخر الذکر بھی ملکہ کی نفرت آمیز نگاہ اور ملامت کناں زباں سے محفوظ، الگ رہنے میں خوش تھا اس عزلت کمرے میں بیٹھا دور سے قصر شاہی کا نظارہ کیا کرتا رات کی تاریکی پھیل جاتی تو مینار کا نور، تاروں بھرے آسمان کا عکس اور بندرگاہ کی روشنیاں سمندر کے پانی میں منعکس ہو کر اس کے خوابناک تصور انگیز ذہن کو مسرور کیا کرتیں دن کے طولانی گھنٹوں میں وہ بندرگاہ میں داخل ہونے اور باہر جانے والے جہازوں کو دیکھا کرتا پیچھے سے لہروں کے دوش پر شہر کے ہنگاموں کی آوازیں کان میں آیا کرتیں جنہیں سن کر وہ ٹائمن کی

طرح ساکنان شہر کو بد دعائیں دیا کرتا۔

یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ ٹائمن جس کی تقلید انطونی کر رہا تھا شہر ایتھنز کا باشندہ تھا جنگ پیلو پونیشین کے عہد کا یہ دلچسپ شخص جسے ارسٹوفینز اور افلاطون نے اپنے طربیہ ڈراموں میں لافانی کر دیا ہے دوستوں کی غداری اور جہان سفہ کی مکاری سے تنگ آ کر انسان کی صورت سے بیزار ہو گیا تھا دنیا کی محفلوں سے اکتا کر اپنے عزلت کدے میں رہتا تھا جہاں انسان نام کے دو آدمی اس کے رفیق تھے ایک تو ایلسی بانیڈیز جس سے وہ اس لئے خوش تھا کہ وہ ایتھنز کی اینٹ سے اینٹ بجانے پر تلا ہوا تھا دوسرا اپے منطس کہ یہ بھی ٹائمن کی طرح پکا آدم بیزار تھا ان لوگوں کی نفرت و وحشت کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ کسی تقریب پر جس میں ٹائمن کے ساتھ صرف اپے منطس شریک بادہ و جام تھا موخر الذکر نے عالم سرور میں کہا ''واہ آج کی صحبت کتنی دل فریب ہے'' ٹائمن نے جو انسان کی صورت سے بیزار تھا فوراً جواب دیا ''اگر تم نہ ہوتے تو واقعی دل فریب ہوتی'' یہی آشفتہ مزاج ٹائمن ایک مرتبہ ایوان شہر میں جا گھسا اور صدر ایوان کی کرسی پر چڑھ کر حاضرین سے یوں مخاطب ہوا:

''ایتھنز کے باشندو میری زمین میں انجیر کا ایک درخت ہے جس کی شاخوں سے لٹک لٹک کر بہت سے شہریوں نے خودکشی کی ہے مجھے اس زمین پر ایک عمارت تعمیر کرنا ہے اس لئے بالاعلان اجازت دیتا ہوں کہ تم میں سے جس جس کی خواہش ہو اس مبارک درخت سے

لٹک لٹک کر جان دے دے قبل اس کے کہ میں اسے کاٹ ڈالوں''

مرنے سے پہلے ٹائمن نے اپنی لوح مزار کے لئے دو شعر کہے تھے ایک کا مفہوم یہ ہے

عدوئے بشر ٹائمن کی ہے تربت
مسافر مری بد دعائیں نہ لے تو
خدارا چلا جا! مجھے گالیاں دے
مگر یہاں ٹھہر کر اذیت نہ دے تو

دوسرا شعر بھی جو لوح مزار پر کندہ ہوا وحشت تنفر اور تو حق کا آئینہ دار ہے۔

غرض یہ تھی وہ عجیب وغریب شخصیت جس کی انطونی تقلید کر رہا تھا مناسب ہے کہ اس خواب آلود، تصوراتی شخص کو اس کی غم ناک عزلت میں چھوڑ کر قلوپطرہ کے حالات کا جائزہ لیا جائے جو مردانہ وار جدوجہد میں مشغول تھی اہم ترین امور مملکت درپیش تھے وہ ہمسایہ ممالک میں سفارتیں بھیج بھیج کر سابقہ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کر رہی تھی دارالسلطنت اور ملک مصر کا نظم ونسق انتہائی توجہ اور استقلال کا طالب تھا ورنہ اس نازک وقت میں شورشیں برپا ہو جانے کا امکان تھا اس کے ساتھ مختلف منصوبوں کی تکمیل کے لئے رعایا پر بھاری ٹیکس بھی لگانے تھے حکومت کا کام چلانا پوری مصیبت تھی سب سے بڑا اندیشہ آکٹیوین کے حملے کا تھا جو کابوس بن کر ملکہ کے دماغ پر چھایا ہوا تھا مگر

مالی مشکلات کے باعث آکٹیوین کو سر دست فوج کفر کرنے کا ہوش نہ تھا وہ ایتھنز سے گزر کر ایشیائے کوچک میں داخل ہو چکا تھا اور اسی فکر میں تھا کہ روپیہ فراہم کر کے شام کے راستے مصر پر حملہ آور ہو۔

دسمبر 31 ق م میں یہودی شاہ ہیروڈ اپنے سرپرست دوست انطونی سے مبادلہ خیالات کرنے کے لئے اسکندریہ آیا قارئین کو یاد ہو گا کہ یہ تاجدار قلوپطرہ کا دشمن تھا چنانچہ ملک کے سفر مصر میں اسے قتل کرنے کا منصوبہ باندھ چکا تھا اس نے انطونی سے نائیمونیم میں ملاقات کی اور پوری سرگرمی سے ملکہ کے قتل کی ترغیب دی جوزیفس کا بیان ہے کہ اس نے انطونی کو سمجھایا کہ اگر تم قلوپطرہ کو قتل کر دو تو آکٹیوین تمہاری جاں بخشی کر دے گا انطونی اپنی جان بچانے کا خواہش مند تھا مگر اس ذلیل حرکت کے لئے آمادہ نہ ہوا اور یہ تجویز رد کر دی ہیروڈ کو اندیشہ تھا کہ فسوں ساز ملکہ آکٹیوین کو وام الفت میں پھنسا کر مصر و شام کی حکومت برقرار رکھ سکے گی اور اس طرح میرے لئے ایک خطرناک ہمسایہ بنی رہے گی جب دیکھا کہ میری تدبیر نہیں چلتی تو اسکندریہ سے یروشلم پہنچا چاہتا تھا کہ جہاز میں سوار ہو کر روڈس پہنچے اور آکٹیوین کا حلقہ بگوش بن جائے جب انطونی کو اس کے عزائم معلوم ہوئے تو الیگزرنامی ایک مصاحب کو اس کے پیچھے بھیجا تا کہ اسے اس ارادے سے باز رکھے الیگزر انطونی اور قلوپطرہ دونوں کا معتمد تھا اکثر معاملات، جن کے فیصلے میں انطونی کو پس و پیش ہوتا، قلوپطرہ الیگزر کے ذریعے سے ترغیب دلا کر انطونی سے حسب مرضی طے

کرا لیتی تھی چنانچہ آکٹیویا جیسی شوہر پرست عورت کو طلاق دلوانے میں بھی الیگزز کا ہاتھ تھا یہ غدار انطونی اور قلوپطرہ دونوں کے احسانات فراموش کر کے آکٹیوین کے پاس چلا گیا۔ اس غداری کا انعام یہ ملا کہ کینہ پرور آکٹیوین نے جسے اپنی بہن کی طلاق کا واقعہ یاد تھا، ہاتھوں ہاتھ اس کی گردن اڑا دی ہیروڈ نے آکٹیوین سے بیباکانہ کر دیا کہ میں اب تک انطونی کا رفیق تھا مگر اب تمہارا ہوا خواہ بننا چاہتا ہوں آکٹیوین نے اس کی درخواست منظور کر لی اس کی حکومت بحال رہی باقی تمام فرمان روا جو انطونی کے مددگار تھے معزول کر دیے گئے۔

فروری 30 ق م کے قریب آکٹیوین روم آیا برخاست شدہ فوجیں تنخواہ نہ ملنے کے باعث شورش پر آمادہ تھیں ان کا فساد فرو کرنا ضروری تھا۔ یہاں ایک مہینا قیام کر کے اوائل مارچ میں پھر ایشیائے کوچک روانہ ہوا ڈوین کا بیان ہے کہ اس کے سفر روم اور روم سے ایشیائے کوچک روانہ ہونے کی خبریں آخر اپریل میں بیک وقت اسکندریہ پہنچیں میرا خیال ہے کہ آکٹیوین کے سفر روم کی خبر ملکہ کے جاسوسوں سے مخفی نہ رہی ہوگی اور اسے اس خطرناک دشمن کے روم چلے جانے کا علم فوراً ہو گیا ہوگا۔

اس خبر سے ملکہ کا حوصلہ بڑھ گیا اور اس نے اس مہلت سے حسب دلخواہ فائدہ اٹھانے کا بندوبست کیا۔ اگر میرا اندازہ صحیح ہے تو شہزادہ سیزارین اوائل جولائی 47 ق م میں پیدا ہوا تھا مگر تھوڑے ہی عرصے بعد (جیسا کہ بیان ہو چکا

ہے) رومی تقوم کی اصلاح کی گئی اور مرور ایام سے تقدیم میں جو فرق آپڑا تھا، رفع کر دیا گیا۔ اس طرح سیزارین کی سالگرہ وسط اپریل میں آپڑی جسے انتہائی تزک و احتشام سے منایا گیا اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ قلوپطرہ نے سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر سالگرہ منائی اڑھائی مہینے پہلے ہی منائی مگر واقعہ یہ ہے کہ اصلاح شدہ تقویم کے رو سے یہ تقریب وسط اپریل ہی میں پڑ رہی تھی بہر حال اس تقریب پر شاہانہ جاہ وجلال کا پورا مظاہرہ ہوا اور سیزارین کی سترھویں سالگرہ کے ساتھ اس کی بلوغت کا اعلان کر دیا گیا مجھے اندازہ نہیں کہ مصر کے شاہی خاندان میں شہزادوں کی بلوغت کی عمر کیا مقرر تھی مگر یہ مسلم ہے کہ بلوغت کا اعلان کر دیا گیا مجھے اندازہ نہیں کہ مصر کے شاہی خاندان میں شہزادوں کی بلوغت کی عمر کیا مقرر تھی مگر یہ مسلم ہے کہ بلوغت کی آخری حد یہی سترھواں سال ہوتا تھا قلوپطرہ کو اپنے بیٹے کی بلوغت کا بہ شد و مد اعلان اس لئے بھی منظور تھا کہ بقول ڈوین وہ اہل اسکندریہ کو بتا دینا چاہتی تھی کہ اب تم ایک شہزادے کے زیر حکومت ہو۔ بات بھی ٹھیک تھی عوام اگر اسے شکست خوردہ بدنصیب عورت سمجھتے ہیں تو سمجھیں مگر آج سے وہ ایک عورت کے نہیں ایک نوجوان مرد کے زیر فرمان تھے جو مقدس جولیس سیزر کا فرزند اور امور مملکت کا بار اٹھانے کے قابل تھا اور تخت حکومت پر بیٹھ کر اپنی مملکت کی خود حفاظت کر سکتا تھا وہ اب تک اس کے مفادات کی محافظ تھی مگر اب اتنا ہی کافی تھا کہ وہ پس پردہ سلسلہ جنبانی کرتی رہی اور اس کا بیٹا منظر عام پر آ کر امور

حکومت انجام دے جن کی تکمیل کے لئے وہ اب تک خود سرگرم عمل تھی۔

جب انطونی کو سیزارین کے اعلان بلوغت کی خبر پہنچی تو سخت مضطرب ہوا دراصل سیزارین کے حقوق کی حمایت بڑی حد تک انطونی کی بربادی کا سبب بن گئی تھی سوچنے لگا کہ اس اعلان سے آکٹیوین کے غیظ وغضب کی آگ بھڑک اٹھے گی۔ یہی سیزارین ہے جو متوفی جولیس سیزار کا فرزند اور جانشین ہونے کے سبب آکٹیوین کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے اس کی بلوغت کی تقریب اس طمطراق اور شان وشوکت سے منانا دانش مندی نہیں بلکہ صریحی شوخ چشمی ہے غرض وہ غرلت کدے سے نکلا اور ملکہ سے مبادلہ خیالات کیا اندازہ ہوا کہ ملکہ حکومت کی ذمہ داریاں بڑی حد تک سیزارین کو سونپ دینا چاہتی تھی تاکہ جہانبانی کا بار عظیم، جو ڈھلتی عمر کے شانوں کو شل کر چکا ہے، نوجوانی کے مضبوط کاندھوں پر آجائے۔ انطونی نے اس رائے سے اتفاق کیا بلکہ کامل تقلید کے طور پر یہ بھی کہا کہ فلویا کے بطن سے میرا بیٹا انٹیلس بھی اسی عمر کا ہے، اس کے بالغ ہونے کا اعلان بھی سیزارین کے ساتھ ہی کر دیا جائے یہی ہوا انٹیلس اسی روز سے رومی مردوں کا لباس پہننے لگا قلوپطرہ نے انطونی کو سمجھایا کہ آدم بیزاری کی یہ مصنوعی نمائش کب تک جاری رکھو گے یا تو مصر چھوڑ کر کہیں اور چلے جاؤ ورنہ مردوں کی طرح ہمت وجرأت کا ثبوت دو انطونی جو تنہائی وعزلت سے تنگ آچکا تھا، رضامند ہو گیا اور قصر شاہی میں آکر ملکہ کے ساتھ رہنے لگا دونوں نے سابقہ تعلقات بحال کرنے کی کوشش کی مگر افتراق

کی خلیج کس طرح پائی جا سکتی تھی؟ وہ اکثر اپنی سابقہ غلطیوں پر غور کیا کرتا اور ملکہ کی طرف سے بدظن رہتا اور ملکہ بھی اسے ایک شکستہ و درماندہ ہستی سمجھتی جو بہر حال اس کے رحم و کرم کی مستحق تھی۔

جیسا کہ بیان ہوا جشن سالگرہ انتہائی شان و شکوہ سے منایا گیا کئی روز تک شہر میں ضیافتوں اور ناچ رنگ کا ہنگامہ گرم و بار بے رحم غنیم کی یورش کا خیال دلوں سے ایسا نکلا گویا کبھی آیا نہ تھا ان دنوں اگر کوئی سیاح اسکندریہ میں آتا تو ہرگز یہ یقین نہ کر سکتا کہ اس شہر کی ملکہ نے حال ہی میں اس خوفناک دشمن سے شکست کھائی ہے جو عنقریب اس کے دارالسلطنت پر حملہ کرنے والا ہے بایں ہمہ قلوپطرہ کے دل میں امید کی کرن باقی تھی مصائب و آلام کے بادل گرج رہے تھے مگر اس کے ابرو پر ہل نہ آتا تھا شاہانہ تمکنت اس طرح برقرار تھی کہ مورخ بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہے۔

اس کے برعکس انطونی برابر پستی کی طرف جا رہا تھا تقریب کی ضیافتوں اور نائے و نوش کے ہنگاموں میں اس نے فیصلہ کیا کہ زندگی کا خاتمہ ہو تو جام شراب کی گردش میں ہو چند سال پہلے ناقابل تقلید خوش باشوں کی جو انجمن بنائی گئی تھی اس کے ارکان کو بلایا اور ان سے ایک محضر پر دستخط کرائے جس کا مضمون تھا کہ ہم لوگ ایک ساتھ جان دیں گے خوب کھاؤ پیو کیونکہ کل مرنا ہے، یہ اس کا مقولہ تھا پہلے جس تیزی سے ٹائیمو نیم کی عزلت اختیار کی تھی اسی مستعدی سے دوبارہ رامش و رنگ پر اتر آیا۔ اب وہ صورت تو باقی نہ رہی تھی

کہ اقوام عالم کے سامنے بیکس (اندر دیوتا) کا اوتار ہونے کا دعویٰ کرے البتہ اس بلانوش رند کی طرح جو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتا ہو، قصر شاہی کے ایوان میں طفلانہ بے باکی و بے پروائی سے گردش کرتا پھرتا۔ مگر موت سے ہم آغوشی کی تمنا کا یہ اظہار محض نمائشی تھا۔ اسے مرنے کی آرزو نہ تھی خواہش یہ تھی کہ لیپی ڈس کی طرح، جو سیاسی زندگی سے کنارہ کش ہو کر گوشہ گیر ہو چکا تھا، سکون کی زندگی بسر کرے۔ اس کی موجودہ حالت اس قیدی کی سی تھی جو ضمانت پر رہا کر دیا گیا ہو اور خانگی مسرتوں کا لطف اٹھا رہا ہو چنانچہ اس عظیم بچے نے اس مہلت میں جی بھر کر داد عیش دی۔

قلوپطرہ راگ رنگ کے بجائے تقدیر سے لڑنے اور ہر مصیبت کا سامنا کرنے کی تیاری کر رہی تھی طوفان حوادث سے بچ نکلنے کی امید کے باوجود وہ موت کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی تیار تھی۔ تھوڑے ہی عرصے بعد اسکندریہ میں خبر آ گئی کہ آکٹیوین ایشیائے کوچک واپس آ گیا ہے ملکہ سمجھ گئی ہو گی کہ اس مصیبت کا ٹلنا ممکن نہیں اس نے ہر قسم کے زہر اکٹھے کئے اور قید خانوں میں جا جا کر ان قیدیوں پر زہروں کے تجربے کیے، جنہیں سزائے موت سنائی جا چکی تھی انہیں مختلف زہر دے دے کر بچشم خود ان کی جانکنی کا مشاہدہ کیا۔ جن زہروں سے کرب یا تشنج واقع ہوتا تھا، رد کرتی گئی اور صرف ان سموم کا تجربہ جاری رکھا جو تکلیف دیے بغیر قید حیات سے آزاد کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے اسی ضمن میں جانوروں اور افسانوں کو زہریلے سانپوں سے ڈسوا کر ان کے

زہر کی تیزی کا اندازہ کیا اور بقول پلوٹارک اس نتیجے پر پہنچی کہ سب سے زیادہ پرسکون موت وہ ہے جو پھن دار پدم (چھوٹا افعی) کے ڈسنے سے واقع ہوتی ہے ڈسے ہوئے شخص پر گہری غنودگی چھا جاتی، ماتھے پر ہلکا ہلکا پسینا آتا، کسی قسم کی تکلیف مطلق محسوس نہ ہوتی البتہ اگر اس افعی گزیدہ کو کوئی شخص جگانے کی کوشش کرتا تو وہ کچی نیند سے جگائے ہوئے شخص کی طرح جھنجھلا اٹھتا ملکہ نے فیصلہ کرلیا کہ بدترین صورت حال میں اپنی پرالم زندگی کا خاتمہ اسی طریقے سے کرے گی اس کے بعد کامل اطمینان سے ازسرنو اپنے پریشان کن معاملات کی طرف متوجہ ہوگئی۔

مئی میں آکٹیوین شام میں داخل ہوا سب فوجوں نے ہتھیار ڈال کر اطاعت اختیار کرلی یہاں سے اس نے کارنیلیس گیلس نامی سردار کو شمالی افریقہ روانہ کیا تاکہ ان دستوں کی کمان سنبھالے جو اس کی اطاعت اختیار کر چکے تھے اس فوج نے پیرا ٹونیم پر قبضہ کرلیا جہاں انطونی نے شکست کے بعد کئی ہفتے قیام کیا تھا اہل اسکندریہ تک یہ خبر نہ پہنچی حالانکہ فتح شام کی خبریں انہیں پہنچ چکی تھیں، جس سے ہر شخص مضطرب تھا اب قلوپطرہ نے ایک دلیرانہ اور باوقار اقدام کیا آخر مئی میں سیزارین کو اس کے اتالیق رھوڈن سمیت کاپٹوس کی طرف روانہ کردیا تاکہ وہاں سے صحرا عبور کرکے بندرگاہ برنیس میں جا اترے، جہاں ملکہ کے متعدد جہاز اس کے منتظر تھے شہزادہ بڑے جاہ وحشم سے خاصا خزانہ لے کر روانہ ہوا توقع تھی کہ اواخر جون تک برنیس پہنچ جائے گا غالباً

ملکہ کا منصوبہ یہ تھا کہ جب وسط جولائی میں سوداگروں کا بیڑا سمندر پار کی طویل مسافت پر روانہ ہوتو سیزارین ان کے ساتھ ہندوستان پہنچ کر وہاں کے بادشاہوں سے دوستانہ پیدا کرے یا اگر ممکن ہوتو مشرقی ممالک کا اتحاد قائم کرنے کی سعی کرے جس کا خواب قلوپطرہ مدت سے دیکھ رہی تھی۔

قلوپطرہ بذات خود اسکندریہ ہی میں مقیم رہی مقصد یہ تھا کہ آکٹیوین سے گفت وشنید کر کے تخت وتاج بچانے کی کوشش کرے اور اگر نامہ و پیغام سے یہ مطلب حاصل نہ ہو سکے تو میدان جنگ میں جان کی بازی لگا دے۔ مامتا کے جذبے سے مجبور ہو کر اپنے لخت جگر کو تو اس مخمصے سے نکال دیا مگر غالباً خود اس کے ساتھ بچ کر نکل جانے کا خیال تک نہ کیا حالانکہ اسے اس طرح کہیں نہ کہیں تھوڑے بہت دنوں کے لئے پناہ مل جاتی کہتے ہیں کہ مرتے وقت وہ اس فروگزاشت پر متاسف بھی ہوئی لخت جگر سے یہ جدائی اس کی ناشاد زندگی کا مغموم ترین سانحہ تھی سترہ سال تک وہ اسی بیٹے کے حقوق کی خاطر سینہ سپر رہی، مگر آج تقدیر اسے اس سے جدا کر رہی تھی اور جدائی بھی کیسی؟ اس کا لخت جگر طوفان خیز سمندروں کے پرے ایک اجنبی ملک میں پناہ لینے پر مجبور تھا تا کہ اپنے ظفر مند حریف آکٹیوین کے چنگل سے بچ سکے جب وہ خود تخت و تاج کی بقا کے لئے اس سفاک غنیم سے لڑنے کے لئے تنہا رہی جا رہی تھی تباہی و بربادی کے اس دور میں ملکہ کو اکثر جولیس سیزر کا خیال آتا۔ وہ اس کی تصویر کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھا کرتی اور بار بار وہ خط پڑھا کرتی جو سیزر نے اسے

کبھی لکھے تھے۔ اپنے بیٹے کو مشرق کی طرف روانہ کرتے وقت اسنے متوفی سیزر کی روح سے استمداد کی ہوگی جو مشرقی ممالک میں حد درجہ دلچسپی لیتا تھا اور جسے اب رومۃ الکبریٰ کے طول وعرض میں مقدس جولیس کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا یقیناً اس نے مقدس جولیس کی روح سے التجا کی ہوگی کہ اس آڑے وقت میں اپنے لخت جگر کی امداد کرے جو روئے زمین پر اس کا صلبی بیٹا اور واحد وارث تھا۔

☆☆☆☆☆☆

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

انیس

آکٹیوین کا مصر پر حملہ اور انطونی کی موت

مورخ کا قلم یہ لکھتے ہوئے رکتا ہے کہ وہی انطونی اور قلوپطرہ جو کبھی ایک دوسرے کے والہ وشیدا تھے ان دنوں باہمد گر متنفر ہو کر الگ الگ رہنے لگے تھے مگر واقعہ یہی ہے وہ ایک دوسرے سے گریزاں ہی نہیں بلکہ بدظن بھی ہو چکے تھے ٹائمونیم کی عزلت نشینی نے انطونی کو ملکہ کی سرگرمیوں سے قطعاً بے تعلق رکھا تھا بالعموم مشہور ہے کہ وہ آخری لڑائی میں سفاک موت کا مقابلہ کرنے کے لئے دوش بدوش میدان میں آئے تھے مگر ان کی کتاب حیات کی یہ آخری داستان جتنی رومان انگیز ہے اتنی ہی بے بنیاد بھی ہے تاریخ کے پردے اٹھا کر دیکھئے تو ملکہ آخری وقت تک تن تنہا بے رحم تقدیر سے جنگ کرتی نظر آتی ہے انطونی اتنا ناکارہ ہو چکا تھا کہ امور حکومت کا بار اور غنیم کی مدافعت کی تنظیم ملکہ نے بذات خود کی روح فرسا اندیشے اسے دن رات کھائے جا رہے تھے اور قضائے مبرم کا خیال ایک بھیانک خواب کی طرح دماغ پر محیط تھا۔ ان تمام مصائب کے باوجود نازک اندام ملکہ نے ہمت مردانہ کا ثبوت دیا بھاگنے کا خیال تک نہ کیا اور ایک لمحے کے لئے ذاتی اور خاندانی وقار کے تحفظ سے غافل نہ ہوئی کہ اسی میں اس کے ملک کی بقا بھی پوشیدہ تھی ادائے فرائض میں آخری

دم تک استقلال، متانت اور جرأت و ہمت کا وہ مظاہرہ کیا کہ بے ساختہ دلوں سے آفریں نکلتی ہے!

جون 30 ق م میں جب آکٹیوین شام میں بیٹھا مصر پر حملے کی تیاریاں کر رہا تھا قلوپطرہ اور انطونی دونوں نے اس سے نامہ و پیام شروع کیا انہوں نے اپنے بچوں کے اتالیق یوفرونیس کو گفت وشنید کے لئے روانہ کیا ملکہ نے یہ شرط پیش کی کہ میں اپنے بیٹے سیزارین کے حق میں حکومت سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں بشرطیکہ اس کے بعد سیزارین سے کوئی تعرض نہ کیا جائے انطونی نے محض جاں بخشی کی التماس کی یعنی اسے ایک عام شہری کی حیثیت سے اسکندریہ یا ایتھنز میں زندگی گزارنے کی اجازت دی جائے اس سفیر کے ساتھ ملکہ نے اپنا تاج، شاہی عصا اور شاہی رتھ بھی آکٹیوین کی خدمت میں بھیج دیے امید یہ تھی کہ وہ ان سب چیزوں کو دوبارہ اسی کو بخش دے گا یا کم از کم سیزارین کو عطا کر دے گا یہ سفارت ایک حد تک ناکام رہی آکٹیوین نے انطونی کے متعلق ہر تجویز سننے سے انکار کر دیا مگر اپنے آزاد غلام تھرسس کے ہاتھ ملکہ کو خفیہ پیغام بھیجا کہ اگر تم انطونی کو مروا دو تو مصر کی حکومت بدستور تمہارے قبضے میں رہے گی دراصل آکٹیوین کا یہ وعدہ محض دغابازی پر منحصر تھا وہ ملکہ کے ساتھ کسی رعایت کا روادار نہ تھا سفاکانہ تجویزیں تیار ہو چکی تھیں منصوبے یہ تھے کہ انطونی کو قتل کرایا جائے یا خودکشی پر مجبور کر دیا جائے کیونکہ باقاعدہ مقدمہ چلا کر سزا دینا خلاف مصلحت ہے سیزارین کو بھی ختم کر دیا جائے

ملکہ کو گرفتار کر کے جشن فتح میں تشہیر کرے اور اس کے ملک پر قبضہ کر کے مال غنیمت سے فوج کی تنخواہ ادا کرے بعد میں ملکہ کے ساتھ جو گفت وشنید ہوتی رہی اس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اسے گرفتار کرنے اور انطونی کو تیغ بے دریغ کا شکار بنانے پر تلا ہوا تھا۔

آزاد غلام تھرسس بہت ذہین اور زیرک شخص تھا معاملات کے ایک ایک پہلو پر تفصیلی گفتگو کی ملکہ ہر طرح تخت وتاج بچانا چاہتی تھی آکٹیوین اسے طفل تسلیاں دے دے کر بہلا رہا تھا مگر وہ بھی کچی گولیاں نہ کھیلی تھی دغا باز آکٹیوین کو دھوکا دینے کے لئے یہی ظاہر کرتی رہی کہ مجھے تمہاری فیاضی وفراخ دلی پر کامل اعتماد ہے تھرسس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئی خاصی خاصی دیر تک اسے باریابی کا شرف بخشا ان مذاکرات میں انطونی کو شامل نہ کیا گیا جس سے اس کا غصہ اور شبہات بڑھتے چلے گئے قیاس کہتا ہے کہ ملکہ انطونی کے قتل پر رضامند نہ ہوئی، اگرچہ موجودہ صورت حال میں سے اس کی خودکشی پر کوئی اعتراض نہ تھا ڈوین کیشیس کا بیان ہے کہ آکٹیوین نے تھرسس کی زبانی ملکہ کو پیغام الفت بھی بھیجا تھا مگر یہ غلط ہے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اس سخن ساز ایلچی نے اپنے آقا کی طرف سے اس جذبہ تحسین واحترام کا اظہار کیا جو ملکہ کی تہمت مردنہ نے اس کے دل میں پیدا کر دیا تھا۔

غالباً ان خفیہ مذاکرات کی بھنک انطونی کے کان پڑ چکی تھی یا ممکن ہے کہ اپنی رفیقہ حیات سے ایک غلام سفیر کی بے تکلفانہ ملاقاتوں نے اس کا جذبہ

غیرت بھڑکا دیا ہو کچھ بھی ہو وہ اس واقعے سے طیش میں ڈوب گیا اپنے آدمیوں سے تھرسس کو پکڑوالیا اور جی بھر کر پٹوایا بعد ازآں اسے آکٹیوین کی طرف واپس بھیج دیا اور ایک خط میں اس طرح اپنے برتاؤ کی وضاحت کی'' اس بدتمیز کے متجسس اور بے باک طور طریقوں نے میرے تن بدن میں آگ لگادی موجودہ صورت حال میں مجھ سے صبر وتحمل کی امید رکھنا عبث ہے پھر بھی اگر تمہیں میری اس حرکت سے ملال ہو تو میرا آزاد غلام سیپارکس تمہاری خدمت میں موجود ہے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر جتنا جی چاہے پیٹو اور دل کی بھڑاس نکالو'' سیپارکس اس کا آزاد کردہ غلام تھا جو آکٹیوین سے جاملا تھا تھرسس کی بے دریغ پٹائی اور اس کی تلافی کے طور پر ہیپارکس کو پٹوانے کی تجویز، جس میں مسخر کے ساتھ قہر وغضب کا عنصر بھی شامل تھا، قلوپطرہ کو بہت پسند آئی غنودہ مزاج شوہر کی جلاوت وقہرمانی کا اہل دیکھ کر خوش ہوئی اور اس کا احترام کرنے لگی پلوٹارک کا بیان ہے کہ انطونی کے بے بنیاد شبہات کا ازالہ کرنے کے لئے وہ اسے ہر طرح خوش رکھنے اور یہ یقین دلانے کا اہتمام کرنے لگی کہ میں کسی حال میں تم سے بیوفائی نہ کروں گی اس احترام نے انطونی کو بھی پست ہمتی وافسردگی کے بجائے جانبازی پر آمادہ کرلیا انہیں دنوں انطونی کی سالگرہ کا موقع بھی آگیا جسے قلوپطرہ نے بڑی دھوم دھام سے منایا اور اپنے متوسلین کو بڑے بڑے تحفے دیے حالانکہ گزشتہ جاڑے میں خود اپنی سالگرہ کی تقریب بڑی سادگی سے منائی تھی غالباً وہ جتا دینا چاہتی تھی کہ اگر

انطونی اس آخری معرکے میں میری ہمت و جانبازی کا ثبوت دے تو وہ اس کی رفیق و ہمدم بننے میں فخر محسوس کرے گی لیکن اگر جرأت و ہمت کے بجائے بزدلی دکھائے تو وہ اس سے الگ رہنا بہتر سمجھے گی بہر حال تھرسس کی زدو کوب چاہے کچھ رنگ لائی مگر اس سے دونوں کے دل مل گئے۔

انطونی کی جانبازی و جرأت میں بھی لہر سی اٹھی یہ سن کر کہ کارنیلیس گیلیس طرابلس سے گزر کر مصر کی مغربی سرحد کی طرف بڑھ رہا ہے وہ چند جہاز لے کر پیراٹونیم کی طرف روانہ ہوا تاکہ مصر کی مغربی سرحد کے اس قلعے کو دفاع کے لئے مستحکم کرے مگر جب ساحل پر اتر کر پھاٹک تک پہنچا اور قلعہ دار کو باہر آنے کا حکم دیا تو اس کی آواز غدار اہل قلعہ کی شہنائیوں کی گونج میں ڈوب گئی تھوڑی دیر بعد ان غداروں کی ایک ٹولی باہر نکل کر انطونی کے رفیقوں پر ٹوٹ پڑی جو بڑی مشکل سے جان بچا کر جہازوں پر سوار ہو سکے کئی جہاز جلا دیے گئے یہ ہزیمت اٹھا کر انطونی اسکندریہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ آکٹیوین پیلوشیم کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے جو مصر کی مشرقی سرحد کا قلعہ ہے چند روز بعد اوائل جولائی میں پتا چلا کہ یہ قلعہ بھی غنیم کے ہاتھ آ گیا ہے۔

انطونی جس کے اعصاب اس کشمکش میں بول گئے تھے، غیظ و غضب میں ڈوبا ملکہ کے پاس پہنچا اور اسے الزام لگایا کہ تم نے آکٹیوین کی دل جوئی کے لئے خفیہ طور پر پیلوشیم کو اس کے حوالے کیا ہے ملکہ نے برات کا اظہار کیا بلکہ قلعہ دار پیلوشیم یعنی سیلیوکس کے بیوی بچوں کو گرفتار کر کے انطونی کے حوالے کر

دیا اگر اس معاملے میں میری سازباز ہو تو تم جو چاہو ان سے سلوک کرو۔

اس تجویز سے ملکہ کی بے گناہی ثابت ہوگئی مگر پیہم وشبہات نے انطونی کو بدل کر دیا تھا جانبازی کی آخری چنگاری سمجھ چکی تھی مایوسی و نا امیدی کے عالم میں اس نے اپنے بیٹے انٹیلیس کو بہت سا خزانہ دے کر پوفرو ینس کے ساتھ آکٹیوین کی خدمت میں بھیجا مدعا یہ تھا کہ اس رشوت سے سفاک دشمن کو ٹالنے کی سبیل نکالے آکٹیوین نے خزانہ تو رکھ لیا مگر انٹیلیس نے اپنے باپ کی جاں بخشی کے لئے جو کچھ کہا اسے اس کان سن کر اس کان اڑا دیا قلوپطرہ اس ذلیل وفد کی خبر سن کر نہایت آزردہ ہوئی حیران تھی کہ یہ شخص، جو کبھی دلیری و جانبازی میں شہرہ آفاق تھا، کس طرح بزدلی کی اس سطح پر اتر آیا ہے کہ غنیم کو دولت دے کر ٹالنے کا آرزومند ہے، بالخصوص جب یہ دولت بھی اس کی ذاتی نہیں بلکہ بیوی کی ہے داغ پر داغ یہ لگا کہ ایک رومی سینیٹر ڈولیس جو جولیس سیزر کے قاتلوں میں شامل تھا اور جوان دنوں انطونی کے ہاتھ آ گیا تھا، انطونی نے اسے پابجولاں آکٹیوین کی خدمت میں بھیج دیا یہ قاتل آخری شخص تھا جو اب تک جان بچاتا پھر رہا تھا از روئے اصول لازم تھا کہ انطونی اسے جولیس سیزر کے بیٹے سیزارین کے حوالے کر دیتا یا خود قتل کر ڈالتا مگر اس کے بجائے آکٹیوین کے حوالے کر دیا جس کے صاف معنی یہ تھے کہ میں تمھیں جولیس کا جانشین تصور کرتا ہوں آکٹیوین نے اس غدار کو فوراً قتل کرا دیا مگر انطونی کو اس کی رسید تک دینے کی زحمت نہ گوارا کی۔

آکٹیوین کی طرف سے مطلقاً نا امید ہو کر انطونی نے سپین یا کسی اور علاقے کی طرف بھاگ جانے کا فیصلہ کیا تا کہ سر دست کہیں سر چھپا سکے یا چھاپا مار جنگ جاری رکھے تا آنکہ سیاسیات روم میں کوئی امید افزا تبدیلی واقع ہو۔ مگر آخر اس نے یہ خیالات ترک کر دیے قلوپطرہ کی دلاوری نے غیرت دلائی جانبازی وشجاعت کے خون نے رگوں میں حرکت کی اور اس نے ملکہ کے دوش بدوش کھڑے ہو کر دارالسلطنت کی حفاظت میں جان دے دینے کا مصمم ارادہ کر لیا صورت حال اگر چہ خراب تھی مگر مایوس کن نہ تھیا سکندریہ بہت مستحکم شہر تھا چار رومی دستے شہر میں موجود تھے مقدرنی سپاہی بھی تھے جو یہیں کے ہو رہے تھے ان کے علاوہ مصری فوج کی ایک بڑی تعداد حدود شہر میں تھی ایکشیم سے واپس آنے والا بیڑا اور دوسرے بہت سے جہاز بندرگاہ میں لنگر ڈالے پڑے تھے اس طرح شہر کی حفاظت کے لئے ایک آسودہ حال مطمئن فوج تیار تھی جسے مصر کی لازوال دولت سے ماہ بہار تنخواہ ملتی تھی اس کے برعکس آکٹیوین کی فوج کو کئی ماہ سے تنخواہ نہیں ملی تھی۔

بایں ہمہ قلوپطرہ کو یہ امید نہ تھی کہ وہ اس مخمصے سے زندہ سلامت نکل سکے گی آکٹیوین متواتر خیر سگالی سے نیک نیتی کا یقین دلا رہا تھا مگر اس کے صلے میں انطونی کے سر کا طلب گار تھا اور قلوپطرہ یہ قیمت ادا کرنے کو تیار نہ تھی یہ آزمائش سخت صبر آزما تھی ڈوین کیشیس کا بیان ہے کہ آکٹیوین نے ملکہ سے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر تم انطونی کو ٹھکانے لگا دو تو جان بخشی کے علاوہ تمہاری

سلطنت بھی تمہیں بخش دوں گا پلوٹارک کا بیان بھی اتنا ہی واضح ہے یعنی آکٹیوین نے کہلا بھیجا تھا کہ اگر تم انطونی پر قتل کرا دو یا کم از کم اپنی حفاظت سے خارج کر دو تو تم مجھ سے ہر معقول عنایت کی امید رکھ سکتی ہو انطونی کی زندگی بھی اب ملکہ کے لئے بے مصرف ہو چکی تھی وہ جرأت و ہمت کے بجائے بزدلی کا مظاہرہ کرنے لگا تھا مگر ملکہ کی نسوانی وفاداری اور شاہانہ تمکنت اجازت نہ دیتی تھی کہ جان بچانے کے لئے شوہر کو قتل کرا دے اس نے پوری جرأت سے آکٹیوین کو کہہ دیا کہ اگر تمہیں میرے مخمور سیاہ مست شوہر کا ناکارہ سر اتارنے کی اتنی ہی بیتابی ہے تو شہر کی دیواریں توڑ کر اسے حاصل کرنے کی زحمت اٹھاؤ۔

اس عہد کے دستور کے مطابق ملکہ نے چند سال پہلے اپنا روضہ تیار کرایا تھا تاکہ مرنے کے بعد اسے وہاں دفن کیا جائے اور ایصال ثواب کے لئے چڑھاوے اور پروہتوں کی رسوم انجام دی جایا کریں بقول پلوٹارک اس روضے کی گرداگرد اور عمارتیں بھی تھیں جو یقیناً شاہی خاندان اور ارکان سلطنت کے لئے تھیں یہ عمارتیں سیما یعنی شاہی مقبرے سے الگ تھیں وہ شاہراہ قینو محض کے پہلو میں تھا اور یہ عمارات آئی سس کے مندر سے ملحق تھیں جو ساحل بحر پر بڑے پشتے کے مشرق میں واقع تھا پلوٹارک کی تصریحات کے بموجب ملکہ کا روضہ آئی سس کے مندر ہی کا ایک حصہ تھا اگر یہ قیاس درست ہے تو گویا ملکہ نے اپنی آخری آرام گاہ اس دیوی کے مندر کی حدود میں بنوائی تھی جس کا

اوتار اسے سمجھا جاتا تھا غالباً ملکہ کا مقصد یہ تھا کہ جب پجاری آئی سس کے مندر میں آئیں تو میری بارگاہ میں گردن جھکائیں اور میری خاک کو اس عظیم دیوی کی یادگار سمجھیں اگر چہ عموماً اس واقعے کو اہمیت نہیں دی جاتی مگر اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قلوپطرہ ہر حال میں اپنے آپ کو آئی سس یعنی زہرہ کا ارضی مظہر سمجھتی تھی۔

یہ روضہ اپنی رفعت و عظمت اور خوش نما فن کاری کے لئے مشہور تھا غالباً سنگ مرمر کا بنا ہوا اور متعدد کمروں پر مشتمل تھا نچلی منزل ایک چہل ستون ایوان سی تھی جس کا دہرا پھاٹک صنوبر کے منقش تختوں کا تھا۔ اندر کچھ آگے قبر کا کھلا ہوا تعویذ تھا جو کئی سال سے اس پری جمال ملکہ کو آغوش میں لینے کے لئے راہ دیکھ رہا تھا ایک زینہ اوپر کی منزل تک جاتا تھا جس کے کمروں کا فرش سنگ خارا کا تھا بالائی منزل کی کھڑکیوں سے ایک طرف آئی سس کے مندر کا صحن نظر آتا تھا اور دوسری طرف وسیع سمندر جیسا کہ مصری عمارتوں کا انداز تھا، نچلی منزل میں کھڑکیاں نہ تھیں روشنی صرف ان جھروکوں سے آتی تھی جو چھت کے قریب کہیں کہیں چھوڑ دیے گئے تھے جو لائی کی شدید گرمی بھی اس سنگین مقبرے کے زیریں حصے میں داخل ہونے سے معذور تھی کیونکہ ساحل کی تازہ ہوا بالائی منزل سے برابر آتی رہتی تھی اور چلچلاتی دھوپ کی تیز و تند شعاعیں باہر رہ جاتی تھیں اگر چہ ان کا ہلکا سا انعکاس سنگ مرمر کی دیواروں پر پڑتا رہتا تھا مشرقی پشتے پر سے امواج بحر کی پیہم دھن اور بحری پرندوں کی تیز آواز کمروں میں

گونجتی رہتی تھی مغرب کی جانب سے مندر کے پجاریوں کا جاپ اور فاصلے سے اہل اسکندریہ کی موہوم آوازیں ان ہوادار کمروں میں آئیں تو معلوم ہوتا کہ عالم بالا کی صدائیں ہیں!

ملکہ نے سوچ رکھا تھا کہ اگر آکٹیوین کو اسکندریہ کے محاصرے میں کامیابی ہوئی تو اس روضے میں چلی آؤں گی اور شکست کی صورت پیش آنے پر خودکشی کرلوں گی اس مقصد کے پیش نظر اس نے اپنا خزانہ، زیورات، جواہرات اور تمام بیش قیمت اشیا یہاں اٹھوا منگائی تھیں بالائی منزل کے ایک حصے میں سوکھی لکڑیوں کے انبار پر یہ سارا سامان رکھوا دیا کہ اگر مصائب حیات کا خاتمہ کرنا ضروری ہو جائے تو مہلک افعی سے بازو میں ڈسوا کر مرتے مرتے لکڑیوں کے فتیلے میں آگ لگا دے اور اپنے جسم کے ساتھ خزانے کو بھی تباہ کر ڈالے مگر سر دست وہ قصر میں بیٹھی مدافعت کی تیاری میں مصروف تھی۔

اواخر جولائی میں آکٹیوین کی فوجیں شہر پناہ کے سامنے اتریں اور اس پشتے کے اردگرد خیمہ زن ہوگئیں جو شہر سے مشرق میں چٹانی زمین پر واقع تھا اس نازک وقت میں انطونی کی بجھتی ہوئی جرأت و ہمت کا شعلہ پھر بھڑکا اپنے سپاہیوں کو سمیٹ کر نکلا اور آکٹیوین کے سواروں پر اس صدمے سے گرا کہ انہیں شکست دے کر کیمپ تک پیچھا کرتا چلا گیا یہاں سے واپس مڑا اور قصر میں اس طرح داخل ہوا کہ زرہ پر خاک اور خون کی تہ جمی ہوئی تھی اسی عالم میں ملکہ سے بغلگیر ہوا اور جوش محبت میں سب کے سامنے اس کے بوسے لیے پھر ملکہ

سے اپنے ایک افسر کی سفارش کی جس نے لڑائی میں جانبازی کی داد دی تھی ملکہ نے فوراً اس سردار کو طلائی خود اور بکتر عطا کیا زمانے کا حال کچھ کہا نہیں جاتا اسی رات یہ ناشکرا سردار یہی زرہ بکتر پہنے آکٹیوین کے لشکر میں جا ملا۔

اگلی صبح انطونی نے طفلانہ شوخ چشمی سے آکٹیوین کو تنہا تیغ آزمائی کی دعوت دی جیسا کہ معرکہ ایکشیم سے پہلے بھی ایک بار کیا تھا اس پر آکٹیوین نے یہ طنز آمیز جواب دیا کہ تمہیں زندگی ختم کرنے کے لئے اور بہت سے طریقے ملیں گے اب انطونی نے فیصلہ کیا کہ طویل محاصرے کی کشمکش میں مبتلا ہونے کے بجائے سمندر اور خشکی پر ایک گھمسان کے معرکے میں قسمت کا فیصلہ کر لے ملکہ بھی اس تجویز سے متفق ہوگئی اور فوج کو حکم سنا دیا کہ یکم اگست کو ڈٹ کر جنگ ہوگی 31 جولائی کی رات کو انطونی نے جس کی ہمت برابر ساتھ دے رہی تھی اپنے نوکروں کو ہدایت کر دی کہ آج رات مجھے کھلانے اور شراب پلانے میں کسر باقی نہ رکھنا کیونکہ عین ممکن ہے کہ کل شام تمہارا آقا جو بیکس دیوتا کا اوتار ہے میدان جنگ میں خاک و خون میں آلودہ پڑا ہو اور تم ایک نئے آقا کی خدمت میں ہو اس پر اس کے دوست رونے لگے مگر انطونی نے انہیں سمجھا کر تسلی دی کہ مجھے قتل ہو جانے کے بجائے فتح یاب ہونے کی قوی امید ہے۔

خاصی رات گئے جب چاروں طرف سناٹا چھایا ہوا تھا اور بحری نسیم بالکل تھم کر رات کی گرم تاریک اُمس میں تبدیل ہو چکی تھی دور سے نفیریوں اور جھانجوں کی صداؤں میں ملی ہوئی رقص و سرود کی تانیں سنائی دیں یہ پر اسرار

طرب انگیز آوازیں قریب تر ہوتی گئیں یہاں تک کہ رقاصاؤں کے پاؤں کی ٹھوکریں صاف سنائی دینے لگیں رقص ونغمہ کی نشاط افروز تانوں میں شور وغوغا کا ہنگامہ ملا ہوا تھا پلوٹارک لکھتا ہے کہ عیش وطرب کا یہ پرشور جلوس شہر کے بیچوں بیچ سے گزرتا باب قینوفص تک پہنچا جہاں یہ ہنگامہ خیز آوازیں انتہائی زورشور سے سنائی دیں اور یکا یک یک لخت خاموش ہوگئیں کچھ پتا نہ چلا کہ یہ پراسرار جلوس کدھر سے آیا تھا اور کہاں گیا مگر ان تمام اشخاص کو جو رات کے سناٹے میں آسمانی نغمہ وسرود کا ہنگامہ سن رہے تھے، یقین ہوگیا کہ یہ اندر دیوتا (بیکس) کا جلوس تھا جو آج اپنے ارضی مظہر (انطونی) سے منہ موڑ کر اس کے ظفرمند حریف کی طرف چلا گیا ہے۔

اگلی صبح روشنی پھیلتے ہی انطونی اپنا لشکر لئے شہر کے مشرقی دروازوں سے نکلا فوج کے دستوں کو ساحل سے کچھ ادھر ایک بلند سطح پر ترتیب دیا اس بلندی سے اس نے اپنے بیڑے کو بندرگاہ سے نکل کر حریف کے جہازوں کی طرف بڑھتے دیکھا جو شہر سے مسغرق کی طرف دو تین میل کے فاصلے پر لنگر انداز تھے مگر تھوڑی دیر بعد یہ دیکھ کر سناٹے میں آگیا کہ مصری بیڑے نے آکٹیوین کے جہازوں پر حملہ کرنے کے بجائے اپنے پتواروں سے انہیں سلامی دی اور جب انہوں نے بھی پتوار اٹھا کر جوابی سلام دیا تو یہ بیڑا خاموشی کے ساتھ ان سے جاملا! اس صدمے سے سنبھلنے نہ پایا تھا کہ اپنے رسالے کو دیکھا جو سرپٹ دوڑتا غنیم کی طرف پہنچا اور اس کے رسالے میں مل گیا اب صرف پیدل فوج

باقی رہ گئی تھی، جو کسی طرح حریف کے جوڑ کی نہ تھی تقدیر سے کہاں تک لڑتا!
میدان سے قصر کی طرف پلٹا اور یوں چلاتا ہوا دوڑا کہ ملکہ نے غداری کی ہے
قصر میں اس طرح گھسا کہ بدحواس افسر اس کے پیچھے آ رہے تھے اور وہ ان
کے آگے آگے ملکہ کو گولیاں کوسنے دیتا چلا چلا کر کہہ رہا تھا کہ جس عورت کی
خاطر میں نے لوگوں کو اپنا دشمن بنالیا اس نے مجھے انہیں دشمنوں کے ہاتھ میں
پھنسوا دیا ہے ملکہ نے یہ ہنگامہ سنا اور سمجھ گئی کہ اگر میں اس کے سامنے آئی تو یہ
جنون و یاس میں مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا فوراً بھاگی برآمدوں اور غلام
گردشوں سے گزرتی، ویران صحن اور سنسان ایوان میں سے جھپٹتی، ہانپتی کانپتی
روضے تک پہنچی صرف دو جاں نثار کنیزیں یعنی ایراس اور ستار میان ساتھ تھیں
عہدہ دار سنتری دربان سب کے سب بیڑے اور رسالے کی غداری کا شور
سنتے ہی بھاگ گئے تھے مندر کے پاس چند پجاری البتہ کھڑے تھے جنہوں
نے بدحواس ملکہ کو بمشکل پہچانا ہوگا!

ملکہ اور دونوں کنیزیں گرتی پڑتی روضے میں داخل ہوئیں جسے محافظ کبھی
کے چھوڑ بھاگے تھے تینوں نے ملکر پھاٹک بند کیا چٹخنیاں چڑھائیں اور مزید
مضبوطی کے خیال سے میزیں کرسیاں وغیرہ اڑا دیں اس کے بعد بالائی منزل
میں پہنچیں اور خوف و اضطراب کے ہیجان میں بیدم ہو کر صوفوں پر گر پڑیں
انہوں نے دور سے انطونی کے افسروں کو روضے کی طرف جھپٹتے دیکھا قلوپطرہ
خودکشی کے لئے تیار ہو چکی تھی چنانچہ ان افسروں نے یہ خبر انطونی تک پہنچا دی

تھوڑی دیر بعد جب ہیجان و خلفشار ذرا کم ہوا تو ملکہ نے خودکشی کا خیال ملتوی کر دیا اور انتظار کرنے لگی کہ مجھ سے آکٹیوین کا رویہ کیسا ہے غرض طبیعت سنبھالی مشرقی کھڑکیوں سے سمندر کی طرف نظر ڈالی اور حسرت سے اپنے بیڑے کو دیکھا جو آکٹیوین کے بیڑے کے دوش بدوش بندرگاہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

یہ فرض کرنے کی مطلقاً کوئی وجہ نہیں کہ ملکہ نے انطونی سے غداری کی تھی یا بیڑے اور رسالے کی غداری میں اس کا ہاتھ تھا اسے یہ خبر میں غیر متوقع صدمے ایک غیبی بم کی طرح محسوس ہوئی ہوں گی رہے انطونی کے الزامات اور شبہات ان کا اسے اطلاق نہ ہوا ہوگا کیونکہ ان آخری دو سال میں اس کی غلط اندیش فطرت ہر معاملے کو غلط انداز سے دیکھنے لگی تھی بیڑے اور فوج کی یہ غداری قطعاً فطری بلکہ ناگزیر تھی ایک روز پہلے انطونی نے آکٹیوین سے سپاہیوں کو بڑی رقموں کا لالچ دے کر توڑنے کی کوشش کی تھی آکٹیوین نے بھی انطونی کے رفیقوں کو گانٹھنے کا بندوبست کیا ہوگا ملکہ کے بیڑے کے ملاح ایک سال پہلے خلیج امیر یشیا میں انطونی کے رومی ملاحوں سے گھل مل گئے تھے یہی رومی ملاح ایکشیم کی شکست کے بعد آکٹیوین کے بیڑے میں شامل ہو گئے تھے ممکن نہ تھا کہ شاہی بیڑے کے مصری ملاح اپنے ان رومی دوستوں کے خلاف جنگ آزما ہوتے جن کی مہمان نوازی و مدارات اور ذاتی شجاعت کا سکہ ان کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔

اضطراب و ہیجان نے انطونی پر ایسا غلبہ پالیا تھا کہ اس کے لئے صحیح غور و فکر یا زباں کو روکنا ممکن ہی نہ تھا قصر میں داخل ہوا تو دیوانوں کی سی حالت تھی ملکہ کو مصر کو اور تمام غدار رفیقوں کو بے تحاشا کوس رہا تھا اتنے میں وہ سردار جنہوں نے ملکہ کا رفعے تک تعاقب کیا تھا یہ خبر لائے کہ اس نے خودکشی کر لی ہے کنیزوں سے بات کر کے انہوں نے یہی نتیجہ اخذ کیا تھا یہ سنتے ہی انطونی پر بجلی سی گری، طاقت سلب ہو گئی غیظ و غضب کافور ہو گیا اس کے بعد ہیجان دماغ نے واقعے کی پوری اہمیت محسوس کی غصے اور شبہے کے بجائے دل میں محبت کا طوفان اٹھا اور اپنے آپ سے یوں مخاطب ہوا ''کیوں انطونی! اب کس بات کا انتظار ہے؟ دنیا میں ایک ہی ہستی تھی جس کی خاطر تجھے زندگی عزیز ہو سکتی تھی بے رحم موت اسے چھین چکی ہے۔''

یہ کہہ کر خواب گاہ میں گھسا جلد جلد زدہ بکتر اتارا جاں نثار غلام عیروص کو اعانت کے لئے پکارا اس کے بعد جب بالائی لباس اتار کر اپنا سینہ برہنہ کر رہا تھا ملکہ کی روح سے یوں مخاطب ہوا'' قلوپطرہ! مجھے تمہاری جدائی کا غم نہیں کیونکہ یہ جدائی ابھی ختم ہوئی جاتی ہے ہاں لوگوں کے طعنوں کا خیال ہے جو کہیں گے کہ انتابڑا سورما ہمت کے معاملے میں ایک عورت سے پیچھے رہ گیا'' ابھی کچھ عرصہ پہلے وہ عیروص سے حلف اٹھوا چکا تھا کہ جب میرا آقا مجھے حکم دے گا میں اسے قتل کر دوں گا اب عیروص کی طرف مڑ کر اسے اس کی حلف کی یاد دلائی اور حکم دیا کہ تلوار میرے سینے میں بھونک دے عیروص نے تلوار سنبھالی

گویا حکم کی تعمیل کرنے کو ہے مگر یکا یک گھوما تلوار کا پھل قبضے تک اپنے سینے میں اتار لیا اور وہیں گر کر ٹھنڈا ہو گیا مدہوش و مبہوت انطونی اس کی لاش پر جھک کر پکارا ''عیروص! تمہیں خود اپنے آقا کو قتل کرنے کی ہمت نہ ہوئی مگر تم نے اسے راستہ خوب بتایا'' یہ کہتے کہتے تلوار سینے میں بھونک لی اور بستر پر گر پڑا۔

زخم فوراً مہلک ثابت نہ ہوا خون تھمتے ہی اسے ہوش آ گیا چند مصری خادم اس کے گرد جمع ہو گئے تھے جن سے اس نے التجا کی کہ ایک اور وار کر کے مجھے اس جاں گسل تکلیف سے نجات دلا دو خادموں نے جو اسے زندہ پایا تو اسے وہیں کلبلاتا چھوڑ رفو چکر ہوئے اگر ان میں سے ایک دو نے یہ خبر ملکہ تک پہنچا دی اور ملکہ کا ایک معتمد فوراً یہ پیغام لے کر انطونی کے پاس پہنچا کہ میں بدنصیب ابھی زندہ ہوں اور تمہیں اپنے پاس بلانا چاہتی ہوں انطونی نے بے اختیار خادموں کو حکم دیا کہ مجھے اسی حال میں ملکہ تک لے چلو انہوں نے اسے بازوؤں پر اٹھا کر ایک ڈولی میں رکھا اور روضے کی طرف لے چلے پھاٹک پر پہنچنے تک لوگوں کا انبوہ جمع ہو گیا اور ملکہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ان میں سے بعض نمک حرام پھاٹک کھلتے ہی مجھے پکڑ کر آکٹیوین کے پاس نہ لے جائیں اس حیص بیص میں انطونی پھاٹک کے باہر پڑا کراہتا تھا اور ملکہ سے التجا کرتا تھا کہ کاش میرا دم تمہاری آغوش میں نکلے پلوٹارک کا بیان ہے کہ ملکہ نے اس کی دردناک آہ و زاری سن کر اوپر سے رسے لٹکا دیئے۔ لوگوں نے انطونی کو رسوں سے باندھ دیا اور ملکہ نے اپنی دو کنیزوں کی مدد سے اسے بہ ہزار دقت اوپر کھینچا

جولوگ موجود تھے ان کا بیان ہے کہ چشم انسان نے ایسا دردناک منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا خاک وخون میں آلودہ قریب مرگ انطونی اپنے دونوں بازو اوپر کو پھیلائے تھا اور بجھتی ہوئی طاقت سے اپنا جسم اوپر اٹھائے رکھنے کی کوشش کر رہا تھا تینوں عورتیں اپنے کمزور بازوؤں کی پوری طاقت سے اسے کھینچ رہی تھیں اور ہمدردتماشائی نیچے کھڑے چیخ چیخ کر ان کی ہمت افزائی کر رہے تھے کھڑکی زمین سے خاصی بلند ہوگی اور میرا خیال ہے کہ لوگوں نے سیڑھیاں لگا کر انطونی کو خاصی بلندی تک پہنچا دیا ہوگا ورنہ ان تینوں عورتوں کے لئے انطونی جیسے تنومند آدمی کو اوپر کھینچنا قطعاً ناممکن تھا۔

غرض ہزار محنتوں سے ان تینوں نے انطونی کو کھڑکی کے راستے گھسیٹ کر بستر پر ڈالا جہاں وہ کشاکش کی تکلیف سہ کر بیہوش ہوگیا قلوپطرہ غم سے نڈھال تھی زار زار روتی سر و سینہ پیٹتی اور لباس کے ٹکڑے اڑائے دیتی تھی ساتھ ساتھ انطونی کے زخم سے بہتے خون کو روکنے کی تدبیر بھی کر رہی تھی یہاں تک کہ اس کا چہرہ اور گردن اس کے خون سے گل رنگ ہو گئے فرش پر پڑی لوٹتی تھی اور اسے اپنا شوہر، اپنا شہنشاہ کہہ کر پکارتی تھی برسوں کی دبی دبائی محبت کا شعلہ یکا یک ایسا بھڑکا کہ جوش غم میں اس نازک صورت حال کو بالکل بھول گئی جس سے خود دوچار تھی کچھ دیر بعد انطونی کو ہوش آیا شراب مانگی جسے پی کر کچھ سنبھلا ملکہ کو تسلی دے کر کہا کہ ہو سکے تو آکٹیوین سے باعزت سمجھوتا کر لینا اور آکٹیوین کے ساتھیوں میں سے پروکولیس کے سوا اور کسی پر ہرگز بھروسا نہ کرنا پلوٹارک کا

بیان ہے کہ عین مرتے وقت اس نے ملکہ سے کہا کہ میری موجودہ حالت کا خیال کر کے غمگین نہ ہونا بلکہ صرف یہ یاد کر کے خوش ہونا کہ میں عمر بھر ایک کامیاب و کامران اور اقبال مند جرنیل رہ چکا ہوں۔ رہا یہ انجام سو اس کا کچھ غم نہیں ایک رومی کو دوسرے رومی نے پچھاڑ ہی دیا تو کیا ہوا یہ کہتے کہتے گردن ڈھل گئی اور اس رفیقہ حیات کے بازوؤں میں دم نکل گیا جس کے مفادات کی وہ جیتے جی چنداں حفاظت نہ کر سکا تھا اور جسے مرتے وقت مصائب حیات کا مقابلہ کرنے کے لئے تنہا چھوڑ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆

بیس

آکٹیوین کی فتح یابی اور قلوپطرہ کی خودکشی

اس وقت قلوپطرہ کی اندوہناک حالت حد درجہ دل دوز تھی شوہر کی خون آلود نعش سامنے پڑی تھی دونوں خواصیں ریراص اور شارمیان یونانی دستور کے مطابق سینہ کوبی کر رہی تھیں عین دوپہر کا وقت تھا تیز دھوپ کا عکس کمرے کو منور کر رہا تھا اور خون کے وہ داغ صاف نظر آ رہے تھے جو انطونی کو کھڑکی سے گھسیٹ کر بستر تک لانے میں قالینوں پر پڑ گئے تھے روضے کی دیواروں کے نیچے چند مصری اور رومی جمع تھے اور غالباً وہ سیڑھیاں جن کے ذریعے سے انطونی کو کھڑکی تک اٹھایا گیا تھا، بدستور دیواروں سے لگی ہوئی تھیں ایک طرف سے سمندر کی گرج سنائی دے رہی تھی اور دوسری جانب سے آکٹیوین کے سپاہیوں کے نعرے اور ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ یہ اعلان کر رہی تھی کہ غنیم شاہی قصر میں داخل ہو چکا ہے صاف نظر آ رہا تھا کہ اب اسے اطاعت قبول کرنے کا حکم دیا جائے گا بلکہ کیا عجب ہے گرفتار کر لینے کی فکر ہو مگر گرفتاری کے لئے وہ ہرگز تیار نہ تھی صاف الفاظ میں کہلا چکی تھی کہ گرفتاری کی کوشش کی گئی تو لکڑیوں کو آگ دے کر بھڑکتے شعلوں میں کود جاؤں گی۔ گرفتاری اور اس کے بعد جشن فتح میں تشہیر کئے جانے کی ذلت کا وہ تصور تک نہ کر سکتی تھی البتہ با

عزت سمجھوتے کے لئے تیار تھی بشرطیکہ اس کے خاندان اور حکومت کی بقا کا یقین دلایا جائے اس نظر سے دونوں خواصوں کو مسلح کر کے کھڑکی پر متعین کر دیا اور حکم دے دیا کہ اگر دشمن کھڑکی کے راستے داخل ہونے کی کوشش کرے تو انہیں جتا دینا کہ میں ان کے نحس قدم کھڑکی تک پہنچنے سے پہلے اپنے خزانے اور بے بہا جواہرات وزیورات سمیت بھڑکتی آگ میں کود پڑوں گی۔

انطونی کو ختم ہونے چند ہی منٹ گزرے تھے کہ وہی پروکولیس جس کا ذکر وہ وقت مرگ کر چکا تھا، پھاٹک پر آ پہنچا اور آکٹیوین کی طرف سے ملکہ کی خدمت میں بازیابی کی التجا کی اس کے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز صدائے مرگ کی طرح ملکہ کے کان میں پہنچی ہوگی جو زینے کے اوپر منتظر کھڑی تھی انطونی کی وصیت کے باوجود وہ پروکولیس پر کامل اعتماد کرنے اور اسے اندر بلا لینے پر آمادہ نہ تھی گرفتاری کا خطرہ سامنے تھا تذبذب کے عالم میں شوہر کی نعش کے گرد پھر رہی تھی یکا یک نیچے اتری اور تاریک ایوان میں دروازے کے پاس پہنچ کر پروکولیس کو نام لے کر پکارا اس نے باہر سے جواب دیا اس طرح مختصر سی گفتگو ہوئی قلوپطرہ اطاعت کے لئے آمادگی ظاہر کر رہی تھی بشرطیکہ آکٹیوین اس بات کا وعدہ کرلے کہ اس کا تاج وتخت اس کے بیٹے سیزارین کو منتقل ہو جائے گا پروکولیس اسے یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ آکٹیوین تم سے انتہائی مراعات روا رکھے گا قلوپطرہ ان خالی خولی باتوں سے مطمئن نہ ہو سکی اور پروکولیس واپس چلا گیا آکٹیوین کے پاس پہنچ کر اسے صورت حال سے آگاہ

کیا اور بتایا کہ اگر پھرتی اور چالاکی سے کام لیا جائے تو سیڑھیوں کے ذریعے سے کھڑکی میں داخل ہو کر ملکہ کو پکڑ لینا کچھ دشوار نہیں۔ یہ سن کر آکٹیوین نے اسے اور کارنیلس گیلس کو ملکہ کی گرفتاری پر مامور کیا شام ہو چکی تھی کہ یہ دونوں روضے پر پہنچے موخر الذکر نے پھاٹک پر دستک دی قلوپطرہ فوراً اتر کر نیچے آئی اور بند دروازے سے اس سے گفتگو کرنے لگی دونوں خواصیں بھی کھڑکی سے ہٹ کر یہ گفت وشنید سننے کے لئے ملکہ کے پیچھے سیڑھیوں پر آ کر کھڑی ہوئیں۔

جب پروکولیس نے ملکہ کو اطاعت کی شرطیں طے کرنے میں مشغول دیکھا تو تیزی سے مڑا پچھلی طرف پہنچ کر سیڑھیاں لگائیں اور دو رومی افسروں سمیت پھرتی سے کھڑکی کے راستے بالائی منزل میں داخل ہو گیا انطونی کی لاش کے پاس سے جھپ دینے کی طرف بڑھا جبل کے نیچے دونوں خواصیں کھڑی تھیں بے خبر ملکہ کو بھی دیکھا جو ہنوز گفت وشنید میں مشغول تھی اتنے میں ایک خواص نے اسے دیکھ کر چیخ ماری اور چلا کر ملکہ کو آگاہ کیا ''ناشاد قلوپطرہ تم گرفتار ہونے کو ہو'' ملکہ گھوم کر سیدھی ہوئی رومی افسر کو دیکھ کر معاملے کی نزاکت سمجھ گئی کمر سے خنجر نکال کر نازک ہاتھ کی پوری لمبائی پھیلا دی تا کہ اپنے سینے پر بھرپور وار کر کے زندگی کے عذاب سے چھوٹ جائے مگر پروکولیس اس سے کہیں تیز تھا بجلی کی طرح لپکا اور زقند بھر کر ملکہ پر اس طرح آ پڑا کہ وہ کمر کے بل دروازے سے ٹکرائی پھرتی سے ہاتھ مروڑ کر خنجر چھین لیا اور اس کے دونوں ہاتھ پہلوؤں

سے ملا کر اپنے آدمیوں کو تلاشی کا حکم دیا تا کہ اور اسلحہ یا زہر چھپا ہوا ہو تو پتا چل جائے اس کے بعد ملامت آمیز لہجے میں ملکہ کو سرزنش کی قلوپطرہ! کتنی شرمناک بات ہے کہ تم خودکشی کر کے آکٹیوین کو رحم و کرم کا مظاہرہ کرنے سے محروم رکھنا چاہتی تھیں اور دنیا کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرنے والی تھیں کہ یہ نرم دل جرنیل ایک شقی القلب بے رحم دشمن ہے! پھر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ چٹخنیاں وغیرہ کھینچ کر پھاٹک کھول دو۔

پھاٹک کھلنے پر کارنیلیس گیلیس وغیرہ بھی اندر داخل ہو گئے اور ملکہ کو کنیزوں سمیت حراست میں لے لیا کچھ دیر بعد انطونی کا آزاد غلام یوفروڈیٹس یہ احکام لے کر آیا کہ ملکہ سے انتہائی احترام کا برتاؤ کیا جائے مگر ساتھ ساتھ پوری احتیاط کی جائے کہ وہ خودکشی نہ کر سکے ان احکام کی تعمیل میں رومی افسروں نے ملکہ کو بالائی منزل کے ایک کمرے میں ٹھہرا دیا اور اچھی طرح تلاشی لے کر اطمینان کر لیا کہ وہاں زہر یا اسلحہ پوشیدہ نہیں۔

سورج ڈوبنے سے ذرا پہلے مظفر و منصور آکٹیوین اسکندریہ میں باقاعدہ داخل ہوا عوام کو یہ یقین دلانے کے لئے کہ میں بالطبع صلح پسند، رحم دل اور فیاض ہوں، اسکندریہ کے ایک ذی علم فلسفی ایری یس کو رتھ میں اپنے ساتھ سوار کر لیا جلوس شاہراہ قینوفص کے راستے بڑھا اور لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آکٹیوین ایری یس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے نہایت نرمی سے باتیں کر رہا ہے فوراً سارے شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ رحم دل فاتح انطونی کی موت کی خبر

سن کر فرط غم سے رو پڑا اور یہ کہ اس نے انطونی کے تلخ و تند خطوط اور اپنے معقول جواب سنا سنا کر لوگوں کو بتا دیا کہ لڑائی مجھ پر زبردستی ٹھونسی گئی تھی۔ فوج کو حکم سنا دیا کہ لوٹ مار یا ظلم و تعدی کی سخت ممانعت ہے خوف زدہ مصری گھروں کے کونوں سے نکلنے لگے شہر کے عمائد کو حکم ملا کہ ورزش خانے میں جمع ہوں یہاں شفق کی سہانی سرخی میں آکٹیوین ان سے خطاب کرنے کھڑا ہوا اس کے اٹھتے ہی تمام عمائد و عوام سجدے میں گر گئے آکٹیوین نے انہیں اٹھنے کا حکم دیا اور اعلان کر دیا کہ چند وجوہ سے میں تم لوگوں کی غلطیاں معاف کرتا ہوں اول سکندر اعظم کے احترام میں جو اس شہر کا بانی تھا دوسرے خود شہر کی وسعت و خوبصورت کے لحاظ سے تیسرے سیرافس دیوتا کی حرمت کی لیاں سے اور چوتھے ایری یس جیسے عالم فاضل کو خوش کرنے کے لئے جس کی درخواست پر میں بہت سے مجرموں و جان بخشی کرنے والا ہوں۔

اس طرح اہل شہر کو مطمئن رک کے جو اسے اپنا نجات دہندہ سمجھ چکے تھے۔ آکٹیوین اپنے کیمپ میں داخل ہوا انطونی اور قلوپطرہ کے وہ تمام ارکان سلطنت جن سے ایری یس کو چنداں لگاؤ نہ تھا سزاوار قتل ٹھہرے اور ان کے احکام قتل جاری کر دیئے گئے انطونی کا لڑکا انٹیلس جو بھاگ کر ایک مندر میں چھپ گیا تھا، اپنے نمک حرام اتالیق تھوڈورس کی غمازی سے گرفتار ہوا اور فوراً قتل کر دیا گیا جلاد نے اس کا سر کاٹا ہی تھا کہ تھیوڈورس نے لاش کی گردن میں سے ایک قیمتی زیور چرا کر جیب میں رکھ لیا یہ چوری پکڑی گئی اور اسے آکٹیوین

کے سامنے پیش کیا گیا، جس نے فوراً اسے وار پر کھینچنے کا حکم دیا قلوپطرہ کے دونوں بچوں یعنی خردسال بطلیموس اور قلوپطرہ سیلین کو کڑے پہرے میں رکھا گیا قلوپطرہ کو جتا دیا گیا کہ اگر تم نے خودکشی کی کوشش کی تو دونوں بچوں کو بھی قتل کر دیا جائے گا اس طرح آکٹیوین کو اس کی طرف سے اطمینان ہوا پلوٹارک بھی لکھتا ہے کہ ''اس دھمکی سے ملکہ کا عزم متزلزل ہو گیا۔''

انطونی کی لاش تجہیز و تکفین کے لئے تیار ہو چکی تھی لاش کو حنوط کے ذریعے سے محفوظ کرنے کی رسم اسکندریہ میں ابھی باقی تھی مگر انطونی کے متعلق چنداں اہتمام نہ کیا گیا رومی افسروں اور غیر ملکی عمائد نے ازراہ احترام انطونی کی تجہیز و تکفین اپنے ذمے لینی چاہی مگر قلوپطرہ کی خواہش کے احترام میں جنازہ اس کے حوالے کر دیا اور یہ حکم ہو گیا کہ اس معاملے میں ملکہ کی خواہشات ملحوظ رکھی جائیں غم زدہ تباہ حال قلوپطرہ ماتم کناں کنیزوں خواصوں کے ہجوم میں سر جھکائے میت کے ساتھ تھی آگے آگے پجاری لوبان سلگاتے، دعائیں گنگناتے مقبرے کی طرف رواں تھے جو چند سال پہلے ملکہ کے روضے کے پاس تعمیر ہوا تھا قلوپطرہ انطونی کا نام لے لے کر پکار رہی تھی اور بے دریغ سر و سینہ پیٹتی تھی اسے مرنے والے سے جو جو اختلاف تھے انہیں قطعاً فراموش کر کے اس کی خوبیاں یاد کر کے ماتم کر رہی تھی مرنے والے کی وصیت بھی یہی تھی تنہا رہ جانے کا ہولناک احساس بیتے دنوں کی یاد دلا رہا تھا شدت غم میں بار بار خودکشی کا خیال آیا ہو گا مگر بے رحم زمانے نے اس طرح مجبور کر دیا تھا کہ یہ

آرزو پوری کرنی بھی مشکل تھی علاوہ بریں انتہائے یاس کے باوجود تخت وتاج بچا لینے کی امید ابھی اس کے دل میں باقی تھی یہ تو اسے یقین تھا کہ مجھے تخت سلطنت سے الگ کر کے جلاوطن کر دیا جائے گا مگر آکٹیوین کے برتاؤ سے یہ مترشح ہوتا تھا کہ وہ مصر کی سلطنت اس کی اولاد کو بخش دے گا غریب کو کیا خبر تھی کہ اس امید افزا برتاؤ سے دغاباز فاتح کا مدعا صرف یہ ہے کہ کسی طرح ملکہ کو زندہ رہنے پر مائل کرے تا کہ یہ پا بہ جولاں روم لے جا کر جشن فتح میں اس کی تشہیر کر سکے اسے مطلق اندازہ نہ تھا کہ آکٹیوین کے تمام امید افزا پیغامات عیاری ومکاری پر مبنی ہیں اور یہ کہ عین اس وقت جب وہ اس کی اولاد کی جاں بخشی کے وعدے کر رہا تھا، بندرگاہ برنیس کو خط پر خط بھیج کر سیزارین کو بلانے کا بندوبست بھی کر رہا تھا تا کہ جوں ہی یہ بدنصیب شہزادہ آئے اسے قتل کرا کے قصہ پاک کر دے۔ اس نے نہ کبھی آکٹیوین کو دیکھا تھا نہ اس کی طبیعت سے واقف تھی چاہتی تھی کہ اس سے ایک آخری التجا کرے مصر اور روم کے متحدہ تخت سلطنت پر جلوس کرنے کا منصوبہ خواب پریشاں بن چکا تھا اب اس کی تمنا محض یہ تھی کہ جس طرح ہو سکے امیدوں کے تباہ شدہ جہاز میں سے اپنا ابتدائی اثاثہ یعنی موروثی سلطنت کا کوہ نور بچا لے۔ اس مقصد کے لئے کچھ دنوں اور جینا چاہتی تھی اور کمال صبر واستقلال سے اس زندگی کے مصائب برداشت کر رہی تھی جو ہجوم غم سے ایک بھیانک خواب بن چکی تھی۔

شوہر کی لاش کو سپرد خاک کر کے روضے میں واپس آئی تو تیز بخار میں مبتلا

ہوگئی کئی دن تک ہذیانی کیفیت رہی بے دریغ ماتم کرنے سے سر و سینہ زخمی ہو گیا تھا اس کی تکلیف الگ تھی ہذیان کی حالت میں بار بار اس کے منہ سے یہی الفاظ نکلتے تھے کہ میں جشن فتح میں ہرگز ہرگز تشہیر ہونے کو تیار نہیں شدت غم میں یہی التجا کرتی تھی کہ مجھے مر جانے دو کچھ دنوں تک کھانا پینا حرام کرلیا اور اپنے معالج اولمپس سے استدعا کی کہ مجھے کسی طرح غم زندگی سے نجات دلا دے آکٹیوین نے یہ تشویشناک خبریں سن کر اسے ایک بار پھر جتایا کہ اگر تم نے زندہ رہنے کی کوشش نہ کی تو تمہارے بچوں سے برا سلوک کیا جائے گا مامتا کی آنچ سے مجبور ملکہ نے پھر زندہ رہنے کی جدوجہد کی اور دوائیں وغیرہ پینے لگی۔

پلوٹارک کا بیان ہے کہ اس طبیب نے ملکہ کے آخری ایام کی پوری سرگزشت قلمبند کی ہے غالباً یہی اس کا ماخذ ہے۔

اگست کا مہینا اس طرح تمام ہوا اب زار و نزار ملکہ اس قابل ہو چکی تھی کہ بستر سے اٹھ کر ادھر ادھر چل پھر سکے عمر کی اڑتیسویں منزل میں تھی وہ تازگی و رعنائی، جو اس کا امتیازی وصف تھا، ختم ہو چکی تھی مگر زرد چہرے کے اوپر سیاہ آنکھوں کی دلکش چمک بدستور تھی اور بکھرے ہوئے سیاہ تت یسو غم زدہ حسن کی شان بڑھا رہے تھے ابتلا و مصائب کے باوجود فسوں ساز و پرسوز آواز کا چلتا جادو برقرار تھا حسن غمگیں کی متانت بھری دل فریبی اتنی کشش رکھتی تھی کہ ایک رومی افسر کارنیلیس ڈولا بیلا جو اس کی نگرانی پر مامور تھا، اس کا جاں نثار خادم بن گیا اور یہ وعدہ کرلیا کہ تمہاری بابت جو کچھ مجھے آکٹیوین سے معلوم ہوا

کرے گا، آ کر بتا دیا کروں گا۔

28 اگست کو جب وہ اپنے فرش استراحت پر غم میں ڈوبی ہوئی سمندر پر خالی نظریں جمائے لیٹی تھی، اس کی خواصیں دوڑتی آئیں اور اطلاع دی کہ آکٹیوین شرف باریابی حاصل کرنے آ پہنچا ہے انطونی کی تجہیز و تکفین تک آکٹیوین نے ملکہ سے ملنا مناسب نہ سمجھا تھا پھر اس کے بعد کئی دن تک وہ بیمار رہی اب کہ اسے کچھ افاقہ ہو چکا تھا، رومی فاتح حسب دستور اسے صحت یابی کی مبارک باد دینے کے لئے آیا مگر ایسا غیر متوقع آیا کہ ملکہ کو سنبھال کر بیٹھنے تک کی مہلت نہ ملی پلوٹارک کا بیان ہے کہ جوں ہی وہ کمرے میں داخل ہوا، ملکہ جو خالی ایک شلوکا پہنے لیٹی تھی، اچھل پڑی اور اٹھ کر اس کے قدموں میں گر گئی بکھرے ہوئے بال ڈوبی ہوئی آنکھیں، کپکپاتی آواز اور حیران چہرہ دلی پریشانی کے غماز تھے۔ ماتم کے زخم سر و سینہ پر اب تک موجود تھے اور روح کی طرح سارا جسم بھی خستہ نظر آتا تھا بایں ہمہ سابقہ دلکشی اور رعنائی کسی حد تک برقرار تھیں۔

نازک اندام ملکہ کی یہ حالت نار، سیاہ گیسوؤں کا چہرے پر بکھر جانا، سنگ دل زرد و بد ہیئت آکٹیوین کے قدموں پر گرنے میں ڈھیلے شلوکے کا شانے سے ڈھل جانا، ایک ایسی درد بھری تصویر ہے جسے دیکھ کر وہ مورخ، جس نے اسے اب تک ہجوم نا امیدی میں مردانہ وار سینہ سپر دیکھا ہے رنج و غم میں ڈوب جاتا ہے مگر قلوپطرہ کی یہ تصویر خلاف فطرت نہیں شاہانہ کروفر، دیوتاؤں کا

مقدس جاہ و جلال، رعنائی و شادابی بھرا جسم، حکومت کا ٹھاٹھ غرض وہ تمام چیزیں، جو ہر سامنے آنے والے انسان کو مسحور کر دیتی تھیں، ختم ہو چکی ہیں۔ اب وہ محض ایک غمزدہ ستم رسیدہ عورت ہے، غم میں چور! زندگی سے متنفر، موت سے محروم! جیسا کہ متعدد بار واضح کیا گیا ہے وہ اپنی ہمت و جرأت کے باوجود ایک عورت تھی جسے قدم قدم پر محبت اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اب نہ کوئی محبت کرنے والا باقی تھا نہ سہارا دینے والا کوئی بھی عورت ہوتی، ان ناساز حوصلہ شکن حالات میں اس طرح ٹوٹ کر رہ جاتی مستعدی، اور بے خوفی کے باوجود کامل خود اعتماد نہ تھی اور اس موقع پر اس کی بدحواسی اور عاجزانہ افتادگی قطعاً فطری تھیں۔

آکٹیوین نے اسے اٹھا کر بٹھایا اور خود اس کے برابر فرش پر بیٹھ گیا ملکہ پہلے تو گزشتہ واقعات کی توجیہیں اور تاویلیں کرتی رہی مگر جب آکٹیوین جرح و تنقید پر اتر آیا تو ملکہ نے عاجزی اختیار کر لی اور التجا کی کہ مصر کا تخت میرے بیٹے کے لئے چھوڑ دیا جائے اس نے آکٹیوین کو یقین دلایا کہ اگر میرے ملک اور میرے خاندان کی بقا کی ضمانت دی جائے تو میں زندہ رہنے کے لئے تیار ہوں اس کے بعد اٹھ کر جولیس سیزر کے چند خطوط اور ایک تصویر لائی اور آکٹیوین کو دکھا کر بولی ''تم جانتے ہو کہ میں تمہارے باپ کی شریک زندگی رہ چکی ہوں مصر کا تاج اسی نے میرے سر پر رکھا ان خطوں کو پڑھو اور اندازہ کرو کہ اسے مجھ سے کتنا لگاؤ تھا۔ یہ تمام خطوط اس کے اپنے ہاتھ کے

لکھے ہوئے ہیں۔''

آکٹیوین نے ان خطوں کو الٹا پلٹا ہوگا مگر غالباً پڑھا نہیں اس پر قلوپطرہ بولی'' اب یہ خط میرے لئے کارآمد نہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیزر کی روح ان خطوں میں موجود ہے'' غالباً اپنے چاہنے والے پرانے حامی کے خیال نے، جس کی یاد ان خطوں اور تصویروں سے تازہ ہوگئی تھی اسے بےخود کر دیا نحیف ونزار جسم جذبات کے بوجھ سے ٹوٹ گیا سسکیاں بھر بھر کر رونے لگی بےاختیار بار بار منہ سے نکلا کاش آج تم زندہ ہوتے یہ خطاب جولیس سیزر کی روح سے تھا۔

آکٹیوین اسے برابر تسلی دیتا رہا۔ آخر ملکہ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اس کے رحم وکرم کا حال کر کے بظاہر اطاعت اختیار کرنے کے لئے تیار ہوگئی ملکہ کا ایک داروغہ سیلیوکس روضے میں اس ذی جاہ خاتون کے احکام کا منتظر کھڑا تھا اسے بلا کر حکم دیا کہ میرے زیورات وجواہرات کی فہرست لے آؤ جو میں نے اور تم نے مل کر تیار کی ہے اور میرے کاغذات میں رکھی ہے سیلیا نے یہ فہرست لا کر آکٹیوین کو سنائی مگر یہ سوچ کر کہ درماندہ ملکہ سے وفاداری بےفائدہ ہے

آکٹیوین ہمیشہ سیزر کو باپ کہا کرتا تھا

اپنی دیانت کا یقین دلانا چاہا اور بول اٹھا کہ بعض جواہرات وزیورات، جو ملکہ نے قصداً اپنی اغراض کے لئے چھپا دیے ہیں اس فہرست میں درج نہیں ملکہ کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی یکا یک فرش سے اچھلی، سیلیوکس کے سر کے بال پکڑ کر خوب خوب جھنجھوڑا اور اس کے منہ پر طمانچوں کی بارش کر دی

ممکن تھا کہ فراغیظ میں اسے زخمی کر دیتی مگر آکٹیوین نے جو یہ عجیب وغریب منظر دیکھ کر ہنسی ضبط نہ کر سکا، اسے چھڑایا اور ملکہ کو آرام سے بٹھایا، ملکہ کا طیش ابھی فرو نہ ہوا تھا، چیخ کر بولی ''بڑے تم کی بات ہے کہ تم جیسا عالی مرتبہ سردار میری عیادت کر کے عزت بڑھائے اور میرا یہ کمینہ غلام مجھ پر ان حقیر زیوروں کی خیانت کا الزام لگانے کی جرأت کرے جو میں نے اپنے زار ونزار جسم کی زینت کے لئے نہیں بلکہ محض اس مقصد کے لئے الگ کر دیئے تھے کہ انہیں حقیر تحفے کے طور تمہاری بہن آکٹیویا اور تمہاری بیوی لیویا کو نذر دوں اور ان کی سفارش سے تمہارے رحم وکرم کی مستحق بن سکوں۔''

آکٹیوین اس گفتگو سے بہت خوش ہوا کیونکہ اس سے مترشح ہوتا تھا کہ وہ زندہ رہنے کی خواہش مند ہے یہی وہ چاہتا تھا اس کا مدعا ہی یہ تھا کہ ملکہ کو پا بہ جولاں روم کے بازاروں میں تشہیر کرے اور اس کے بعد جولیس سیزر کے احترام میں اس کی جاں بخشی کر کے اپنی فراخ دلی کا ڈھنڈورا پیٹ سکے۔ ملکہ کو وہ زیورات حسب مرضی اپنے پاس رکھنے کی اجازت دی اور یہ یقین دلا کر رخصت ہوا کہ تم سے میرا سلوک انتہائی فیاضانہ ہو گا خوش تھا کہ ملکہ کو خوب پھندے میں پھانسا ہے مگر ایسا سمجھنے میں وہ غلطی پر تھا کیونکہ ملکہ اس دغاباز کو برابر جھانسا دے رہی تھی۔

قلوپطرہ اس کے انداز کلام سے سمجھ چکی تھی کہ وہ مجھے روم میں تشہیر کرنا چاہتا ہے اور سیزارین کو مار کر مصر کو زیر نگیں کر لینے پر تلا ہوا ہے خاندان کا انجام

اسے صاف نظر آ رہا تھا کوئی چیز ایسی نہ رہی تھی جس کی خاطر اسے زندگی عزیز ہو سکتی چند گھنٹے بعد کارنیلس ڈولا بیلا کا قاصد، خفیہ خبر لایا کہ آکٹیوین انہیں دو تین دن میں ملکہ کو دونوں بچوں سمیت روم لے جانے والا ہے غالباً وہ چند روز پہلے ملکہ کو اطلاع بھی دے چکا تھا کہ آکٹیوین سیزارین کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر چکا ہے کیونکہ ایری یس نے اسے سمجھا دیا ہے کہ تخت و تاج کے مدعی کو زندہ چھوڑنا خلاف مصلحت ہے۔

یہ خبر سنتے ہی ملکہ نے جان دے دینے کا فیصلہ کر لیا غم و یاس کے ہاتھوں زندگی عذاب ہو چکی تھی چشم تصور سے دیکھ رہی تھی کہ زندہ رہی تو آکٹیوین مجھے اور میرے بچوں کو پابجولاں روم کی سڑکوں پر تشہیر کرے گا۔۔۔۔۔اسی طرح جیسے کہ سیزر نے آرصینو کو کیا تھا عوام آوازے کسیں گے اور طعنہ دیں گے کہ آپ ہی تھیں جو روم کے تخت کو زینت دینے کا خواب دیکھا کرتی تھیں! یہ تصور بجائے خود نا قابل برداشت تھا مگر اس سے کہیں زیادہ دردناک یہ حقیقت تھی کہ اگر وہ زندہ رہی تو آج کل میں سیزارین کے سفاکانہ قتل کا صدمہ اٹھانا پڑے گا جو ناگزیر نظر آ رہا تھا!

دل میں ٹھان کر ملکہ نے آکٹیوین کو پیغام بھیجا کہ انطونی کی قبر پر جانے اور ضروری رسوم ادا کرنے کی اجازت چاہتی ہوں اجازت مل گئی، اگلے دن یعنی 29 اگست کی صبح کو ڈولی میں پڑ کر خواصوں کو ساتھ لئے انطونی کی قبر پر پہنچی اور وہاں اتر کر بیتابانہ تعویذ سے لپٹ گئی زار زار رو رہی تھی اور بین کرتی

تھی جان سے پیارے انطونی! جن ہاتھوں سے میں نے تمہیں چند روز پہلے دفن کیا تھا آج قید میں ہیں تمہارے فاتحے کے لئے اس طرح آئی ہوں کہ مجھ پر پہرا لگا ہوا ہے اور یہ تاکید ہے کہ میرا زار و نزار جسم اتنا نحیف نہ ہونے پائے کہ میں جشن فتح میں تشہیر کئے جانے کے قابل نہ رہوں انطونی! مجھ سے مزید فاتحہ ثواب کی امید نہ رکھنا یہ آخری خراج محبت ہے جو میں ادا کرنے آئی ہوں جیتے جی ہم یکجا رہے مگر موت ہمیں جدا کر دینے کی دھمکی دے رہی ہے تم رومی تھے مگر مصر میں دفن ہوئے، میں مصری ہوں مگر شاید میرے نصیب میں روم کی مٹی لکھی ہے قسمت مجھ سے پھر گئی ہے مگر تم عالم بالا میں میری دستگیری کرو، اپنی بیوی کو تشہیر کی ذلت سے بچا لو اور اسی قبر میں چھپا لو مصائب تو بہت پڑے مگر تمہاری موت سے اب تک کا یہ مختصر عرصہ میرے لئے قیامت بن گیا ہے۔

دیر تک اسی طرح قبر کے تعویذ سے چمٹی رہی غم و اندوہ کی شدت نے وہ تمام اختلافات بھلا دیے جو کبھی اس کے اور مرنے والے کے درمیان اٹھے تھے فقط گزشتہ محبت کی دل ہلا دینے والی یاد باقی رہی تھوڑی دیر بعد اٹھی جی کو سنبھالا قبر پر پھولوں کی چادر چڑھائی اور ڈولی میں پڑ کر واپس آ گئی۔

غالباً اس موقع پر ملکہ کا طبیب اوپس ساتھ تھا جس نے اپنی یادداشت میں یہ واقعہ قلمبند کیا اور اسی سے پلوٹارک نے نقل کیا۔

واپس آ کر ملکہ نے حمام تیار کرنے کا حکم دیا نہا دھو کر زرتار لباس پہنا، عطر ملا، بال گندھوانے اور سونے پر دراز ہو گئی اس روز خوب پر تکلف کھانا کھایا اس

کے بعد آکٹیوین کو ایک مختصر سا خط لکھا جس میں وصیت تھی کہ مجھے انطونی کے پہلو میں دفن کیا جائے یہ خط بھجوا کر ہدایت کی کہ شارمیان اور عیراص کے سوا ہر شخص روضے سے نکل جائے دروازے بند کر دیے روضے کے باہر پہرہ داروں نے حسب معمول چوکی بدلی:

خط پڑھتے ہی آکٹیوین کا ماتھا ٹھنکا فوراً روضے کی طرف لپکا مگر پھر از راہ احتیاط رک گیا اپنے بجائے دو افسروں کو دوڑایا کہ خبر لاؤ کیا واقعہ ہے کہ یہ افسر یہاں پہنچے تو حسب معمول سنتریوں کو مطمئن پایا مگر پھاٹک بند تھا اسے توڑتا اندر گھسے تو بدترین شبہات سامنے آ گئے قلوپطرہ اپنے زردوز بستر پر لیٹی، شاہانہ پوشاک پہنے ابدی نیند سو رہی تھی شاہی جواہرات جسم پر جگمگ جگمگ کر رہے تھے اور ماتھے پر بطلیموسی تاج ادائے کج کلاہی سے رکھا تھا عیراص اس کے پاؤں میں پڑی دم توڑ رہی تھی اور شارمیان کہ وہ بھی عالم نزع میں تھی، لڑکھڑا لڑکھڑا کر اٹھنے اور کپکپائے ہاتھوں سے اپنی ملکہ کا تاج سنوارنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

اسی عالم میں ایک رومی افسر نے جھلا کر نیم بسمل شارمیان سے پوچھا ''تمہاری ملکہ نے یہ کیا کیا؟'' شارمیان نے اپنا پھیکا خاکستری چہرہ اس کی طرف پھیرا، سونے کے سہارے سیدھی ہوئی اور ہانپ کر بولی ''بہت اچھا کیا ایسی بادشاہ زادی کو یہی زیبا تھا'' بس اتنا کہا اور ملکہ کے برابر گر کر ختم ہو گئی۔

دونوں افسروں نے ہرکارے بھیج کر آکٹیوین کو اس سانحے کی اطلاع دی

اور غالباً تحقیقات کرنے لگے کہ ملکہ نے کس طرح خودکشی کی سنتری پہلے تو کچھ بھی تشریح نہ کر سکے مگر آخر اتنا بتایا کہ آج صبح ایک دہقان انجیروں کی ٹوکری لے کر آیا تھا ہم نے یہ سمجھ کر ملکہ کے لئے سے اندر جانے کی اجازت دے دی بلکہ جب ہم نے پتے اٹھا کر انجیر دیکھے اور ان کی عمدگی کی تعریف کی تو اس نے ہنس کر ہمیں بھی کچھ دانے دینے چاہے مگر ہم نے انکار کر دیا" یہ معلوم ہو چکا تھا کہ قلوپطرہ افعی سے ڈسوا کر مرنے کو نہایت آرام دہ سمجھتی تھی قدرتاً یہی خیال ہوا کہ دہقان کے ذریعے چھوٹا سا زہریلا ناگ منگوایا گیا اور ملکہ نے اس سے ڈسوا کر جان دے دی سانپ کی تلاش ہوئی وہ تو کیا ملتا مگر ایک سپاہی بولا کہ میں نے اس کی لکیر سی دیکھی تھی جو روضے سے سمندر کی طرف جاتی تھی ایک محافظ نے جو دہقان کے ساتھ اندر تک گیا تھا یہ بھی بتایا کہ قلوپطرہ نے انجیر دیکھتے ہی کہا تھا کہ" آ کر آ رہی گیا" بعض آدمیوں کا خیال تھا کہ سانپ کئی دن پہلے سے ایک برتن میں رکھا تھا آج ملکہ نے اسے نکال کر اسے چھیڑا اور ڈسوالیا لاش کا معائنہ ہوا تو دو ننھے ننھے نشان نظر آئے جیسے سانپ کے کاٹے کے ہوں بعض اشخاص کی رائے تھی کہ ملکہ اپنے کھوکھلے کنگھے میں زہر چھپائے تھی جسے آج استعمال کر لیا یہ خیال اس لحاظ سے قابل قبول تھا کہ تین موتیں بیک وقت واقع ہوئی تھیں۔"

تھوڑی دیر بعد آکٹیوین بھی آ پہنچا سپیروں کو بلا کر زہر چوسنے کا حکم دیا مگر سب تدبیریں بیکار تھیں اپنا منصوبہ اس طرح بگڑا ہوا دیکھ کر افسوس تو ہوا لیکن

ملکہ کے دلیرانہ اقدام کی داد دیے بغیر نہ رہ سکا۔ خود اس کا نظریہ تھا کہ موت افعی کے ڈسنے سے واقع ہوئی چنانچہ جشن فتح میں جب قلوپطرہ کے مجسمے کی نمائش کی تو اسی انداز سے کہ افعی اس کے بازو سے لپٹا ہوا ہے کہا نہیں جاتا کہ صحیح واقعہ کیا تھا مگر مسلمہ نظریے کو جھٹلانے کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی مجھے یقین ہے کہ ملکہ کے پاس زہر بھی تھا اور وہی اس کی دونوں خواصوں نے کھا کر جان دی ملکہ بھی زہر کھا سکتی تھی مگر سابقہ تجربات کی روشنی میں افعی سے ڈسوانا مناسب سمجھا۔

آکٹیوین نے ملکہ کے حسب ونیست اسے انطونی کے پہلو میں دفن کرنے کا حکم دیا غالباً اس نے برنیس کی طرف قاصد بھیج رکھے تھے جنہیں ہدایت تھی کہ جس طرح ممکن ہو سیزارین کو ہندوستان جانے سے باز رکھیں سیزارین نے اپنے اتالیق رھوڈرس سے مشورہ کیا اس نے صلاح دی کہ غریب الوطنی اختیار کرنے کے بجائے آکٹیوین کے رحم وکرم پر بھروسا کیا جائے غرض ملکہ کو مرے چند دن ہوئے تھے کہ اسکندریہ پہنچا آکٹیوین نے اس فتوے پر کہ دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجد بلا تامل قتل کرا دیا اور اس طرح وہ نوجوان جو فراعنہ مصر کی یادگار دو درمان بطلیموس کا چشم وچراغ اور سیزر کا صحیح وارث تھا فنا ہوا قلوپطرہ سیلین اور شہزادہ بطلیموس روم بھیج دیئے گئے الیگزنڈر سیلیوس اپنے نانا شاہ میڈیا کے پاس تھا اسے بھی بلوانے کا انتظام کیا گیا۔

میرا خیال ہے کہ آکٹیوین نے مصر کو ذاتی مملکت کے طور پر سنبھال لیا تھا مصر کو رومی مقبوضات میں شامل کرنے کے اعلان سے بغاوت کا احتمال تھا لیکن

شاہی کا اعلان کرنا بھی خلاف مصلحت تھا اس نے درمیانی راستہ اختیار کیا مصر کے بڑے پروہت کو اپنا دست راست بنا کر اور یہ جتا کر کہ میں جولیس سیزر کا متبنیٰ اور سیزارین وغیرہ کے مرجانے پر اس کا جائز وارث ہوں، مصر کا حاکم بن بیٹھا اہل مصر نے اسے بے چون و چرا بادشاہ تسلیم کر لیا چنانچہ اس عہد کے مندروں پر اس کا نام بحیثیت شاہ مصر کندہ ہے کہیں کہیں اسے مختار کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا تھا جو انطونی کا لقب تھا اور بادشاہی کی سی اہمیت رکھتا تھا مصر کی بادشاہی آکٹیوین کی اولاد کو پشت بہ پشت منتقل ہوتی رہی یہ سب روم میں تخت نشین ہوتے تھے اور معاً مصر میں فرعون اور ابن الشمس کے خطاب سے بادشاہ تسلیم کر لئے جاتے تھے اہل مصر اپنے آپ کو روم کا زیر دست سمجھنے کے بجائے خود اپنے بادشاہ کی رعیت سمجھتے تھے جو بیک وقت مصر اور روم کا فرمان روا تھا اس طرح روم اور مصر کی مشترکہ حکومت کا منصوبہ جسے قلوپطرہ پورا نہ کر سکی اس کے مرنے کے بعد تشکیل پذیر ہوا اگر چہ کسی اور نسل کے ذریعے سے ہوا۔

زمانے کا آئین ہے کہ ایک خانوادے کے بعد دوسرے خاندان کو تخت شاہی عطا کرتا ہے تغیر اس کا قانون اور عزل و نصب اس کا دستور ہے قدیم عمینوفس، طوطینوفس اور سامیٹکس خاندان یکے بعد دیگرے اپنی اپنی شان دکھا کر نابود ہو چکے تھے آکرومان بطلیموس بھی فنا ہو گیا اور قیصرہ روم نے اس کی جگہ لے لی جنہیں خود پسندی، شیخی باز مصریوں نے اپنا بادشاہ کہنا شروع کیا عملاً مصر ایک رومی صوبہ بن گیا، اگر چہ آکٹیوین نے اس کا اعلان نہ کیا اور اسے براہ

راست روم کا ماتحت بنانے کے بجائے ایک وائسرائے کے ذریعے سے اس پر حکومت کرتا رہا رومی سمجھتے تھے کہ مصر ہمارے مقبوضات میں شامل ہے مگر اہل مصر کا اوعا تھا کہ ہمارا ملک ایک خودمختار شاہی مملکت ہے۔

آکٹیوین نے ملکہ کی یاد کا ہمیشہ احترام کیا اور اس کے مجسمے بدستور نصب رہنے دیے۔۔۔۔اس کے خزانوں اور جاگیر پر قبضہ کرلیا سونے چاندی کے ڈھیروں اور طلائی ظروف کو پگھلوا کر سکتے ڈھلوا لیے جن سے فوج کی تنخواہ ادا کی محل کے بیش قیمت ساز و سامان پر قبضہ کرلیا اور قارون کے خزانے سمیٹے 29 ق م میں روم واپس آیا۔

کہا جاتا ہے کہ ملکہ کے کسی ہواخواہ نے بھاری رشوت دے کر آکٹیوین کو اس بات پر راضی کیا تھا مگر غالباً اس کی تہ میں سیاست کارفرما تھی۔

اسی سال اگست کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کو آکٹیوین نے تین جشن منائے پہلا یورپی فتوحات کا، دوسرا معرکہ ایکشیم کی یاد میں، تیسرا فتح مصر کی خوشی میں، اس آخری جشن میں قلوپطرہ کا مجسمہ اس طرح نکالا گیا کہ سانپ اس کے بازو پر لپٹا ہوا تھا دونوں قوام بچوں یعنی الیگزنڈر ہیلیوس اور قلوپطرہ سیلین کو اس جلوس میں سڑکوں پر پیادہ پا پھرایا گیا دریائے نیل اور مصر کے خیالی مجسمے اور مال غنیمت کی بے اندازہ مقدار گاڑیوں پر لدی ہوئی تھی خودپسند رومی نشہ غرور میں چور تھے قلوپطرہ کی ذلالت کے افسانے تراشے گئے ہوریس نے ایک نظم میں لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کر کے بدنصیب ملکہ کو

روم کا دشمن ٹھہرایا۔ آکٹیوین پر اعزازات کی بارش ہوئی اسے آگسٹس (ذی جاہ) کا خطاب ملا اور سیزر کا جانشین تسلیم کیا گیا وہ بھی جولیس سیزر کی یاد کا پورا احترام کرتا رہا چنانچہ فروری میں باقاعدہ لوپر کیلیا (عید) منا کر اپنے ماموں کی یاد تازہ کیا کرتا جسے اہل روم دیوتا قرار دے چکے تھے۔

زمانہ غدار کی سفاکی کے تماشے دیکھ چکے؟ اب محبت و مروت کی ایک داستان بھی سن لو اسی شوہر پرست آکٹیویا نے جسے انطونی دو سال پہلے طلاق دے چکا تھا انطونی اور قلوپطرہ کے تینوں بچوں کو اپنی آغوش عاطفت میں لے لیا غالباً آکٹیوین نے کمال دانش مندی سے اس مشکل کا یہی حل سوچا تھا اہل مصر اسے قلوپطرہ کا جانشین اور اپنا بادشاہ مانتے تھے ان بچوں کو قتل کرا دیتا تو مصر والے سخت برہم ہوتے آکٹیویا نے شرافت و مروت کے علاج کی لاج رکھی اپنے بیوفا شوہر کے ان تینوں بچوں اور انطونیس کو جو انطونی کی سابقہ بیوی فلویا کے بطن سے تھا اپنی دونوں بیٹیوں کے ساتھ پرورش کیا قلوپطرہ سیلین جوان ہونے پر شاہ نورمیڈیا سے بیاہ دی گئی جو ایک علم دوست بادشاہ تھا دونوں کے بیٹے کا نام بطلیموس رکھا گیا جو 19 ق م میں باپ کا جانشین ہوا قسمت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ اس شہزادے کو قتل کیا تو کیلی گولا نے جو خود بھی انطونی ہی کی نسل سے تھا کچھ اندازہ نہیں کہ الیگزنڈر ہیلیوس اور شہزادہ مصر بطلیموس کا کیا انجام ہوا آکٹیویا 11 ق م میں فوت ہوئی انطونی کا بیٹا انطونیس 2 ق م میں قتل ہوا اس جرم کی پاداش میں کہ آکٹیوین کی بیٹی جولیا سے ملوث تھا وہ بھی پانڈا

ٹیریا کے ویران جزیرے میں جلا وطن کی گئی آکٹیوین اقبال و کامرانی کے سایے میں پوری عمر پا کر 14 میں فوت ہوا اور ٹائی بیریس نے اپنے متوفی باپ کی جگہ روم اور مصر کے شاہی تخت کو زینت بخشی۔

آکٹیوین (آگسٹس) کے عہد حکومت کے آخر میں مصر کا تمدن روم کی تہذیب پر چھا گیا مصری انداز فکر نے اہل روم کے دل و دماغ پر غلبہ پا لیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ناکام مرنے والی قلوپطرہ کی روح روم پر فرمان روائی کر رہی ہے فریرو یہاں تک لکھتا ہے کہ ان دنوں روم میں جمہوریت کے بجائے ملوکیت کے خیالات پیدا ہو گئے تھے اور سادہ رومی تمدن پر مشرقی تکلف و نزاکت کا غلبہ ہو گیا تھا جس کی واحد وجہ مصری اثرات تھے مصر کے فن کار اور کاریگر بے تحاشا روم آ رہے تھے اور رومی سردار، جنہیں مصر میں جاگیریں ملی تھیں، دن رات مصر جا رہے تھے اور اس طرح مصری فنون سے آشنا ہو رہے تھے ہر امیر کا قصر مصری سنگ تراشی اور نقاشی کے شاہکاروں سے مزین تھا اور ہر مہذب رومی مصری ادبیات کا دلدادہ تھا ہر رومی کی آرزو تھی کہ گھر کی آرائش کے لئے کسی مصری کی خدمات حاصل کرے ہر شخص یونانی مصری طور طریقوں کی نفاست پر فریفتہ تھا قلوپطرہ کی رعایا نے روم کے سادہ تمدن کو اسی طرح نیست و نابود کر دیا جس طرح آج کل فرانس اور اٹلی کی نزاکت و نفاست عزلت پسند لندن کی سادگی کو ختم کر رہی تھی۔

اس انداز فکر سے سوچیے تو قلوپطرہ کی روح آخر رومۃ الکبریٰ پر قبضہ کر کے

رہی اس کی تمنا تھی کہ میری نسل سیزر کے بیٹے سیزارین کے ذریعے سے چلے مگر یہ نہ ہوا اور روم کا متحدہ تخت و تاج سیزر کے بھانجے کے نصیب میں تھا اگر چہ رومی ملوکیت کے قیام کا سہرا مصری اثرات کے سر ہے مگر یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ گزشتہ محاربات کے خیال سے اہل روم ہر طرح قلوپطرہ کی توہین و تذلیل کرتے رہے اسے سنگ دل، سفاک، بیوفا، شہوت پرست اور کیا جانے کتنے الٹے سیدھے خطابات ملے۔ اور اب اندھی دنیا اس حوصلہ مند ذی جاہ ملکہ کو اسی نظر سے دیکھتی ہے عہد عتیق کے طالب علم کا فرض ہے کہ متعصب مورخوں کے زہریلے فقروں کو پہچانے پروپرشیس کے تضحیک آمیز الفاظ کو جانچے اور ہوریس کی نظم کو، جو فتح وظفر کی بدمستی میں اس کے قلم سے ٹپکی ہے، اچھی طرح پرکھے، ان گندہ ماخذ کی غلطیاں دیکھے پھر یہ اندازہ کرے کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ رعایت وطرفداری پر نہیں بلکہ تحقیق و تدقیق پر مبنی ہے بحیثیت مورخ مجھے حق حاصل ہے کہ بیس صدی پہلے کے تاریک واقعات پر عفو ورعاصیت مکا قلم پھیروں مگر میں نے ان اوراق میں اس بدنصیب عورت کی سرگزشت بے کم وکاست لکھی ہے جو عمر کے زیادہ حصے میں تنہائی و بیکسی کے باوجود مردانہ وار جدوجہد کرتی رہی اور جب مایوس ہو کر اپنے مصائب کا خود خاتمہ کرنے پر مجبور ہوئی تو اس میں بھی شاہانہ وقار قائم رکھا کیونکہ ''ایسی باور اوی کو یہی زیبا تھا۔''

ختم شد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔The End